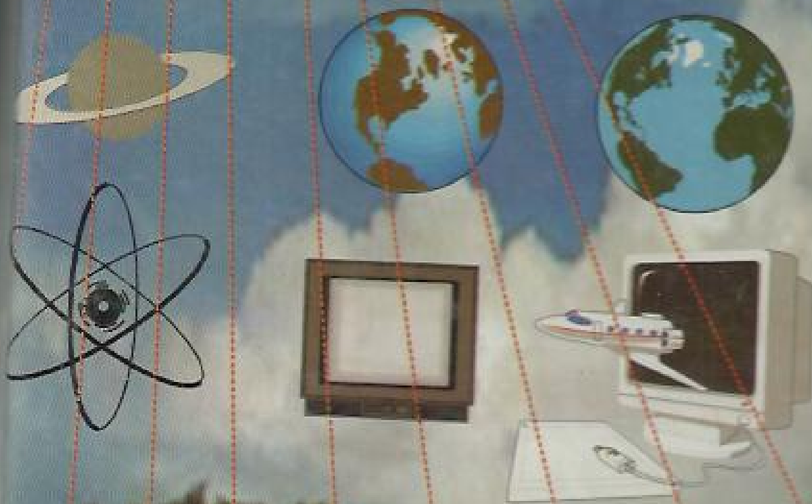
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الحمد للہ رب العلمین ۃ
الرحمٰن الرحیم ۃ
ملک یوم الدین ۃ
ایاک نعبدو ایاک نستعین ۃ
اھد نا الصراط المستقیم ۃ

انکشافاتِ حق

قرآن کے وہ (ان گنت) انکشافات، جنھیں جدید سائنسی علوم نے دورِ حاضر میں جانا،
قرآن کے الہامی ہونے پر ناقابلِ تردید علمی اور عقلی دلائل اور عمومی و تاریخی شہادتیں اور
قرآن، محمد ﷺ اور اسلام کے بارے میں نو مسلم و غیر مسلم مفکرین اور مستشرقین کی آراء۔



شاہد محمود ملک

انکشافاتِ حق

☆ قرآن کے وہ (ان گنت) انکشافات، جنھیں جدید سائنسی علوم نے عصرِ حاضر میں جانا،

☆ قرآن کے الہامی ہونے پر ناقابلِ تردید علمی اور عقلی دلائل اور عمومی و تاریخی شہادتیں،

☆ قرآن، محمد ﷺ اور اسلام کے بارے میں نو مسلم و غیر مسلم مفکرین اور مستشرقین کی رائے اور

☆ نبی خاتم ﷺ کی ولادت و بعثت سے قبل آپ سے متعلق قدیم صحیفوں، الہامی کُتب اور کاہنوں کے انکشافات۔

شاہد محمود ملک

جملہ حقوق حق مؤلف و مصنف محفوظ ہیں:

طابع: انتخاب جدید پریس، رائل پارک لاہور

ناشر: الحق سٹاکسٹ، کوٹلی، آزاد کشمیر- 42745 (058650)

کمپوزنگ: نیشنل کمپوزنگ سنٹر، نثار مارکیٹ، کوٹلی آزاد کشمیر

ایڈیشن: اول

قیمت: 120روپے

ملنے کا پتہ: الحق سٹاکسٹ- نزد ضلع کچہری، کوٹلی، آزاد کشمیر-

فون نمبرز: 058660-42745

058660 - 44341

انگلینڈ میں ملنے کا پتہ:

Tahir Mahmood Malik,

68. Bradley Road. Luton Beds, England. U.K

Ph: **0158-704351**

انتخاب جدید پریس 8-ایبٹ روڈ لاہور فون نمبر :6314365

بسم اللہ الرحمن الرحیم

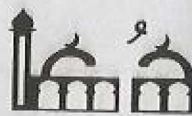
اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پاک ﷺ پر درود و سلام بھیجتے ہیں اس لیے اے ایمان والو! تم بھی آپ ﷺ پر درود اور سلام بھیجا کرو۔ (احزاب 56)

درود پاک

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ عَلیٰ اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلیٰ اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلیٰ اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ہ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ عَلیٰ اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلیٰ اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلیٰ اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ہ



﴿اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر نازل کرتے تو وہ اللہ کے خوف سے ہلنے لگتا اور پھٹ جاتا۔ (حشر۔21)﴾



اے پروردگار! تو نے جو کتاب اپنے حبیب مکرم ﷺ پر نازل فرمائی اور اس کو جو علم و شان، فضل و کمال اور حقانیت و عظمت بخشی، اس کی صحیح پہچان نصیب فرما کہ جس کی پہچان سے تاریک دل روشن اور مردہ روحیں زندہ ہو جائیں۔

عاجز

شاہد محمود ملک

انتساب

اپنے والدِ محترم

محمود خان ملک ایڈووکیٹؒ

(سابق صدر بار و ممبر بار کونسل) کے نام!

جن کی شخصیت نے میرے قلب و ذہن پر،

☆ خیالات کی عظمت پھونکی،

☆ حرفوں کی شیرینی گھولی،

☆ لفظوں کی پہچان بخشی اور

☆ جستجو کی بے تابی سونپی،

جس سے

مجھے اظہار کی یہ جرات ملی۔

فہرست



حرفِ اوّل

حق کی جستجو، فکر و نظر کے پُر پیچ راستوں پر ڈال دیتی ہے جہاں خیالات کی وسعت اور سچائی کی تلاش، ان گنت سوالات کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔ جب حقائق صدیوں کی طویل مسافت کے بعد دم توڑ چکے ہوں تو ان میں نئی روح پھونکنے کے لیے تحقیق و تفتیش کی کلیمی قوتیں ہی آبِ حیات ثابت ہو سکتی ہیں۔ انتھک فکری کاوشیں، نہ صرف مسائل و واقعات کی گتھیاں سلجھاتی ہیں بلکہ ان سے بصیرتوں کی نئی کونپلیں پھوٹتی ہیں جو جدید دریافتوں اور ایجادات کا موجب بنتی ہیں۔

فکری کاوشیں اپنی جگہ مگر ! عمل کے بحرِ بے کراں میں اترنے کیلیے راہنمائی کا دامن تھامنا ہی پڑتا ہے اور ہر طرح کے دینوی و دنیاوی معاملات میں راہنمائی کا منبع کلامِ الٰہی سے بہتر بھلا اور کیا ہو سکتا ہے؟ قرآنِ حکیم کا فلسفیانہ اندازِ مباحث، سوچ میں ایک نیا زاویہ نظر پیدا کرتا ہے جو ابہام کے پردوں کو چیرتا ہوا ذہنی بیداری و وسعت اور قلبی اطمینان و سکون تک لے جاتا ہے۔

میری کتاب، ''انکشافاتِ حق'' دراصل ایسے ہی حقائق پر مشتمل ہے جنھیں عصر حاضر میں جدید سائنس اور دیگر علوم کی پیداوار و دریافت سمجھا جاتا ہے مگر حقیقت اس کے برعکس ہے کیونکہ صدیوں بعد منظرِ عام پر آنے والے ان حقائق کو قرآنِ حکیم نے بہت پہلے بیان کر دیا تھا۔ میں نے حقائق کی تصریح کے لیے جدید سائنسی تکنیک کے ساتھ ساتھ قدیم تاریخی روایات اور جدید تعلیمات کو ٹھوس دلائل کے ذریعے عقل کی کسوٹی پر جانچا اور پرکھا ہے تاکہ کسی منطقی نتیجہ پر پہنچا جا سکے۔

سچ پوچھیں، میں نے شعور کی استطاعت سے اپنے اردگرد بکھرے حقائق کو قرآن کی روشنی میں دیکھنے کی کوشش کی ہے اور اب اپنی اس تحقیق میں آپ کو بھی شامل کرنے کی جسارت کر رہا ہوں کہ جمود کی فضاء میں فکر و تدبر کی دراڑیں پڑ سکیں۔ میں کس حد تک کامیاب رہا؟۔۔۔ فیصلہ آپ پر ہے۔

اس ساری جدوجہد میں،

اللہ رب العزت کی بے شمار برکتیں و نعمتیں، میری روح و قلب کی گہرائیوں شامل رہیں، میری نس نس میں نبی مہربان ﷺ کی رحمتیں اور عظمتیں ــــــــــــــــــ

ــــــــ میں صد ہا شکر گزار ہوں کہ مجھ ناتواں سے قرآن کی تفسیر جدید کے لیے معمولی سا کام مطبوعہ شکل میں سامنے آیا۔

آخر میں اپنے بڑے بھائی محترم جناب **طاہر محمود ملک** اور برادرم **محمد اقبال کھوکھر** (آفیسر زرعی بینک) کا انتہائی احسان مند ہوں کہ انہوں نے مجھے اس کوشش میں اکیلا محسوس نہیں ہونے دیا، اللہ ان کو جزائے خیر عطا کرے۔

کتاب کو پایہ تکمیل تک پہنچانے پر، میں اپنے صحافی دوست امتیاز احمد بٹ کا ممنون ہوں۔

اگر کتاب میں کسی قسم کی کوئی تکنیکی غلطی یا علمی لغزش پائیں تو درج ذیل پتہ پر تحریری طور پر مطلع کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اسے دور کیا جا سکے۔

شاہد محمود ملک

نزد ضلع کچہری، کوٹلی (آزاد کشمیر)

دیباچہ

میری خوشی کی انتہاء نہ رہی جب مرحوم و مغفور محمود خان ملک ایڈووکیٹ ؒ کے فرزندِ ارجمند شاہد محمود ملک نے مجھے یہ کتاب مطالعے اور رائے کے لیے دی۔ عزیز نے مختلف الانواع سائنسی اور تاریخی تحقیق سے ہر دور میں قرآن کے بارے میں پیدا ہونے والے شکوک و شبہات کو جس احسن طریقے سے دور کیا ہے ، اہل علم کے لیے خاص کر جو لوگ سائنسی علوم سے رغبت رکھتے ہیں، ان کے لیے بہترین معلومات کا خزانہ ہے۔

عزیز نے جس عرق ریزی کے ساتھ قرآن، حضرت محمد ﷺ اور اسلام کے بارے میں غیر مسلم علماء و دانشوروں کی آراء کو مرتب کیا ہے، قابلِ تحسین ہے۔

دعا ہے کہ اللہ ان کا تعلق علمِ حق سے ہمیشہ قائم رکھے۔

محمد اعظم (ضلع مفتی کوٹلی آزاد کشمیر)



مؤلف و مصنف شاہد محمود ملک کی اس کتاب کو یہ خصوصیت حاصل ہے یہ کہ عام طرز کی اسلامی کُتب سے ہٹ کر سائنسی، تکنیکی، تاریخی اور واقعاتی تحقیق پر مشتمل ہے۔

اس کتاب کے مطالعے کے بعد اس اقرار کے سوا کہ قرآن ہی ازلی، لدنی اور الہامی کلام ہے، کوئی چارہ نہیں رہ جاتا۔

یہ کتاب علمی شغف رکھنے والوں کے لیے ذوقِ تسکین کا سبب اور جدت طرازوں

کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہو گی۔ اس کتاب کی تالیف پر مؤلف بلا شبہ مبارک باد کا مستحق ہے۔ اللہ مؤلف کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

قاضی محمد عظیم نقشبندی



باب اوّل سائنسی انکشافاتِ قرآن

ہم سب اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ آج سے تقریباً چودہ سو سال پہلے جب قرآنِ حق کی تنزیل فرمائی گئی تو ہر طرف جہالت کا دور دورہ تھا۔ تاریکی کے اُس دور میں نازل کی جانے والی اس عظیم القدر کتاب میں اللہ تعالیٰ نے ایسے لاتعداد حقائق کا انکشاف فرمایا، جن کا ہونا یا تو مقدر فرمایا جا چکا تھا یا وہ موجود تو تھے پر ہمارے لیے نامعلوم تھے۔

تو آیئے اب ہم اُن انکشافاتِ قرآن کا بغور مطالعہ کرتے ہیں جو صدیوں کی تحقیق و تجربے کے بعد مفکرینِ سائنس کے علم میں آئے۔ اِن کے ذکر سے پہلے ایک وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ ان حقائق کو بیان کرنے کا مقصد یہ ثابت کرنا نہیں کہ دورِ جدید کی سائنس، قرآن کی تائید و تصدیق کرتی ہے بلکہ یہ حقیقت سامنے لانا ہے کہ سائنس ہزار برس کی انتھک محنت کے بعد حقانیتِ قرآن کے سرے کو پا سکی ہے اور اُس کا راہِ حق کا یہ سفر جاری و ساری ہے۔

سائنسی علوم پر کھلنے والی ہر وہ حقیقت جو صدیوں قدیم تنزیل، قرآنِ حکیم میں پہلے سے موجود ہوتی ہے، قرآن کے معجز اور اُس کے وحی منجانب اللہ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

☆☆☆

توسیعِ کائنات

صدیوں کی تحقیق کے بعد ماہرینِ فلکیات مندرجہ ذیل نتائج پر متفق ہوئے،

۱۔ ہماری کہکشاں کا قطر ایک لاکھ نوری سال ہے اور سورج اس کے مرکز سے تیس ہزار نوری سال کے فاصلے پر ایک کنارے پر واقع ہے۔ (Great Design)

۲۔ ہماری کہکشاں کے علاوہ کائنات یا آسمانوں میں ایک ارب کہکشائیں اور بھی ہیں۔

(Children Encyclopedia)

۳۔ ہر کہکشاں میں تقریباً ایک ارب ستارے ہیں اور ہمارے سورج کے علاوہ تقریباً پورے دو کروڑ اور سورج اس کائنات میں محوِ گردش ہیں۔ (Ask Me Why)

درجہ بالا حقائق سے معلوم ہوا کہ ہماری کائنات ہماری سوچوں سے بھی کہیں زیادہ وسیع و عریض ہے۔

۴۔ یہ کہ تمام کہکشائیں ایک دوسرے سے دور تر ہوتی جارہی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمانوں اور کائنات میں مسلسل توسیع ہو رہی ہے۔

"All the galaxies are racing away from us and from each other... this suggests that the Universe is expanding." (Children Encyclopedia)

تمام کہکشائیں ہم سے اور ایک دوسرے سے دور بھاگ رہی ہیں۔۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کائنات پھیل رہی ہے۔

5۔ سٹیفین ہوکنگ (Stephan Hawking)اپنی حالیہ تالیف "A Brief History of Time"میں لکھتا ہے۔

ا۔ "1929ء میں ایڈون ہبل (Edwin Hubble)وہ پہلا ماہر فلکیات تھا جس نے یہ عظیم مشاہدہ کیا کہ آپ جدھر بھی نظر ڈالیں، دور کی کہکشائیں ہم سے تیزی سے دور جاتی دکھائی دیتی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں کائنات پھیلتی جارہی ہے"۔ (ترجمہ صفحہ۔9)

ب۔ "کائنات کی وسعت کی یہ دریافت، بیسویں صدی کا ایک عظیم انقلاب تھا"

(ترجمہ صفحہ۔42)

ج۔ "ڈاپلر کے اصول کے تحت ان کہکشاؤں کی رفتار جس سے وہ مسلسل ایک دوسرے سے دور بھاگ رہی ہیں، یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک ارب سال میں ہر کہکشاں ہر دوسری کہکشاں سے پانچ سے دس فیصد تک دور ہورہی ہے"۔ (ترجمہ صفحہ۔49)

ثابت یہ ہوا کہ ماہرین کو اس حقیقت کا پتہ سب سے پہلے 1929ء میں چلا کہ کائنات پھیل رہی ہے اور آسمانوں میں مسلسل توسیع ہوتی جارہی ہے۔

حیرت انگیز حقیقت

اب آتے ہیں اس حیرت انگیز حقیقت کی طرف جس کا انکشاف قرآنِ عظیم نے اس دور میں کیا تھا جس دور میں عربی لوگوں کے پاس فلک بینی کا کوئی معمولی آلہ تک موجود نہ تھا

والسماء بنینھا باید و انا لموسعون (ذاریات۔47)

"ہم نے آسمانوں کو اپنے ہاتھوں سے بنایا اور اُن کو وسعت دیتے جاتے ہیں
اور وسعت دیتے جائیں گے"۔

سوائے اس کے مزید کیا قابلِ بیان رہ جاتا ہے کہ قرآن کے الہامی ہونے پر اس
سے بڑی شہادت ہو ہی نہیں سکتی۔



گردشِ سورج

سولہویں صدی کے وسط میں پولینڈ کے ماہر فلکیات نیکولس کاپرنیکس (Nicholes Copernicus) نے قرار دیا کہ سورج ساکن ہے اور زمین اس کے گرد گردش کر رہی ہے۔ اس اعلان سے پہلے تک دنیا بطلیموس کے نظریے (150ء) کے مطابق یہ سمجھتی رہی کہ زمین کائنات کا مرکز ہے اور سورج اور دیگر ستارے اس کے گرد حرکت کر رہے ہیں۔ یوں اس نظریے پر دنیاء علم میں ہلچل مچ گئی۔

سترہویں صدی میں جرمنی کے ایک فلک شناس جے کیپلر (J. kapler) نے اپنی کتاب "خلاصہ کاپرنیکی" میں اس نظریے کی تائید کی تاہم اس کے خیال کے مطابق سورج اپنے مرکز یا محور کے اردگرد ضرور گھوم رہا تھا۔ جب کاپرنیکس کے اس نظریے کو دنیا نے مستند اور حقیقت مان لیا تو دنیائے اسلام میں بے چینی اور اضطراب کی ایک لہر دوڑ گئی اور مسلم علماء و مفسرین کی جان پر بن گئی کیونکہ قرآن حکیم سورج کو متحرک قرار دیتا تھا،

1۔والشمس تجری لمستقر لھا ط ذالک تقدیر العزیز العلیم (یٰسین۔39)

"اور سورج اپنے مقررہ راستے پر چلتا ہے، یہ زبردست علیم ذات کا مقرر کیا ہوا نظام ہے"۔

2۔وسخر الشمش والقمر کل یجری لاجل مسمی (رعد۔2)

"اور سورج اور چاند کو مسخر کیا اور (ان میں سے) ہر ایک ،ایک مخصوص حد (مدار) تک حرکت کرتا ہے"۔

چونکہ مسلمان علوم فلکیات میں پسماندہ تھے اس لیے ثابت نہ کر سکے لیکن قرآن کی حفاظت کرنے والے پروردگار نے یورپ میں ہی ایسے لوگ پیدا فرمائے جنہوں نے انتھک محنت کے بعد معلوم کیا کہ سورج تو اپنے مدار میں محوِ حرکت ہے۔

☆سب سے پہلے یہ نتیجہ انیسویں صدی کے شروع میں ولیم ہرشل (William Herschal) نے اخذ کیا،

" The sun is travelling through the space".

"سورج خلا میں حرکت کر رہا ہے"۔

بعد کی تحقیق نے ثابت کیا کہ سورج کسی ایسی سمت کی طرف حرکت میں مصروف رہتا ہے جو کہ نامعلوم ہے۔

☆کیلی فورنیا کے ایک ماہر فلکیات جی۔ ایٹکن (G. Aitken) کے نزدیک ہمارا تمام نظام شمسی (سورج اور سیارے) اپنی کہکشاں سمیت 44 ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے کسی انجانی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔

☆برٹانیکا انسائیکلو پیڈیا کے مطابق ہمارا سورج اپنے پورے نظامِ شمسی کو لیے 12 میل فی سیکنڈ کی رفتار سے حرکت کر رہا ہے۔

☆ایک اور فلک بین کے نزدیک سورج دو طرح کی حرکات میں مصروف ہے، ایک اپنے محور کے گرد اور دوسری اپنی کہکشاؤں کے ساتھ مل کر تمام کہکشاؤں کے گرد۔ سورج اس مرکز کے گرد 22 کروڑ 50 لاکھ سال میں ایک چکر پورا کرتا ہے۔

اس طرح قرآن کی حقانیتِ ثابت ہو کر رہی اور کیونکر نہ ہوتی،

تنزیل الکتب لا ریب فیه من رب العلمین (سجدہ-2)

"اس کتاب (قرآن) کو بیشک پروردگارِ عالم نے ہی اتارا ہے"۔

قرآن کے اس معجزے کے بعد اس کے وحی منجانب اللہ ہونے پر کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں رہ سکتی۔



زمین کا سکڑنا

سر جیمز جینز (Sir James Jeans) اپنی شہرہ آفاق تصنیف "Astronomy and Cosmogony" میں لکھتے ہیں کہ کروڑوں سال قبل زندگی سے پہلے زمین، سورج سے الگ ہونے والا ایک گرم ترین گولا (کرہ) تھی۔ بعد ازاں بارشوں کی وجہ سے اس پر سمندر رو پذیر ہوا جس سے یہ ٹھنڈی ہوئی۔ چونکہ سائنسی اصولوں کے تحت ٹھوس اجسام گرم ہونے پر پھیلتے ہیں اور ٹھنڈے ہونے پر سکڑتے ہیں اسی لیے زمین جب بہت گرم تھی تو اس کا حجم بہت زیادہ تھا اور بعد میں ٹھنڈی ہونے پر سکڑتی چلی گئی۔ ماہرینِ ارضیات (Geologists) کی تحقیق کے مطابق برابر سکڑتی جارہی ہے۔

نبی خاتم ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب میں اللہ تعالیٰ اس عمل کی صراحت ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے،

اولم یرو انا ناتی الارض ننقصہا من اطرافہا والله یحکم لا معقب لحکمه (رعد۔41)

"کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ہم زمین کو ہر طرف سے سکیڑتے ہوئے لاتے ہیں اور یہ اللہ کا حکم ہے اور اس کا حکم کوئی شے ٹال نہیں سکتی"۔

اب ہمارا یہ سوال بے معنی سا ہو کر رہ جاتا ہے کہ ان باتوں کا ذکر، جو آج کے دور کے ماہرین کے علم میں آئیں، قرآنِ مقدس میں کیونکر آیا کیونکہ جس عظیم ترین ذات نے یہ کتاب اتاری تھی اس کا وعدہ ہے،

سنرهیم ا یتنا فی الافاق و فی انفسهم حتی یتبین لهم انه الحق
(حم سجدہ۔53)

ہم آفاق وانفس (کائنات اور نفوس) سے ایسی شہادتیں مہیا کریں گے کہ ان پر یہ
حقیقت کھل جائے گی کے قرآن حق کی طرف سے ہے (یعنی اللہ کی طرف سے ہے)۔"



حرکتِ زمین

پیچھے ایک مضمون میں بیان ہوا ہے کہ کاپرنیکس (Copernicus) کے نظریے سے قبل تمام دنیا بطلیموس کے دوسری صدی عیسوی کے اس نظریے پر قائم تھی کہ زمین ساکت ہے اور سورج اور دیگر ستارے اس کے گرد محوِ حرکت ہیں۔ یوں سائنسی علماء کے نزدیک حرکتِ زمین کا انکشاف سب سے پہلے سولہویں صدی کے وسط میں نکولس کاپرنیکس نے کیا تھا لیکن یہ بات قطعی درست نہیں کیونکہ حضرت محمد ﷺ نازل کردہ کتاب میں اللہ تعالیٰ نے چودہ سو سال پہلے یہ حقیقت منکشف فرمادی تھی،

خلق السموت والارض بالحق یکورالیل علی النهار و یکور النهار علی الیل وسخر الشمس و القمرقل یجری لاجل مسمی (زمر۔5)

"اللہ نے زمین اور آسمانوں کو حق سے پیدا کیا، رات کو دن اور دن کو رات میں بدلا اور سورج اور چاند کو مسخر کیا۔ یہ تمام (زمین، آسمانی کرے اور سورج و چاند) معین حد تک (یعنی مخصوص مداروں میں) محوِ حرکت ہیں"۔

حرکتِ ارض کا یہ واضح اعلان جب اللہ کی کتاب نے بیان فرمادیا گیا تھا تو اگر فلک شناس و زمین شناس اسی کو حقیقت مان لیتے تو صدیوں کی تحقیق کے تکلف سے صاف بچ سکتے تھے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہوا،

والقی فی الارض رواسی ان تمید بکم (نحل۔15)

"ہم نے زمین پر پہاڑ ڈال دیئے تاکہ تمہیں لے کر نہ بھاگے"۔

سائنسی علوم کے تحت یہ پہاڑ زمین کو متوازن رکھے ہوئے ہیں وگرنہ یا تو یہ ہچکولے کھا رہی ہوتی یا وزن کم ہونے کی وجہ سے اسے کوئی ستارہ یا سیارہ اپنی طرف کھینچ لیتا اور یہ اپنے مدار سے ہٹ پڑتی۔ اور بھاگنے کا اندیشہ تبھی ہوتا ہے جب کوئی چیز متحرک ہو۔

اب آپ خود بتائیں کہ جب تمام دنیا زمین کا ساکت مان رہی تھی تو نبی اُمّی ﷺ کس کے بل بوتے پر اتنی بڑی حقیقت سے پردہ اٹھا رہے تھے جو ہماری نظروں میں آپ ﷺ کے سینکڑوں سال بعد آئی؟

تبھی اہلِ دانش چیخ اٹھتے ہیں، یا اللہ! ان دیکھے یہ حقائق جو تو نے نبی ﷺ کی زبان سے سنوائے، اس بات کے شواہد ہیں کہ یہ قرآن وہ آسمانی کتاب ہے جس نے صدیوں پہلے ہزاروں برس بعد رونما ہونے والے حقائق کی نقاب کشائی کی اور جوں جوں زمانہ گزر رہا ہے، قرآنی انکشافات، آفتابِ نصف النہار کی طرح دنیاءِ تحقیق پر جگمگا کر اپنی صداقت و حقانیت کا لوہا منوا رہے ہیں۔

☆☆☆

تصادم کیوں نہیں ہوتا

ایک اندازے کے مطابق ہماری کائنات میں ہمارے سورج کے علاوہ پندرہ کروڑ اور سورج اور کھربوں دیگر ستارے محوِ گردش ہیں۔ ربِ ذوالجلال نے جن سات آسمانوں کا ذکر فرمایا ہے، اُن کو الگ الگ گننا تو در کنار، ایسا سوچنا بھی محال لگتا ہے۔ چونکہ انسانی حدِ نظر اور دانست کے مطابق سیاروں اور ستاروں کے مجموعے کو ہی آسمان کہتے ہیں اس لیے اللہ نے مختصراً تمام کائناتی کروں اور ان کی شاہراہوں یعنی مداروں وغیرہ کو آسمان ہی کے نام سے پکارا ہے۔

فضائے نیلگوں اور آسمانوں میں ان اربوں بلکہ کھربوں کروں کی حرکت ہمہ وقت جاری رہتی ہے تو سوال اٹھتا ہے کہ ان کا آپس میں تصادم کیوں نہیں ہوتا اور یہ کائنات تباہ کیوں نہیں ہوتی؟

اس کے جواب میں سائنسی علماء وجوہات کے ساتھ زیادہ تر حیرت ہی دکھاتے ہیں اور اسے قدرت کے ان دیکھے ہاتھوں کا کرشمہ قرار دیتے ہیں تاہم ان سب کا تخلیق کرنے والا مالک خود ہی اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتا ہے،

1۔ **ان اللہ یمسک السموت والارض ان تزولاولئن زالتا ان امسکھما من احد من بعدہ (فاطر۔41)**

"بے شک اللہ ہی (تمام کروں کے مجموعوں) آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے اور اگر یہ اپنے مداروں سے ہٹ جائیں تو اللہ کے سوا وہ کون ہے جو انہیں روک سکے"۔

2۔ **ویمسک السماء ان تقع علی الارض الا باذنہ (حج۔65)**

''اور اللہ نے ہی تمام آسمانوں کو تھام رکھا کہ وہ زمین پر نہ گریں''۔

آسمانی کروں کو تھامے رکھنے کا اعلان اللہ کے سوا اور کون کر سکتا ہے؟

اس اعلان کا قرآن پاک میں پایا جانا ہی اس امر کی دلالت کرتا ہے کہ یہ خالق کائنات کا ہی نازل کردہ ہے۔

ایک واقعہ

ایک دفعہ حضرت موسیٰؑ نے اللہ سے پوچھا، یارب! تو سوتا کس وقت ہے؟ اللہ نے حکم فرمایا، موسیٰ اپنے ہاتھوں میں کانچ کی دو بوتلیں تھامے رکھو۔ اس کے بعد اللہ نے ٹھنڈی اور مدہوش کر دینے والی ہوا چلائی جس سے آپؑ پر نیند طاری ہونا شروع ہو گئی اور ہاتھ ڈھیلے پڑنے پر بوتلیں گر کر چکنا چور ہو گئیں۔

اللہ نے موسیٰؑ کو اس طرح سمجھایا کہ اگر وہ ایک لمحہ کے لیے بھی سو جائے تو یہ کھربوں آسمانی دنیائیں ٹکرا کر پاش پاش ہو جائیں۔۔۔۔۔۔۔ سبحان اللہ۔۔۔۔۔۔

اللہ لا الہ الا ھو ۔۔۔۔۔۔ و ھو العلی العظیم۔ (بقرہ۔255)

''اللہ ہی معبود ہے اور اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ زندہ ہے اور سب کائنات کا قائم رکھنے والا ہے۔ نہ اس کو نیند آتی ہے اور نہ ہی اونگھ۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے، اسی کا ہے اور کون ہے جو اس کے آگے اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے۔ وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کی معلومات میں سے کسی چیز کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے۔ اس کی حکومت تمام آسمانوں اور زمین پر چھائی

ہوا ہے اور ان تمام کی نگہبانی اسے تھکا نہیں سکتی ۔وہ برتر اور بزرگ عظیم ہے"۔



فضا میں سانس کا گھٹنا

عام مشاہدہ ہے کہ جوں جوں ہم سطح زمین سے بلند ہو کر فضا میں اوپر کی طرف اٹھتے چلے جاتے ہیں، آکسیجن کی مقدار بتدریج کم ہوتی جاتی ہے جس کی وجہ سے سانس لینے میں دقت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فضا میں زیادہ اوپر جانے کے لیے آکسیجن کے سلنڈر ساتھ لے جانے پڑتے ہیں۔

فضا میں آسمان کی طرف اٹھنے پر سانس گھٹتا ہے، سائنس نے یہ اصول گذشتہ تین سو سال میں پایا لیکن اگر سائنسدان درج ذیل آیہ کریمہ کا بغور مطالعہ کر لیتے تو وہ صدیوں کی [illegible] سکتے تھے۔

فمن یرد الله ان یهد یه یشرح صدره للاسلام و من یرد ان یضله یجعل صدره ضیقا حرجا کانما یصعد فی السماء (انعام-126)

"اور جسے اللہ راہ دکھانا چاہتا ہے، اُس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جس کو گمراہ کرنا چاہتا ہے اس کا سینہ ایسے رُکا ہوا اور تنگ کر دیتا ہے جیسے وہ زبردستی آسمان کی طرف چڑھ رہا ہو"۔

یعنی جس طرح آسمان کی طرف اوپر چڑھتے ہوئے سینہ تنگ ہوتا ہے اور سانس

لینے میں مشکل محسوس ہوتی ہے بالکل اسی طرح جس شخص کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرنے کا ارادہ فرماتا ہے، اس کے سینے کو بھی تنگ کر دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ ایمان اور توفیق کی سانسوں سے آبیاری نہیں پا سکتا۔

۔ سبحان اللہ۔ کہ اس ذات بزرگ و برتر نے یہ سائنسی حقیقت جہالت اور تاریکی کے دور میں اپنے حبیب مکرم ﷺ پر منکشف فرمائی جسے جدید سائنسی علوم نے صدیوں بعد اپنی دریافت قرار دیا۔

آپ خود فیصلہ کریں کہ حقیقت کیا ہے؟



پیدائشِ انسانی کے مراحل

حیاتیاتی علوم نے انیسویں اور بیسویں صدی میں جانا کہ مرد اور عورت کے ملاپ سے بننے والا نطفہِ امشاج، ماں کے رحم میں مختلف مراحل سے گزرنے کے بعد ایک گوشت کے لوتھڑے کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ پھر یہ لوتھڑا ہڈیوں میں تبدیل ہو جاتا ہے اور اُن پر گوشت چڑھ جاتا ہے جس کے بعد اچانک ہی اس چھوٹے سے بے جان جسم میں جان پڑ جاتی ہے جس کے بعد ایک معینہ مدت کے اختتام پر ماں اولاد کو جنم دیتی ہے۔ اس طرح انسانی اولاد مختلف منازل و مراحل کے بعد تخلیق پاتی ہے۔

قرآن میں خالقِ حقیقی نے ان تخلیقی مراحل کا نقشہ کچھ ان الفاظ میں کھینچا ہے،

یا یھا النا س ان کنتم فی ریب من البعث فانا خلقنکم من تراب ثم من نطفة ثم من علقة ثم من مضغة مخلقةو غیر مخلقة لنبین لکم و نقر فی الا رحام مانشاءُ اجل مسمی ثم نخرجکم طفلا (حج۔5)

"اے لوگو تمہیں قیامت کے آنے میں کچھ شک محسوس ہو تو غور کرو کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا مٹی سے (جسمِ آدمؑ)، پھر پانی کی بوند (قطرہ منی) سے، پھر خون کی پھٹک (نطفہِ امشاج) سے اور پھر گوشت کی بوٹی سے تمہاری شکل بنائی تاکہ تمہارے لیے نشانیاں ظاہر کریں۔ اور پھر ہم تمہیں مقررہ معیاد تک، جب تک چاہتے ہیں، ماں کے پیٹ میں ٹھہرائے رکھتے ہیں اور پھر پیدا کرتے ہیں۔"

ایک اور مقام پر فرمایا،

ولقد خلقنا الانسان من سللةمن طين ☆ثم جعلنه نطفة فی قرار مکین ☆ ثم خلقنا النطفة علقة فخلقنا العلقة مضغة فخلقنا المضغة عظما فکسونا العظم لحما ثم انشانه خلقا اخر (مومنون۔12تا14)

"بے شک ہم نے انسان کو چنی ہوئی مٹی سے بنایا، اسے پانی کی بوند سے پیدا کیا، اس پانی کی بوند کو ہم نے پھٹک بنایا پھر اس پھٹک کو گوشت کی بوٹی۔ گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں بنایا اور پھر ان پر گوشت پہنا کر اسی شکل میں اسے پیدا فرمایا"۔

۔ انتہائی غور طلب امر یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے ایک ایسے وقت میں جب کسی قسم کے آلات، اینڈوسکوپی (Endoscopy) یا دیگر جدید سہولیات موجود نہ تھیں، کس کے کہنے پر انسانی پیدائش کے اس پورے عمل کی وضاحت فرمائی؟

بالآخر یہ حقیقت ماننا ہی پڑتی ہے کہ مذکورہ آیات اور قرآن، حضرت جبرئیل نے نبی ﷺ تک اسی ذات کے حکم پر پہنچائے تھے جو اپنی تخلیقات سے بخوبی واقف تھی۔

☆☆☆

تین پردے

فرمانِ باری تعالیٰ ہے،

یخلقکم فی بطون امھتکم خلقا من بعد خلق فی ظلمت ثلث (زمر۔6)

"تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں ایک طرح کے بعد ایک اور طرح تین پردوں (تہوں) کے بعد تخلیق کیا۔"

تین تہوں یا پردوں کا یہ قرآنی انکشاف گزشتہ عشرے تک ایک راز رہا اور مفسرین عظام اس آیت کی تفسیر و تشریح سے قطعی عاری نظر آئے۔ بالآخر جدید ترین ماہرین حیاتیات نے یہ کھوج لگائے،

ماں کے پیٹ میں بننے والے نُطفہِ امشاج کا بیضہ آہستہ آہستہ ٹیوب (Oviduct) سے ہوتا ہوا آٹھ یا دس دن تک رحم (Uterus) میں پہنچتا ہے اور اپنے آپ کو تقسیم در تقسیم کرنا شروع کر دیتا ہے تاکہ ہر تقسیم شدہ حصہ نئے جنین (Embryo) کی تیاری کے لیے تیار ہو سکے۔ پھر یہ بیضہ رحم کی دیواروں سے چمٹ جاتا ہے اور مختلف قسم کے خلیات (Cells) اس کے ارد گرد غلاف چڑھانا شروع کر دیتے ہیں۔ یوں پہلی تہہ یا پردہ "کورین" (Chorion) وجود میں آتا ہے جس کا کام رحم کی دیواروں سے خوراک جذب کرنا ہوتا ہے۔ اس کے بعد اس پر ایک اور تہہ "پلیسینٹا" (Placenta) بنتی ہے جس کا کام جنین کی حفاظت کرنا ہوتا ہے۔ اس مرحلے کے بعد خلیے باہم مل کر تیسرا پردہ "ایمنیون" (Amnion) بناتے ہیں جو پانی والے پردے کا مکمل احاطہ کرتا ہے اور پہلے

کے پردوں کے ساتھ مل کر باہر سے محسوس ہونے والے جھٹکوں سے تحفظ فراہم ک
اس طرح ماں کے پیٹ میں ابتدائی تخلیق ان تین پردوں کے بعد عمل میں آ
(فلسفہ، سائنس اور قرآن از شیخ ندیم الجسر، ترجمہ خدا بخش کلیار ایڈووکیٹ)

غور کریں کہ اللہ نے اپنے معجزانہ کلام، قرآن حکیم کی آیتِ مذکورہ کو کیسے انسانی ع
کے ذریعے سے عیاں فرمایا اور کیسے اس آیتِ جلیلہ کو تفسیر و تشریح عطا فرمائی؟



عام مشاہدات

ہمارا روز مرہ کا مشاہدہ ہے کہ کسی شادی شدہ جوڑے کے ہاں تو کافی زیادہ اولاد ہوتی ہے اور کسی کے گھر بالکل نہیں۔ کسی کے ہاں تو صرف بیٹے ہوتے ہیں اور کسی کے گھر صرف بیٹیاں۔ الغرض ہر جوڑے کی اولاد کچھ الگ ہی تناسب سے ہوتی ہے لیکن مشکل اُس وقت سامنے آتی ہے جب ڈاکٹروں کی رپورٹ کے مطابق ایک جوڑا نارمل ہوتے ہوئے بھی اولاد کی نعمت سے محروم رہ جاتا ہے یا بعض اوقات ڈاکٹرز قرار دیتے ہیں کہ فلاں جوڑا صرف بیٹے پیدا کرنے کے قابل ہے تو ان کے ہاں بیٹی بھی پیدا ہو جاتی ہے یا یہ کہ فلاں جوڑا صرف بیٹیاں جنم دے سکتا ہے تو اس کے ہاں بیٹا بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ میں ایسے کئی لوگوں کو جانتا ہوں۔ تو ایسے حالات میں ڈاکٹرز اس کو قدرت کے ان دیکھے ہاتھوں کا کرشمہ قرار دیتے ہیں۔ ایسا کیونکر ہوتا ہے، کلامِ حق سے پوچھتے ہیں:

یخلق مایشا یھب لمن یشا ٔ اناثاو یھب لمن یشا ء الذکور☆او یزوجھم ذکر انا و اناثا و یجعل من یشا ٔ عقیما انه علیم قدیر (شوریٰ۔49,50)

"وہ (اللہ) جو چاہے پیدا کرتا ہے۔ جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے یا دونوں بیٹے و بیٹیاں اور جسے چاہے بانجھ کردے۔ بے شک وہ علم و قدرت رکھنے والا ہے"۔

اوّل تو مالک جس حال میں رکھے، صابر و شاکر رہنا پڑتا ہے۔ دوم یہ کہ وہ علیم ترین ذات ہے جس کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی بہتری یا مصلحت پوشیدہ ہوتی ہے جس تک انسانی عقل اوراک نہیں کر سکتی۔

وعسی ان تکرھو شیا و ھو خیر لکم و عسی ان تحبو شیا و ھو شر لکم و اللہ یعلم و انتم لا تعلمون (بقرہ۔216)

"اور قریب ہے کہ تمہیں کوئی بات بُری لگے جبکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں اچھی لگے اور وہ تمہارے حق میں بُری ہو۔ اور اللہ بہتر جانتا ہے، تم نہیں جانتے"۔

ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا پر پیدا ہونے والا ہر شخص اپنی الگ شکل وصورت لے کر آتا ہے اور ہر انسان کی شکل ہر دوسرے انسان کی صورت سے مختلف ہوتی ہے۔ اگرچہ کچھ جڑواں لوگ بھی دیکھنے کو ملتے ہیں تاہم ان کی صورتیں بھی آپس میں بالکل ایک جیسی نہیں ہوتیں، کوئی نہ کوئی فرق ضرور موجود ہوتا ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ تمام انسانوں، خاص کر ایک ہی والدین کے تمام بچوں کی شکلیں بالکل ایک جیسی نہیں ہوتیں؟

وہ کون ہے جو ازل سے اب تک تمام انسانوں کی الگ الگ صورتیں تخلیق فرمارہا ہے؟

هو الذی یصور کم فی الارحام کیف یشاء۔(آل عمران۔6)

"وہ صرف اللہ ہی ہے جو ماؤں کے پیٹوں میں اپنی مرضی کے مطابق تمہاری صورتیں بناتا ہے"۔



اُنگلیوں کی پوریں

اُنگلیوں کی پوروں کی ساخت وبناوٹ کتنی پیچیدہ ہوتی ہے؟، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ دنیا کہ ہر شخص کے فنگر پرنٹس (Finger Prints) منفرد ہوتے ہیں اور کسی بھی دوسرے انسان کے پرنٹ سے نہیں مل سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر میں دستخطوں کے ساتھ انگوٹھے کو انتہائی معتبر اور مستند سمجھا جاتا ہے۔

انگلیوں کی تخلیق کے لیے پہلے 58 ہڈیاں بنائی گئیں، ایک ترتیب سے رکھ کر اُن پر عروقِ شعریہ (خون کی نالیاں) کے جال بچھائے گے اور اُن کے اُوپر ریشے دار جلد کی بے شمار تہیں چڑھائی گئیں۔ خود بتائیں کہ اُنگلیوں کی پوریں بنانا مشکل ہے یا ایسی ساختیں تخلیق کرنے کے بعد اُن میں روح پھونکنا۔ اسی پر ارشاد ہوا،

ا یحسب الانسان الن نجمع عظامه☆بلی قادرین علی ان نسوی بنانه

(قیامہ۔3,4)

''کیا انسان کا خیال ہے کہ ہم اُس کی ہڈیوں کو دوبارہ زندہ نہیں کرپائیں گے جبکہ ہم تو اُس کی اُنگلیوں کی پوریں بنانے پر (جو مشکل تر کام ہے) بھی قادر ہیں''۔



نباتات میں جوڑے

انیسویں صدی کے وسط تک کسی ماہر حیاتیات و نباتات کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ نباتات میں بھی جوڑے پائے جاتے ہیں اور نر و مادہ پودے نباتات کی افزائشِ نسل میں بالکل اسی طرح حصہ لیتے ہیں جس طرح دیگر جانور۔

علماء نباتات کی 1875ء میں اس دریافت کو کہ پودوں اور درختوں میں بھی جوڑے (نر اور مادہ) پائے جاتے ہیں، جدید ترین انکشاف قرار دیا گیا لیکن یہ بات قطعی طور پر درست نہ تھی کیونکہ صدیوں قدیم قرآن نے متعدد مقامات پر پودوں کے جوڑوں کی وضاحت فرمائی ہے۔

1۔ **اولم یروا الی الارض کم انبتنا فیھا من کل زوج کریم** (شعراء۔7)

"کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ہم نے زمین پر کتنے خوبصورت درختوں کے جوڑے اگائے۔"

2۔ **وتری الارض ھامدة فاذا انزلنا علیھا الماء اھتزت و ربت و انبتت من کل زوج بھیج** (حج۔5)

"تم دیکھتے نہیں کہ زمین مرجھا جاتی ہے اور جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں (بارش برساتے ہیں) تو وہ ترو تازہ ہو جاتی ہے اور طرح طرح کے رونقدار جوڑے (نر اور مادہ درخت) اگاتی ہے۔"

تصور کریں کہ جب ان علماء کے علم میں صدیوں قدیم تنزیل، قرآن پاک کی درج بالا

آیات آئی ہوں گی تو انھوں نے قرآن، اللہ اور محمد ﷺ کے بارے میں کیا سوچا ہو گا؟

بیسویں صدی کے درمیان میں غلام جیلانی برقؔ لکھتے ہیں،

''کچھ عرصہ کا ذکر ہے کہ میں نے اپنے ایک ہندو پروفیسر دوست سے جس کی ساری زندگی نباتات کی چھان بین میں بسر ہوئی، ذکر کیا کہ پودوں میں نر و مادہ کا نظریہ قرآن پاک میں موجود ہے۔ وہ کہنے لگا کہ یہ کبھی نہیں ہو سکتا، قرآن ایک قدیم کتاب ہے اور یہ نظریہ بالکل جدید۔ جب میں نے پکتھال کے انگریزی کے ترجمے سے اُسے آیت بالا کا ترجمہ نکال کر دکھایا تو وہ کہنے لگا کہ اب میں قرآن کی صداقت کا عام اعلان کروں گا اور رسول عربی ﷺ کی ثناء و تمجید سے اب مجھے کوئی خیال نہیں روک سکے گا۔ (دو قرآن صفحہ 73,74)



حاملہ کرنے والی ہوائیں

صدیوں کی تحقیق کے بعد علماءِ نباتات اس نتیجے پر پہنچے کہ پودوں میں بھی جوڑے (نر و مادہ) پائے جاتے ہیں جس کا ذکر پیچھے "نباتات میں جوڑے" میں گزر چکا ہے۔ اس دریافت کے بعد سوال یہ اٹھا کہ ان جوڑوں کا آپس میں جنسی ملاپ کس طرح عمل میں آتا ہے؟

طویل تجربات کے بعد یہ بات سامنے آئی کہ نر پودے کہ مخصوص حصوں پر زردانے (Pollen grains) پیدا ہوتے ہیں جو مختلف واسطوں کے ذریعے مادہ پودے کے خاص حصوں تک پہنچ کر جنسی ملاپ میں حصہ لیتے ہیں جس کے نتیجے میں پھل اور بیج پیدا ہوتے ہیں۔ اگر یہ زردانے مادہ پودے تک رسائی حاصل نہ کر سکیں تو پھلوں اور بیجوں کا حصول ناممکن ہو جائے۔

ماہرینِ نباتات کے نزدیک ان زردانوں کی منتقلی کا سب سے بڑا ذریعہ ہوائیں ہیں جو ان کو اُڑا کر منتقل کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ شہد کی مکھیوں اور بھنوروں وغیرہ کے بیٹھنے پر بھی یہ زردانے ان کی ٹانگوں سے چمٹ جاتے ہیں اور مادہ پودے پر بیٹھنے پر اُن سے الگ ہو کر وہیں رہ جاتے ہیں۔ اسی طرح ان زردانوں کی منتقلی کے چند دوسرے عوامل بھی ہیں تاہم سب سے بڑا ذریعہ ہوائیں ہی ہیں۔ اسی لیے تو قرآنِ حکیم میں ارشاد ہوا،

وارسلنا الریح لواقح (حجر۔22)

"اور ہم نے حاملہ کرنے والی (بار آور کرنے والی) ہوائیں بھیجیں"۔

رِیح۔ ہوا

رِیح۔ ہوائیں

لَقَحَ۔ حمل کرنا　　　　**رِیحَ لَوَاقِحَ**۔ حاملہ کرنے والی ہوائیں

قرآن میں اس حقیقت کا انکشاف جو ہمارے علم میں انیسویں صدی میں آیا، اس امر کا واضح ترین اعلان ہے کہ

تنزیل من الرحمن الرحیم ☆کتب فصلت ایتہ قرانا عربیا لقوم یعلمون (حٰم سجدہ۔3,2)

"یہ بڑے مہربان اور رحم کرنے والے رب کی اتاری ہوئی کتاب ہے جس کی آیتیں عربی میں تفصیل سے بیان فرمائی گئی ہیں اور یہ عقل والوں کے لیے ایک خوشخبری ہے۔"



شہد کے رنگ

عام خیال کے مطابق شہد ایک ہی رنگ کا ہوتا ہے۔ایک زمانے تک پوری حیاتیاتی دنیا یہی سمجھتی رہی لیکن بیسویں صدی کے وسط میں ایک ماہر حیاتیات کیٹ لوول (Kate Lovell) نے ایک عرصے کے مطالعہ و تحقیق کے بعد انکشاف کیا کہ شہد کے ان گنت رنگ ہوتے ہیں۔اس کی فہم کے مطابق یہ ایک جدید دریافت تھی لیکن جب اس کے علم میں درج ذیل آیت آئی تو اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی رہ گئیں،

واوحی ربك الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتا و من الشجر و مما یعرشون☆ثم کلی من کل الثمرت فاسلکی سبل ربك ذللا یخرج من بطو نها شراب مختلف الوانه فیه شفاءٌ للناس ان فی ذلك لا یة لقوم یتفکرون (نحل۔68,69)

''اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کو الہام کیا کہ پہاڑوں، درختوں اور چھتوں میں گھر بنا اور پھر ہر قسم کے پھل کھا اور اپنے رب کی آسان راہوں پر چل۔اور اس کے پیٹ سے پینے کی ایک چیز (شہد) نکلتی ہے جس کے کئی رنگ ہوتے ہیں۔

چنانچہ اپنی کتاب "Nature's Wonder Works" میں لکھتا ہے،

" Muhammad was a great king, a mighty conquerer, very clever and learnd man. From the Quran, we learn

that He was a lover of nature and that he knew some thing of bees and the value of honey. He speaks of bees building nests for themselves and producing honey of various colours. These things were not obtained without a certain amount of inquiry and observation."

"محمد (ﷺ) ایک زبردست حکمران، ایک عظیم فاتح، انتہائی باشعور اور باعلم آدمی تھے۔ قرآن سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ فطرت کے شیدائی تھے اور شہد اور شہد کی مکھیوں کی قدر و قیمت سے خوبی واقف تھے۔ آپ شہد کی مکھیوں کے چھتے بنانے اور مختلف رنگوں کے شہد پیدا کرنے کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ علم تحقیق اور مشاہدے کے بغیر حاصل نہ ہو سکتا تھا"۔

اس مفکر کی سوچ اپنی جگہ پر یہ حقیقت کچھ زیادہ سوچنے سے تعلق نہیں رکھتی کہ جن عوامل کا علم ہمارے پاس آج آیا، محمد ﷺ کو یہ علم کس ذات نے عطا فرمایا تھا کیونکہ ایسی ذات اللہ کے سوا کوئی اور ہو ہی نہیں سکتی۔

تو پتہ چلا کہ اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کو جو علم عطا فرمایا اس کا سب سے بڑا ذریعہ قرآن پاک ہی ہے۔

انا انزلنا الیک الکتب بالحق لتحکم بین الناس بما اراك الله (نساء۔105)

"بے شک ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ اتاری تا کہ تم اس کے علم کے ساتھ، جو تمہیں اللہ نے عطا فرمایا، لوگوں کے درمیان فیصلے کر سکو"

نظریہ بقاءِ اصلح

یورپ میں بقاء اصلح (Survival of The Fittest) کا نظریہ سب سے پہلے رابرٹ ڈاروِن (1809 تا 1882) نے پیش کیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ دنیا میں وہی اشیاء باقی رہتی ہیں جن میں زندہ رہنے کی صلاحیت موجود ہو۔ صلاحیت سے مراد وہ صفات ہیں جن سے قوت، تنظیم، استحکام اور تمتع حاصل ہو مثلاً ایثار و قربانی، علم و عزم، عزت و کردار، اخلاقیات و ہنر، جذبۂ خدمت اور سعی و سفر وغیرہ اور یہ کہ جو اشیاء یا اجناس دنیا اور دنیا والوں کے لیے مفید نہ رہیں، قدرت اُن کو مٹا دیتی ہے (جیسے زمانۂ قدیم کے چالیس چالیس فٹ اونچے جانور، ڈائنوسارس اور ٹرانوڈان وغیرہ جن کو قدرت کے ہاتھوں نے صفحۂ ہستی سے ہی مٹا دیا تھا جبکہ کتا، گدھا، گھوڑا اور اونٹ وغیرہ سب باقی رہے کیونکہ یہ مفید ہیں)۔

اس نظریے کی سب سے زیادہ تشریح ہربرٹ سپینسر نے کی، لکھتا ہے،

"ڈاروِن کا نظریہ یہ تھا کہ کائنات کو بعض ایسی چیزیں وراثتاً ملی تھیں جو رفتہ رفتہ بے کار ہو کر مٹ گئیں اور مفید اشیاء باقی رہ گئیں۔ (سو عظیم آدمی)

اس بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض (رعد۔17)

"اور زمین پر وہی اشیاء باقی بچتی ہیں جو لوگوں کے لیے مفید ہوں"۔

اب یہ بات یقینی لگتی ہے کہ اگر ڈاروِن اور سپینسر قرآن کی درجہ بالا آیت کا مطالعہ

کر لیتے تو یا تو وہ اس قدر طویل تحقیق و تجربات سے بچ جاتے یا اس آیت کا ذکر ضرور کرتے۔
بہر حال یہ طے ہے کہ یہ نظریہ ڈارون سے سوا ہزار سال قبل بیان کرنے والی کتاب صرف
قرآن حکیم ہی ہے۔



آغازِ دنیا و حیات

جہاں تک تعلق ہے ان سوالوں کا کہ زمین کیسے وجود میں آئی، زندگی کا آغاز کیسے اور کہاں سے ہوا؟، تو یہ سوالات علماءِ فطرت و سائنس کے لیے ہزار ہا برس تک چیلنج و معمہ بنے رہے ہیں۔ اگرچہ ان کا کوئی حتمی اور یقینی حل سامنے نہیں آسکا تاہم علماءِ مغرب درج ذیل نتائج پر متفق نظر آتے ہیں۔ یہ نتائج حقیقت سے کتنے قریب ہیں، آپ خود فیصلہ کر لیں۔

اول: سورج و زمین کے وجود سے قبل ایک انتہائی بڑا گولہ (کرہ) فضاء میں تیر رہا تھا اور اس سے پہلے ہر طرف دھواں ہی دھواں تھا۔

بعد میں اس گولے کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور ہر ٹکڑے نے اپنے مخصوص مدار میں حرکت کرنا شروع کر دی ہمارا سورج اور سیارے (بشمول ہماری زمین)، سب اسی سے پیدا ہوئے۔

خالقِ کائنات اپنے اس معجزے کا ذکر کچھ یوں فرماتا ہے،

اولم یر الذین کفروا ان السموت والارض کانتا رتقا ففتقنھما (انبیاء-30)

"کیا کافر یہ خیال نہیں کرتے کہ پہلے آسمان اور زمین باہم جڑے ہوئے تھے اور ہم نے انھیں الگ کیا"۔

دھویں کے بارے میں ارشاد ہوا،

ثم استوی الی السماء وھی دخان (حٰم سجدہ۔11)

"پھر اللہ نے آسمان بنانے کا قصد کیا تو ہر طرف دھواں ہی دھواں تھا"۔

دوم: سر جیمز جینز (Sir James Jeans) اور جیف ہوئیل (Geoff Hoyle) کے مطابق ہماری زمین سورج سے الگ ہونے والا ایک انتہائی گرم گولہ (کرہ) تھی جس کو بارشوں کے ایک طویل سلسلے نے ٹھنڈا کیا اور اسی دوران سمندر بھی بنا۔ اس تخلیقی مرحلے کو خالق حقیقی یوں بیان فرماتا ہے۔

و من ایتہٖ انک تری الارض خاشعتہ فاذا انزلنا علیھا المآء اھتزت و ربت ان الذی احیا ھا لمحی الموتی انہ علی کل شی ءٍ قدیر (حٰم سجدہ۔39)

"اور اس (اللہ) کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ زمین بے جان پڑی تھی پھر جب اس نے اس پر پانی برسایا تو یہ تروتازہ ہو گئی۔ اور بے شک جس نے اس کو زندگی دی وہی مُردوں کو بھی (بروز قیامت) زندہ کرے گا۔ بے شک وہ سب چیزوں پر قدرت رکھتا ہے"۔

سوم: سائنسدانوں کے نزدیک تیسرے مرحلے میں جب بارشوں اور سمندر کا پانی زمین میں جذب ہوا تو یہ زمین کے بطن کے ابلتے ہوئے لاووں تک جا پہنچا جس سے اندر کے پتھر حرارت اور بھاپ کے زور سے باہر آکر پہاڑ بن گئے۔ انہی کی وجہ سے زمین متوازن ہوئی اور اس کے دھچکوں اور ہچکولوں کا مسلہ حل ہوا، جیسے ڈولتی کشتی میں توازن کیلئے کچھ وزن رکھ دیا جاتا ہے۔ پروردگار عالم اس تمام عمل کو کچھ ایسے سمیٹتے ہیں۔

وجعلنا فی الارض رواسی ان تمید بھم (انبیاء۔31)

''ہم نے زمین پر پہاڑ ڈالے تاکہ تمہیں لے کر نہ کانپے (یعنی ہچکولے نہ کھائے)''۔

چہارم: حالات کے یہاں تک سازگار ہونے کے بعد حیاتیاتی ماہرین کے نزدیک ساحلی کیچڑوں میں مختلف اجزاءِ فطرت کے باہم ملنے سے ایک جاندار ذرہ پیدا ہوا جسے یہ ماہرین (Auto Troph) کا نام دیتے ہیں یہ امیبا (Amoeba) کی طرح کا ایک خلیہ (Cell) تھا جس میں تقسیم در تقسیم ہونے کی صلاحیت موجود تھی۔ تقسیم کے اس عمل سے، پہلے بافتیں (Tissues)، پھر اعضاء (Organs)، پھر نظام (Systems) اور اس کے بعد ایک جاندار اور اس سے آگے کئی جاندار پیدا ہوئے۔ یوں زندگی کا آغاز ہوا اور کئی ارتقائی مراحل سے گذرنے کے بعد موجودہ اشکال میں پہنچی۔

درج بالا نظریات کے مطابق:

1۔ زندگی کا آغاز پانی کے اندر کیچڑ سے ہوا۔
2۔ زندگی ایک جاندار سے شروع ہوئی۔

یہ نتائج تخلیق حقیقی سے کتنی مماثلت رکھتے ہیں؟، اللہ کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

1۔ **انا خلقنهم من طين لازب** (صٰفّٰت۔ 11)

''بیشک ہم نے ان (انسانوں) کو کیچڑ (چپکتی مٹی) سے پیدا کیا''۔

اور **والله خلق كل دابة من ماء** (نور۔ 45)

''اور اللہ نے زمین پر ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا''۔

2۔ **خلقكم من نفس واحدة** (زمر۔ 6)

'' اس اللہ نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا''۔

سائنسدانوں کا یہ خیال کہ زندگی کا آغاز ایک جاندار سے ہوا تھا حقیقت لگتا ہے۔ تاہم انسان کے ارتقاء کا حیاتیاتی نظریہ ہمارے لیے قطعی طور پر قابلِ قبول نہیں ہے جس میں انسان کو بن مانس اور بندر وغیرہ بتایا گیا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ تمام نسلِ انسانی کا آغاز حضرت آدمؑ کی تخلیق سے ممکن ہوا تھا۔

پنجم: چونکہ دنیا کے تمام بڑے مذاہب کے مطابق یوم حساب و قیامت لازماً وپذیر ہوگا، سائنسدان اس قیامت کے بارے میں ذکر کرتے ہیں کہ یقیناً ایک وقت ایسا وقت آئے گا جب تاریخ کائنات اپنے آپ کو دوھرائے گی اور تمام اجرام فلکی تباہ و برباد ہو جائیں گے اور ہر طرف ویسا ہی دھواں اٹھے گا جیسے شروع میں تھا اور شاید یہی قیامت ہوگی۔ اسی بارے میں تو اللہ فرماتا ہے،

1۔ **اذا السماء الفطرت ☆ واذا الکواکب انتثرت** (انفطار۔1,2)

"جب آسمان پھٹ پڑے گا اور تارے جھڑ جائیں گے"۔

2۔ **فارتقب یوم تاتی السماء بدخان مُبین** (دخان۔10)

"اس دن کا انتظار کرو جب خلا میں دھواں نمودار ہوگا"

دورِ جہالت میں جب ان نظریات کا علم تو ایک طرف، تصور اور گمان تک موجود نہ تھا، ان کا تذکرہ کوئی عام شخص کیسے کر سکتا تھا۔ ان حقائق کے بعد قرآن کی حقانیت کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے علاوہ کوئی چارہ باقی نہیں رہ جاتا۔

ویری الذین اوتو العلم الذی انزل الیک من ربک ھو الحق (سباء۔ 6)

"اور وہ لوگ جنھیں علم ملا، جانتے ہیں کہ جو کچھ تمہارے رب نے تم (رسول ) پر اتارا، وہ سچ ہے"۔

☆☆☆

بارش کا برسنا

ہوائیں کیسے سمندری آبی بخارات کو لے کر سفر کرتی ہیں، بادل کیسے بنتے ہیں اور بارش کیسے برستی ہے؟ سائنسدانوں کی نظر میں ان سوالوں کے جواب انیسویں صدی میں معلوم ہوئے لیکن قرآن کا علم رکھنے والے مسلمان ان رازوں سے نزول قرآن کے وقت سے لے کر آگاہ تھے۔ کیونکہ قرآن نے جہالت کے اس دور میں ہی ان حقائق پر سے پردہ اٹھا دیا تھا۔

1۔ **واللہ الذی ارسل الریح فتثیر سحابا فسقنہ الی بلد میت (فاطر۔9)**

"اور اللہ وہ ہے جو ہواؤں کو (سمندر کی طرف) بھیجتا ہے جو آبی بخارات کو ہانک کر لاتی ہیں اور پھر ہم ان سے مردہ بستیاں سیراب کرتے ہیں"۔

2۔ **و ھو الذی ارسل الریح بشرا بین یدی رحمتہ و انزلنا من السماء ماء طھور☆لنحی بہ بلدۃ میتاو نسقیہ مما خلقنا انعاما و انا سی کثیرا (فرقان۔48,49)**

"اللہ وہ ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت (بارش) کی خوشخبری بنا کر بھیجتا ہے وہ مردہ بستیوں کو زندہ کرنے اور چوپایوں اور انسانوں کو پانی پلانے کے لیے آسمان سے پاک پانی

اتارتا ہے"۔

3۔ **و الذریت ذروا ☆فا لحملت و قرا ☆ فا لجریت یسرا ☆ فا لمقسمت امرا** (ذاریات۔1 تا4)

"قسم ہے ان ہواؤں کی جو بکھر کر اُڑتی ہیں اور بادلوں کے بوجھ کو اٹھائے ہوئے نرمی سے اور روک ٹوک کے بغیر چلتی ہیں اور اللہ کے حکم سے قطراتِ باراں کو بانٹتی ہیں"۔

بارش کے برسنے کے یہ عوامل جو ہمارے جدید طبعی علوم میں سو ڈیڑھ سو سال قبل آئے، ہمارے نبی مکرم ﷺ اللہ کے پیغام اور تنزیل کے علاوہ کیسے جان سکتے تھے؟

اللہ الذی انزل الکتب بالحق والمیزان (شوریٰ۔17)

"اللہ ہی تو ہے جس نے ایک متعین میزان اور حق کے ساتھ یہ کتاب (قرآن) اتاری"۔

☆☆☆

دو سمندر

فرمان باری تعالیٰ ہے

مرج البحرین یلتقین ☆ بینھما برزخ لا یبغین (رحمان-19,20)

"اللہ نے (تلخ و شیریں) دو سمندر رواں کیے جو ایک دوسرے سے بظاہر ملے ہوئے ہیں پر ان کے درمیان ایک پردہ ہے جو ان کو ایک حد سے آگے نہیں بڑھنے دیتا"۔

حاتم ویالار قمطراز ہیں کہ فرانسیسی سائنسدان "کورسٹیو" (CORSTEAU)، جو سمندری تحقیقات میں عالمی شہرت رکھتے ہیں، نے دریافت کیا کہ بحیرہ روم اور بحر اوقیانوس کیمیاوی اور حیاتیاتی لحاظ سے ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں اور ان کے ملنے کے مقام پر بھی جبل طارق (جبرالٹر) کی ایک باڑھ درمیان میں موجود ہے جو ان کو آپس میں خلط ملط نہیں ہونے دیتی۔

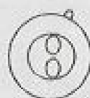
اس تحقیق کے بعد جب کورسٹیو کو مندرجہ بالا آیت مبارکہ کا علم ہوا تو وہ عظمت قرآن کا اعتراف کرتے ہوئے مسلمان ہو گیا۔

☆☆☆

چھوٹے اور بڑے ذرات

کائنات کا وہ چھوٹا سے چھوٹا ذرہ جو اپنی آزادانہ حیثیت برقرار نہ رکھ سکے، ایٹم کہلاتا ہے اور یہی ایٹم وہ بنیادی اکائی ہے جس سے اس کائنات کی ترتیب و ترکیب عمل میں لائی گئی یعنی کائنات کی ہر شے ایٹموں کے باہم ملنے سے وجود میں آئی۔ اگرچہ اس کے کئی ایک ذرات ہوتے ہیں تاہم زیادہ مشہور ذرات تین ہیں۔

1۔ الیکٹران



(ایٹم کا ماڈل)

2۔ پروٹان

3۔ نیوٹران

الیکٹران پروٹان کی نسبت 1836 گنا چھوٹا ہوتا ہے یوں اگر ایٹم کو کائنات کا چھوٹا ترین ذرہ مانا جائے تو الیکٹران ایٹم کا چھوٹا ترین ذرہ قرار پاتا ہے اور یقین مانیئے کہ کائنات کا خالق و مالک ان ایٹموں، الیکٹرانوں اور الیکٹرانوں کے اندر موجود جلوؤں تک سے واقف ہے۔

تبھی تو وہ ارشاد فرماتا ہے،

وما یغرب عن ربك من مثقال ذرہ فی الارض و لا فی السماء ولا اصغر من ذلك ولا اکبر الا فی کتب مبین (یونس۔61)

”تمہارے رب کی نظر سے زمین اور آسمانوں کا کوئی ذرہ، ذرے سے بھی چھوٹا اور بڑا کچھ بھی نہاں نہیں اور سب کچھ اس کی واضح کتاب میں لکھا پڑا ہے“۔

اگر اس آیت کی تفسیر پر غور کیا جائے تو ذرے سے مراد ایٹم، اس سے بھی چھوٹا ذرہ الیکٹران اور الیکٹران سے بڑا پروٹان ہی نظر آتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی نظر اور نگرانی سے الیکٹران بھی پوشیدہ نہیں بلکہ الیکٹران کے اندر موجود جلووں سے بھی صرف وہی واقف ہے اسی لیے تو واصف علی واصف ؒ لکھتے ہیں

"ایک طرف تو اللہ انسان کے تصور سے بھی بڑے ستارے پیدا فرماتا ہے اور کبھی تو اتنی باریکیوں میں تخلیق فرماتا ہے کہ انسانی نظر کی مجال نہیں کہ وہ الیکٹران کے اندر کے جلووں کو دیکھ سکے"

ذات باری تعالیٰ اپنے پیشگی علم کے تحت اس بات سے آگاہ تھی کہ انسان اس کے عطا کردہ علوم کی وجہ سے ان چھوٹے ذرات کا کھوج لگانے میں کامیاب ہوئے گا۔ اس لیے نبی آخر ﷺ پر نازل کردہ کتاب میں بہت پہلے اس بات کا ذکر فرمادیا کہ اس کی آخری کتاب کو بلاچوں وچرا الہامی تسلیم کرلیا جائے۔

لہٰذا ایک عام امی عربی ایسا انکشاف قطعی نہیں کر سکتا تھا جو ہمارے علم میں سوا ہزار سال بعد آیا۔

كذلك نفصل الايت لقوم يتفكرون (يونس۔24)

"اسی طرح ہم اپنی آیتیں کھولتے ہیں (تفصیل بیان کرتے ہیں)، ان لوگوں کے لیے جو غور کرتے ہیں"۔

☆☆☆

کمالِ تناسب

کیمیاء دانوں کے نزدیک مختلف مرکبات، مختلف عناصر کے ایٹموں کی تعداد میں مقررہ ومعینہ تناسب سے وجود پذیر ہوتے ہیں۔ کائنات میں ہزاروں بلکہ لاکھوں مرکبات موجود ہیں جنہیں قدرت الٰہی نے ایک مخصوص اندازے سے تخلیق فرمایا ہے۔ مثلاً پانی (H_2O) میں ہائیڈروجن کے ہر دو ایٹم آکسیجن کے ہر ایک اٹیم سے ملاپ کرتے ہیں اور اگر یہ باہمی ملاپ اسی تناسب سے وجود میں نہ آئے تو پانی کی تخلیق ناممکن ہو جاتی ہے۔ اسی طرح کاربن ڈائی اکسائیڈ گیس (CO_2) میں کاربن کا ہر ایٹم آکسیجن کے دو ایٹموں سے جڑا ہوتا ہے۔ اگر اس تناسب میں کمی بیشی ہو جائے تو یہ گیس حاصل کرنا ممکن نہ ہو۔ اگر یہ نہ ہو تو پودے سانس نہ لے سکیں اور اگر پودے سانس لے کر آکسیجن خارج نہ کریں تو حیوانات کی زندگی ممکن نہ رہے۔ ثابت ہوا کہ یہ سب کچھ محض اتفاق سے نہیں ہو سکتا۔ اس پر قرآن پاک ہی ہماری راہنمائی کرتا ہے کہ اللہ ہی ہے جو اوزان ومقادیر اور تناسب کا عظیم ترین عالم ہے۔

1۔ وان من شی الا عند ناخز ائنه وما ننزله الا بقدر معلوم (حجر۔21)

"ہر شے کے خزانے ہمارے پاس ہیں اور ہم معین اندازے کے بغیر نہیں اُتارتے"۔

2۔ والارض مدد نها و القينا فيها رواسی و انبتنا فيها من كل شی موزون (حجر۔19)

"ہم نے زمین بچھائی، اس پر پہاڑ ڈالے اور ہر چیز ایک مخصوص اندازے سے پیدا کی"۔

رحمتِ خداوندی

رحمت خداوندی پر غور کریں کہ ہماری زمین میں موجود کششِ ثقل نہ تو اتنی زیادہ ہے کہ پاؤں اٹھانا دشوار ہو جائے اور نہ ہی اتنی کم کہ ہم فضا میں اڑتے پھریں۔ ماہرین فلکیات کے نزدیک اگر ہماری زمین کی حرکت کی رفتار زیادہ ہو جائے تو کشش ثقل کم ہو جائے اور اگر کم ہو جائے تو کشش ثقل بڑھ جائے لیکن ایسا کیوں نہیں ہوتا؟

اس کا جواب وحی باری تعالیٰ میں ہی ملتا ہے کہ

انا کل شی خلقناہ بقدر (قمر۔49)

''ہم نے کائنات کی ہر شے کو ایک اندازے سے پیدا کیا''۔


☆☆☆

گہوارہ اور روشنی

ماہرین ارضیات (Geologists) کے نزدیک، زمین ابتدا میں سورج سے الگ ہونے والا آگ کا ایک گولا (کرہ) تھی جس کو بعد میں بارشوں کے ایک نہ تھمنے والے سلسلے نے ٹھنڈا کیا جس سے زمین پر سمندر قائم ہوئے۔ پانی کے انجذاب سے زمین کے بطن میں موجود مواد اچھل کر باہر آ گیا اور ٹھنڈے ہونے پر پہاڑوں کی شکل اختیار کر لی۔ پانی، زلزلوں کی شکست و ریخت اور وقت اور زمانے کی تبدیلیوں نے آخر کار زمین کو زندگی کے قابل بنایا اور پھر جا کر کہیں زندگی کا آغاز ہوا۔

غور طلب بات یہ ہے کہ کیا یہ سب لوازمات زندگی محض اتفاق سے وجود میں آئے؟ اگر ایسا ہوا تو صرف اچھے اور حسین اتفاقات ہی کیسے پیش آئے اور برے اتفاقات کو چھیڑا تک نہیں گیا، ہر چیز ایسے رونما ہوئی کہ ابتدائے زندگی کو راس آئی۔ وہ کون ذات تھی ہے جس نے تمام حسین بندوبست و ساماں کیے؟

1۔ **الذی جعل لکم الارض مھدا** (طٰہٰ۔53)

"اور وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو گہوارہ بنایا (یعنی زندگی کے قابل بنایا)"۔

2۔ **الذی جعل لکم الارض فراشا** (بقرہ۔22)

"وہی ہے جس نے زمین کو تمہارے لیے فرش (بچھونا) بنایا"۔

3۔ **ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا (بقرہ۔29)**

"وہی ہے جس نے تمہارے لیے سب کچھ بنایا جو زمین پر موجود ہے"۔

سائنسدانوں کے مطابق اگر زمین پر پہاڑوں کا وزن نہ ہو تو یہ اپنے مدار سے ہٹ پڑے اور اس پر ہر وقت جھٹکے محسوس ہوتے رہیں۔ پہاڑوں کی اہمیت کو ہم نے دور حاضر میں جانا، جبکہ اللہ تعالیٰ نے صدیوں پہلے ہی تنزیل "قرآن پاک" میں اس حقیقت کا انکشاف فرمادیا تھا جو کہ قرآن کے الہامی اور ابدی ہونے کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔

ارشاد ہوا۔

والقی فی الارض رواسی ان تمید بکم۔ (نحل۔15)

"ہم نے زمین پر پہاڑ ڈال دیئے تاکہ یہ تمہیں لے کر نہ کانپنے لگے"۔

ہماری زمین ہمہ وقت دو طرح کی حرکت میں مصروف رہتی ہے ایک اپنے مرکز یا محور کے گرد اور دوسری سورج کے گرد۔ اس کے کئی ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑنے کے باوجود ہمیں کہیں کوئی ہچکولہ تک محسوس نہیں ہوتا۔ اس حیران کن توازن پر سر جیمز جینز پکار اٹھے تھے۔

"The trembling Universe must have been balanced with unthinkable Precision"

"کانپتی ہوئی کائنات کو یقیناً کسی ناقابل فہم نظم وضبط کے تحت متوازن کیا گیا ہے"۔

ظاہر ہے کہ کائنات پر توازن کا یہ نظام لاگو کرنے والا اور کون ہو سکتا ہے، سوائے

اس کے خالق کے۔ (تفصیلاً آگے "فکر کائنات" میں پڑھیں)۔

الم تعلم ان اللہ لہ ملک السموت والارض (بقرہ۔107)

"کیا تم نہیں جانتے کہ آسمانوں اور زمیں کی حکمرانی صرف اسی کے پاس ہے"۔

طبیعاتی ماہرین کے اندازے کے مطابق پوری دنیا میں ہر سال چھٹانک بھر بجلی استعمال ہوتی ہے جس کی پیداوار پر ہم اربوں روپے خرچ کرتے ہیں۔ دوسری طرف جو روشنی ہم ایک دن میں سورج سے حاصل کرتے ہیں اس کا وزن (4480) من ہوتا ہے اور ہم بغیر پائی کی ادائیگی کے اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اسی لیے تو اللہ فرماتا ہے۔

فبای الآء ربکما تکذبن (رحمٰن۔13)

"تم اللہ کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟"

ان ماہرین کے خیال میں سورج ہمیں مزید کم از کم دس ارب سال تک ایسی ہی روشنی دے سکتا ہے۔ اور ایسے ہی تقریباً پندرہ کروڑ اور سورج کائنات میں سرگرم عمل ہیں آخر کیا وجہ ہے کہ ان کی توانائی اور حرارت ختم ہونے کا نام تک نہیں لیتی؟ غور کرنے پر یہی سوجھتا ہے کہ اتنی وسیع کائنات جس میں اتنے شموس محوِ گردش ہیں اور حیرت انگیز طور پر نہ ختم ہونے والی توانائی کے اخراج میں مصروف ہیں، یقیناً کسی عظیم ترین خالق اور مافوق الفطرت حکیم اور موجد کی تخلیق ہی ہو سکتی ہے۔ اور وہ خالق صرف اور صرف اللہ ہی کی بزرگ و برتر ذات ہے۔ اسی لیے تو اپنی کتاب میں بار بار فرماتا ہے

ھو الذی خلق السموت و الارض (حدید۔4)

"وہ اللہ ہی ہے جس نے تمام آسمان اور زمین پیدا کیے"۔

اللہ کا ایک دن

فرمان باری تعالٰی ہے۔

انا یوما عند ربك کالف سنته مما تعدون (حج۔47)

”بیشک تمہارے رب کے ہاں ایک دن ایسا ہے جو تمہارے ایک ہزار سال کے برابر ہے“۔

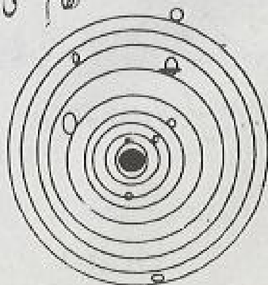
ایک عام فہم شخص کو یہ ممکن نظر نہیں آتا تاہم ایسا بالکل ہو سکتا ہے۔اللہ تو صرف ارادہ فرمائے تو ہو جاتا ہے لیکن یہاں پر ہم اس کو فلکیاتی اصولوں کے تحت بیان کرتے ہیں۔

ڈاکٹر شاملی کے نزدیک فضا میں ایک ایسا مرکز نور ہے جس کے گرد ایسے کرے اور سورج چکر کاٹ رہے ہیں جن کا ایک چکر ہمارے تیس کروڑ سالوں میں مکمل ہوتا ہے۔یعنی ان کا ایک سال ہمارے تیس کروڑ سالوں کے برابر ہوتا ہے۔ایک مسلمان انجینئر کے نظریے کے مطابق یہ مرکز نور اللہ کا عرش ہی ہو سکتا ہے۔یہ تو پھر بھی دور کی بات ہے ہم اپنے ہی نظام شمسی میں موجود مختلف سیاروں کے سالوں کا مطالعہ کریں تو ہر سیارے کے دن اور سال میں واضح فرق نظر آتا ہے۔

عطارد کا ایک سال ہمارے 88دن، زہرہ کا 225دن، زمین کا365دن، مریخ کا1سال 322دن، مشتری کا11سال، زحل کا 29سال162دن، یورینس کا84سال ،نیپچیون کا165سال اور پلوٹو کا1سال ہمارے 248سال کے برابر ہوتا ہے۔

ماڈل

نظامِ شمسی



سورج کے نزدیک ترین سیارے زہرہ کا ایک سال ہمارے 88 دن کے برابر۔ اور دور ترین سیارے پلوٹو کا ہمارے ایک سال ہمارے سالوں کے برابر ہے تو اسی طرح اللہ کا ایک دن بھی ہمارے ایک ہزار سال کے برابر ہو گا۔ غور کریں کہ امی نبی ﷺ خود ایسا دعویٰ کیسے کر سکتے تھے جب لوگوں کی عقلیں اس طرح کا فرق محسوس کرنے کا ادراک نہیں رکھتی تھیں۔ یقیناً قرآن اسی ذات کی تنزیل ہے جو سب چیزوں سے ازل سے باخبر ہے۔

☆☆☆

اللہ سب کچھ سنتا ہے

نظریہ امواج اثیری کے تحت اثیری لہروں کی بدولت ہزارہا میل دور کی باتیں بغیر کسی تار یا واسطے کے سنی جاسکتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ کائنات کی ہر شے کی طرح یہ اثیر بھی اللہ کی قدرت میں ہے یوں ہر آہٹ، آواز یا حرکت اگر اثیر میں جنبش پیدا کر سکتی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اللہ سب کچھ سنتا ہے اور اس کی سماعت و بصیرت سے کچھ نہاں نہیں۔ یہ تو ہیں ماہرین اثیر کے تاثرات، اب دیکھتے ہیں اللہ کی کتاب کیا فرماتی ہے۔

ان اللہ سمیع بصیر (مجادلہ۔ 1)

"بے شک اللہ سب دیکھتا اور سنتا ہے"۔

بلکہ،

تعلم ماتوسوس بہ نفسہ (مدیر البیان)

"اللہ انسان کے وسوسے تک سے باخبر ہے"۔

امپریل کالج آف سائنس، لنڈن کے پروفیسر مسٹر ولیم (Mr. William) انسانی کان کی ساخت اور کام پر مطالعہ کرتے ہوئے حیرت سے چیخ اٹھے تھے۔

"He who planted ears, shall he not hear?"

"جس نے کان پیدا کیے، کیا وہ سنتا نہ ہو گا؟"

ثابت یہ ہوا کہ تحقیقات و علوم کے بڑھنے کے ساتھ قرآن کی حقانیت

مزید سے مزید تر واضح ہوتی جا رہی ہے کیونکہ اللہ نے وعدہ فرمایا تھا کہ وہ ایسی شہادتیں مہیا کرے گا جو ثابت کر دیں گی کہ یہ کتاب اسی ذات کی تنزیل ہے



عظیم ترین حساب دان

یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ تمام کائنات کی ترکیب و تخلیق ایٹموں اور عناصر سے ہوئی۔ یہ ترکیب اور اس کا تحفظ کرنا نہایت پیچیدہ کام ہے۔ تمام نباتات و حیوانات کی ترکیب آکسیجن، ہائیڈروجن، نائٹروجن، کاربن اور چند نمکیات سے ہوئی ہے۔ غور کریں کہ تمام جانداروں کی تخلیق ان ہی عناصر سے ہوتی ہے لیکن ان تمام عناصر کے تناسب کے اختلاف سے جانداروں کی الگ الگ اقسام ترتیب پاتی ہیں۔ نباتات کی تقریباً 15 لاکھ اور حیوانات کی تقریباً 3 لاکھ اقسام دریافت ہو چکی ہیں۔ اگر کائنات میں موجود عناصر کو ایک خاص حساب و کتاب اور نگرانی کے ذریعے پابند نہ کیا جائے تو یہ عناصر تحلیل ہو کر اپنے اپنے مراکز کی طرف بھاگنا شروع کر دیں اور دنیا میں صرف دھواں ہی دھواں باقی رہ جائے۔ عناصر کے حساب کتاب کے ذریعے سے رنگ برنگی کائنات کی تشکیل و ترکیب اللہ تعالیٰ کا حیرت انگیز معجزہ اور اس کی حساب دانی کا ایمان افروز ثبوت ہے۔ اسی لیے قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔۔

الا له الحكم و هو اسرع الحاسبين (انعام۔62)

”حکم صرف اسی کا چلتا ہے اور وہ بہت تیز حساب کرنے والا ہے“۔

درخت سے آگ

لکڑیاں اور معدنی کوئلہ ایندھن کا ایک انتہائی اہم ذریعہ ہیں۔ بلکہ دور جدید
قبل تو صرف انہی ذرائع سے آگ و حرارت حاصل کی جاتی تھی۔ معدنی کوئلہ زمین کی تہ
کیسے وجود میں آیا؟ سائنسدان اس بارے میں درجذیل نتائج پر متفق ہیں۔

آج سے ہزاروں برس قبل زمین پر آبادی کم اور اور گھنے جنگلات زیادہ تھے۔ ایک خاص عمر
بعد درخت قدرتی طور پر ہی ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے۔ ٹوٹ پھوٹ کہ اس عمل کے چلنے
لکڑیوں کے انبار اکٹھے ہوتے رہے اور بعد کے زلزلوں سے اوپر والی مٹی کی تہ کے نیچے جا
اور نیچے والی کے اوپر آجانے سے یہ انبار دب گئے۔ زمین کی حرارت میں گلنے سڑنے اور بار
کے پانی سے ٹھنڈا ہونے کے بعد یہ لکڑیاں کوئلے میں تبدیل ہوگئیں۔ اور اب صدیوں
بطور ایندھن استعمال ہو رہی ہیں (برطانیکا کیکسٹن انسائیکلوپیڈیا۔ لندن)

الذی جعل لکم من الشجر الاخضر نارا فاذا انتم منه توقدون (یٰسین۔80

"اللہ نے تمہارے لیے سبز درختوں سے آگ پیدا کی جس کو تم جلاتے ہو / جلا
رہو گے"۔

حکماء سائنس نے عہدِ حاضر میں یہ ثابت کیا کہ معدنی کوئلہ جو کہ صدیوں سے ایندھ
کا ایک اہم ترین وسیلہ ہے، عام درختوں ہی کی پیداوار ہے۔ اسی لئے تو اللہ فرماتا ہے۔

بل ھو ایت بینت فی صدور الذین اوتو العلم (عنکبوت۔49)

"بلکہ یہ قرآنی آیات اہلِ علم کے سینوں میں کھلی نشانیاں ہیں"۔

فولاد

لوہایا فولاد جدید اور قدیم دونوں زمانوں کی ایجادات میں بنیادی اہمیت و حیثیت کا حامل رہا ہے۔ گھوڑے کی نعل سے لیکر ریل کی پٹڑیوں، تلواروں سے لے کر کلاشنکوف، پستول کی گولی کے خول سے لے کر ایٹم بم کے خول، سوئی سے لے کر بڑی بڑی فیکٹریوں، منجنیقوں سے لیکر میزائلوں اور جہازوں تک ہر جگہ فولاد ہی فولاد دکھائی دیتا ہے۔ الغرض لوہے سے زیادہ مفید دھات نہ تو تھی اور نہ ہی ہو سکتی ہے اور یہی بات تو ہمیں اللہ کے پیغام پر زمانہ جہالت کے نبی امی ﷺ نے بتائی تھی،

وانزلنا الحدید فیه باس شدید و منافع للناس (حدید۔25)

"اور ہم نے فولاد اتارا جسمیں زبردست ہیبت اور لوگوں کے لیے بہت فائدہ ہے"۔

خود مشاہدہ کریں کہ آج وہ اقوام جو فولاد کے استعمال کا علم جانتے ہوئے اس سے فائدہ اٹھا رہی ہیں، زندگی کے ہر میدان میں آگے ہیں۔ ہم مسلمان جن پر اللہ تعالی نے یہ حقیقت سب سے پہلے واضع کر دی تھی، ہمیشہ کی طرح احکامات الہی کی تعمیل میں غفلت کے مرتکب ہوئے اور فولاد کے استعمال کے علم کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ نتیجتاً ہر طرف سے مغلوب نظر آتے ہیں۔ کیا یہ درج بالا آیت پر عدمِ تدبر کا نتیجہ نہیں ہے؟

کتاب انزلنه الیك مبارك لید بروا ایاته و لیتذکر اولو الالباب (ص۔29)

"(قرآن) ایک مبارک کتاب ہے جو ہم نے تمہاری طرف اتاری تاکہ لوگ اس کی آیتوں پر تدبر کریں اور سمجھدار لوگ ہی نصیحت حاصل کریں گے"۔

مختلف جانور

عام مشاہدہ ہے کہ تمام جانور ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حیوانات کی لاکھوں اقسام تخلیق فرمائیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

واللہ خلق کل دآ بۃ من ما ء فمنھم من یمشی علی بطنہ و منھم من یمشی علی رجلین و منھم من یمشی علی اربع یخلق اللہ ما یشاء ان اللہ علی کل شی ء قدیر (نور۔45)

''اور اللہ نے ہر جانور کو پانی سے پیدا کیا۔ ان میں سے بعض پیٹ کے بل چلتے ہیں، بعض دو ٹانگوں پر اور کوئی چار ٹانگوں پر۔ اللہ جو چاہے پیدا کرتا ہے بیشک وہ سب کچھ کرنے کی قدرت رکھتا ہے''۔

آج کی حیاتیاتی سائنس اس بات پر بضد ہے کہ زندگی کا آغاز پانی سے ہوا۔ یوں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس معاملے میں ماہرین حیاتیات حقیقت تک پہنچ چکے ہیں۔

سبزیوں اور پھولوں پر بھِنھنانے والی بعض مکھیاں اتنی چھوٹی ہوتی ہیں کہ اگر انکو پکڑ کر دیکھنے کی کوشش کی جائے تو انڈے کی طرح پھٹ پڑتی ہیں۔ تب خیال آتا ہے کہ اے اللہ! اس قدر چھوٹی مکھی میں تو نے معدہ، جگر، دل، دماغ، انتڑیاں، آنکھیں، پھیپھڑے و کان وغیرہ کیسے بنائے ہوں گے۔

پر حقیقت یہ ہے کہ یہ چیزیں ہم کم فہم انسان ہی سوچتے ہیں، اللہ کیلئے ایسا کرنا کچھ مسلہ نہیں کہ وہ اتنی چھوٹی مکھی بنائے یا وہیل مچھلی جتنے عظیم الجثہ جانور۔ کیونکہ اس ذات نے تو صرف ارادہ فرمانا ہے اور اردہ فرماتے ہی اس کی تکمیل ہو جاتی ہے۔

------ سبحان اللہ ------

اللہ کے بارے میں اتنی معلومات ہم تک اسی کی کتاب قرآن کی وجہ سے پہنچیں جو اس نے ہمارے رسول حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمائی۔

☆☆☆☆

حیرت انگیز کارکن

یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ نباتات اور حیوانات ایک دوسرے کی زندگی کیلئے لازم وملزوم ہیں کیونکہ پودے جو آکسیجن خارج کرتے ہیں، اُس سے ہم اور دیگر جانور سانس لیتے ہیں جبکہ ہم کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج کرتے ہیں جس کو پودے تنفس کیلئے استعمال کرتے ہیں۔ الغرض ان دو میں سے کسی ایک کی عدم موجودگی تمام زندگی کا خاتمہ ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے لئے فصلوں، پھلوں اور دیگر اجناس جیسے کافی، شکر، پتی، شربت وشہد وغیرہ کے حصول کے لیے بھی پودوں کی موجودگی ضروری ہے۔ اور ظاہر ہے کہ وہ پاک و بزرگ ذاتِ باری تعالیٰ ہماری ان ضروریات سے بخوبی آگاہ ہے اور تمام بندوبست اسی کے کیے دھرے ہیں۔

فلینظر الانسان الی طعا مه ☆ انا صببنا الما ء صبا☆ ثم شققنا الارض شقا ☆ فا نبتنا فیها حبا☆ و عنبا و قضبا ☆ و زیتونا و نخلا ☆ و حدائق غلبا ☆ وفا کهه و ابا ☆ متا لکم ولا نعامکم (عبس۔ 24 تا 32)

"انسان کو چاہیے کہ اپنی غذا کی طرف دیکھے۔ ہم نے پہلے بارش اتاری پھر زمین کا پیٹ چیر اور

اس میں سے اناج، انگور، چارہ، زیتون، کھجور، گھنے باغات، ترکاری اور پھل میوے پیدا کیے تا کہ تمہیں اور تمہارے چوپائیوں کو فائدہ پہنچے"۔

بیکٹیریا

پودوں کی جڑوں میں اللہ تعالیٰ نے کروڑوں کے حساب سے ایسے خوردبینی جاندار پیدا فرمائے ہیں جو نائیٹروجن کو بطور خوراک استعمال کرنے کے بعد ایسا مواد خارج کرتے ہیں جس میں نائیٹروجن کی مقدار انتہائی زیادہ ہوتی ہے اور یہی نائیٹروجن پودوں کی زندگی کا عظیم جزوحیات ہے۔ اس کی غیر موجودگی پودوں کی زندگی کو ناممکن بنا دیتی ہے۔

ان کو بیکٹیریا کہا جاتا ہے اور اگر یہ نظر آنے والے ہوتے تو چیونٹیوں اور دیگر حشرات کا شکار ہو جاتے اور زمین کی زرخیزی اور توڑ پھوڑ کا کام سر انجام نہ دے سکتے۔ لیکن اسی حکمت کے تحت اللہ نے اس مخلوق کو چھوٹا بنایا۔ اور اشرف المخلوقات انسان کو اس حقیر مخلوق کا محتاج بنا ڈالا۔ زمین کے ہر ایکڑ میں ان بیکٹریا کا کام روزانہ بارہ آدمیوں کے کام کے برابر ہوتا ہے۔

غور کریں کہ حقیقت میں کھیتی باڑی ہم انسان کرتے ہیں یا اللہ، اسی لئے تو ارشاد ہوا،

افرءیتم ماتحرثون ☆ ءانتم تزرعونه ام نحن الزارعون ☆ لو نشاء لجعلنه حطاما فظلتم تفكهون (واقعہ۔63تا65)

"کھیتی باڑی کرنے والو! بتاؤ کہ کھیتی باڑی تم کرتے ہو یا کہ ہم۔ اگر ہم چاہیں تو تمہاری کھیتیوں کو برباد کر دیں اور تم باتیں ہی بناتے رہ جاؤ"۔



جدید سواریاں

نزول قرآن کے وقت جو چوپائے باربرداری اور سواری کے لیے استعمال کیے جاتے تھے۔ وہ چار جانور اونٹ، گدھا، خچر، اور گھوڑے تھے۔ ان چاروں جانوروں کا ذکر قرآن میں صراحتاً، جبکہ دور حاضر کی سواریوں کا تذکرہ اجمالاً ملتا ہے۔

ان ربکم لرئوف رحیم ☆و الخیل و البغال والحمیر لترکبوھا وزینة و یخلق ما لا تعلمون (نحل۔ 7تا8)

"بے شک تمہارا رب بہت مہربان اور رحم کرنے والا ہے تمہارے لیے گھوڑے خچر اور گدھے پیدا فرمائے کہ تمہاری زینت بن سکیں اور بہت سی ایسی سواریاں پیدا کرے گا جن کو تم لوگ نہیں جانتے۔"

آیات کے آخری حصے میں رب ذوالجلال نے اس پیشنگوئی کا انکشاف فرمایا کہ مستقبل میں وہ ایسی سواریاں پیدا فرمائے گا جن کا نزول قرآن کے وقت کے لوگوں کو قطعی علم نہیں۔ اپنے اس وعدے کی تکمیل کے لیے اللہ تعالٰی نے بے شمار اسباب فراہم کیے جیسے، ایسے ذہین و فطین لوگ پیدا فرمائے جنہوں نے بے شمار دریافتیں اور ایجادات کیں، ان ایجادات کے لیے ضروری معدنیات، دھاتیں اور دیگر لوازمات تخلیق فرمائے۔ اور جن لوگوں سے اس نے ایسے کام لینے تھے، ان کے لیے ایسے حالات و واقعات مقدر فرمائے

کہ ان کی بدولت آج ہم موٹر سائیکلوں، کاروں، ہوائی جہازوں، بحری جہازوں اور ریلوں جیسی جدید سواریوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں اور مستقبل میں جگہ جگہ بجلی کی ٹرینوں، شمسی توانائی سے چلنے والی کاروں اور ان کے علاوہ پتہ نہیں کیسی کیسی سواریاں موجود ہوا کریں گی۔ سب اس خالق کی توفیق و تخلیق اسباب کی وجہ سے ممکن ہوا جس نے اپنا یہ وعدہ پورا کر دکھایا۔



سائنسی علوم اور قرآن

ہم اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ قرآن کا موضوع انسان ہے جس کی ہدایت وراہنمائی کیلئے نازل فرمایا گیا ہے۔ اس میں زیادہ تر عقائد، عبادات اور قوانین وضوابط سے متعلق بحث کی گئی ہے۔ اس طرح قرآن نہ تو سائنسی نظریات کی کتاب ہے اور نہ ہی کیمیاء، فلکیات، طبیعات یا طب کی کتاب بننے کیلئے نازل ہوا۔ یہ پوری زندگی کیلئے ایک مکمل نظام ہے۔ جہاں تک سائنسی ومادی علوم کا تعلق ہے تو یہ کام انسانی عقل، مفروضات، تجربات، نظریات اور ایجادات کے سپرد کردیتا ہے۔ انسانی عقل اور سائنس کی رسائی ایک حد تک ہوتی ہے یہی وجہ ہے کبھی کوئی نظریہ مقبول ہوتا ہے تو کبھی رد قرار پاجاتا ہے، اسی طرح آج رد ہوجانے والا نظریہ کل مقبول بھی ہوسکتا ہے۔ ہر چیز میں علوم کی ترقی کے باعث ترمیم، اضافہ و تبدیلی کی گنجائش باقی رہتی ہے جبکہ قرآن کے احکامات اٹل اور غیر متزلزل ہیں۔ دیگر سائنس صرف مادہ جبکہ علومِ قرآن مادہ اور روح دونوں کے متعلق بحث کرتے ہیں۔ یوں سائنسی علوم کی وسعت قرآنی علوم کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر یا انتہائی کم ہے۔

اس تفریق اور حقیقت کے باوجود بھی اگر قرآن پاک میں ایسے انکشافات بیان فرمائے گئے ہیں جن کا کھوج لگانے کیلئے انسانی عقل اور سائنسی علماء کو ہزاروں سال تگ ودو کرنی پڑی تو قرآن کے وحی منجانب خالقِ حقیقی ہونے میں کیا شائبہ رہ جاتا ہے۔

حق یہی ہے کہ جو جتنا زیادہ کائناتی علوم و قرآن کا مطالعہ کرے گا اللہ تعالیٰ کے قریب سے قریب تر ہوتا جائے گا۔ (تفصیلاً جاننے کیلئے مطالعہِ کائنات پڑھیئے)۔



مطالعہِ کائنات

کائنات کے مطالعہ و فکر سے قادر ترین ہستی یعنی وجودِ باری تعالیٰ کا ثبوت ملتا ہے۔ جوں جوں انسان کائناتی علوم میں کھوتا جاتا ہے، اللہ سے قریب سے قریب تر ہوتا جاتا ہے کیونکہ کائنات کی ہر چیز اور ہر نظام اس بزرگ و برتر ہستی کی تخلیق کا منفرد نمونہ ہے۔

غیر مسلموں اور کم فہم مسلمانوں کا یہ قول کہ اسلام، قرآن اور مولوی حضرات صرف ایمان اور عبادت وغیرہ پر زور دیتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے مسلمان جدید علومِ کائنات سے شناسانہ ہونے پر دوسری اقوام سے پیچھے ہیں، کس حد تک درست ہے اللہ تعالیٰ کی نظر سے دیکھتے ہیں جو تقریباً ہر صفحہِ قرآن میں کائنات پر غور و فکر اور تدبر و علم کا حکم فرماتا ہے۔

محمد احمد العراادی العصری رقمطراز ہیں،

"قرآن کی کل چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (6666) آیات ہیں جن میں سے سات سو چھپن (756) آیات میں علوم فطرت و کائنات پر غور و فکر کا واضح حکم ملتا ہے"۔

چند کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے۔

☆ ''زمین اور آسمانوں میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن سے وہ غافلوں کی طرح گزر جاتے ہیں''۔ (یوسف-105)

☆ ''کیا یہ لوگ زمین و آسمانوں کی بادشاہت اور خدا کی تخلیق پر غور نہیں کرتے شائد ان کی موت قریب آگئی ہے'' (اعراف-185)

☆ ''کیا یہ ان باتوں پر غور نہیں کرتے کہ اونٹ کیسے بنا، آسمان کیسے تخلیق کیے گئے، پہاڑ کیونکر ڈالے گئے اور زمین کس لئے بچھائی گئی''۔(غاشیہ 17 تا 20)

☆ ''اے رسول ﷺ! اپنے پیروکاروں کو حکم دیجئے کہ گھوم پھر کر اللہ کی تخلیقات کا کھوج لگائیں''۔ (عنکبوت-20)

☆ ''اللہ کی تمام تخلیقات حقیقت پر مبنی ہیں اور وہ ان کو اھل عقل کیلئے بیان کرتا ہے''۔ (یونس-5)

☆ ''ارض و سماء کی پیدائش و دن و رات کے فرق میں عقل والوں کیلئے سبق ہیں جو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے سوتے ان تخلیقات پر غور کرتے ہیں اور کہتے ہیں اللہ! تو نے بے مقصد کچھ نہیں بنایا''۔ (ال عمران -190-191)

☆ ''(اے دیکھنے والے) وہی اللہ ہے جس نے سات آسمان ایک دوسرے کے اوپر بنائے۔ کیا تو اس کی تخلیقات میں کوئی نقص پاتا ہے؟ پھر آنکھ اٹھا، تجھے کوئی فرق نظر آتا ہے، پھر دیکھ پر تیری نظر تھکی ماندی ناکام لوٹ آئے گی (یعنی اس کی پیدا کردہ چیزوں میں نقص نہ مل سکے گا)''۔ (ملک 3-4)

اللہ نے کائنات کے علوم پر غور و فکر کرنے والوں کو اہلِ عقل و علم قرار دیا ہے۔ جیسے بار بار فرمایا،

☆---**ایات لقوم یعقلون** (یہ نشانیاں اہل عقل کے لیے ہیں)،

☆---**ایات لقوم یومنون** (اہل ایمان کے لیے نشانیاں ہیں)،

☆---**لا یات للعالمین** (علم والوں کے لیے نشانیاں ہیں)اور

☆---**لا یہ لقوم یتفکرون** (فکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں) وغیرہ۔

ثابت ہوا کہ قرآن ہی ایسی کتاب ہے جو بار بار فکر و غور کائنات کی دعوت دیتی ہے۔ اگر ہم لوگ آپ پر ایسی دعوت کی وضاحت نہ کر سکیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ قرآن میں یہ کچھ موجود نہ ہے۔

کوئی انسانی ذات اپنی کتاب میں ایسے دعوے نہیں کر سکتی لیکن وہ خالق و مالک ذات اس لئے اس کائنات کے مطالعہ پر اصرار کر رہی ہے کہ وہ جانتی ہے کہ جس قدر کائنات کے علوم ترقی کریں گے، اس کی کتاب کی آیات اسی قدر کھلتی رہیں گی اور اس کی کتاب کی حقانیت اور تفسیر ظاہر ہوتی رہے گی اسی لیے تو واصف علی واصف لکھتے ہیں،

"قرآن میں کائنات کا تذکرہ ہے اور کائنات میں قرآن کی تفسیر و تفہیم۔"

اور ان نشانیوں اور معجزات کے باوجود بھی جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کے بارے میں کہتے ہیں،

"کافر اور مومن میں یہ فرق ہے کہ کافر معجزے کے بعد بھی نہیں مانتا اور مومن

...رے کے بغیر بھی مانتا ہے"

جن لوگوں نے کائنات پر تفکر کیا اور حق کی کچھ حد کو پالیا۔ طوالت کے کے پیش نظر ان میں سے چند کا ذکر درج ذیل ہے

جرمنی کے مشہور مفکر اور سائینسدان آئن سٹائن کہتے ہیں،

" The Universe is ruled by a Mind and weather it be the mind of mathematician or of an artist or of a poet or all of them. It is the one reality which gives meaning to existence, enriches our daily task, encourages our hopes and energizes us with faith wherever knowledge fails".

"کائنات پر ایک زبردست دماغ حکومت کر رہا ہے، اس سے بحث نہیں کہ وہ دماغ کسی ریاضی داں کا ہے یا کسی مصور کا، کسی شاعر کا ہے یا ان سب کا، لیکن یہ ایک واحد حقیقت ہے جو ہماری زندگی کو پر معنی بناتی ہے، ہماری امیدوں کو زندہ رکھتی ہے اور ہمیں اس وقت بھی توانائی بخشتی ہے جب ہمارا علم کسی معاملے میں ناکام ہو جاتا ہے۔"

مزید لکھتے ہیں،

"He who can no longer pause to wonder and stand rapt in awe, is as good as dead and his eyes arelosed."

"وہ شخص جو جہان (کائنات) میں تعجب کیلئے نہیں ٹھہرتا، اس پر ڈرتا نہیں اور اس میں مگن نہیں ہوتا تو وہ ایسا ہے جیسے مر گیا ہو اور اس کی آنکھیں بند ہو چکی ہوں۔"

آئن سٹائن کا یہ قول تو درج ذیل آیت کا ترجمہ محسوس ہوتا ہے۔

اولم ینظر و فی ملکوت السموت ولارض وما خلق الله من شی ، و ان عسی ان یکون قد قترب اجلھم (اعراف۔185)

"کیا یہ لوگ زمین، آسمانوں اور اللہ کی دیگر پیدائشوں پر غور نہیں کرتے؟ شاید ان کی موت قریب آ گئی ہے"۔

ایک مغربی عالم کہتا ہے،

"The Idea of Mind behind and Mind within ,seems as rational and working hypothesis as any".

"یہ خیال کہ ایک دماغ کائنات کے اندر اور باہر مصروف عمل ہے، ہر چیز کی طرح معقول اور قابل یقین لگتا ہے۔"

پروفیسر میکرانڈر قمطراز ہیں،

"Can any one seriously suggest that this directing and regulating power originated in chance encounter of atoms? Can the stream rise higher than fountain?"

"کیا کوئی شخص سنجیدگی سے یہ خیال کر سکتا ہے کہ کائنات میں یہ نظم و ضبط ایٹموں کی اتفاقیہ آمیزش سے ہی پیدا ہو گیا؟ کیا کوئی ندی اپنے بنیادی چشمے کی سطح سے بڑھ کر اونچی ہو سکتی ہے؟

فرانسیس تھامسن لکھتا ہے،

"All things by immortal power near and far, hidenly to each other linked ."

"تمام قریبی اور دور کی چیزوں کو ایک نہ مٹنے والی طاقت نے خفیہ طریقے سے ایک دوسرے سے جوڑ رکھا ہے۔"

پروفیسر ڈیوڈ فریزر ایک مقام پر کہتے ہیں،

"We hardly know which to admire the more , the Mind that arranged the nature or the mind which interreted."

"ہم مشکل ہی جانتے ہیں کہ کسی کی زیادہ تعریف کریں، اس (اللہ) کی جس نے کائنات و فطرت کو ترتیب دیا یا اس کو جو اس کی تشریح کرتا ہے (اہل علم)۔"

سر جیمز جینز نے کہا،

"The universe looks like a great thought than a great machine."

"یہ کائنات کوئی بڑی مشین نہیں بلکہ ایک انتہائی عظیم خیال محسوس ہوتی ہے۔"

خالق کا اس کائنات کو پیدا کرنا اور اس کے کروڑوں عجیب و غریب نظام چلانا "ٹینیس" کو اتنا بھایا کہ وہ حیرت سے کچھ ایسے بڑبڑا اٹھا،

"What marvellous imagination God almighty hath?"

"رب کائنات کس قدر حیرت انگیز خیال کا مالک ہے"۔

لارڈ کلون برسامدس کے خوردبینی مطالعے کے بعد فرط حیرت سے چلا اٹھا تھا،

"It is impossible to conceive either the begining or the continuance of life without an ever ruling creative power. Overpowering strong proofs of benevolent and intellingent designs are to be found arround us, Teaching that all living things depend on everlasting Creator and Ruler."

"یہ خیال قطعی ناممکن ہے کہ زندگی کا آغاز یا تسلسل بغیر کسی خالق کے ہو سکتا ہے۔ ہمارے اردگرد کے حیرت انگیز مناظر و نمونے جو الٰہی تخلیق و تعمیر کے زبردست ثبوت ہیں، ہمیں تعلیم دیتے ہیں کہ تمام جاندار اشیاء کا انحصار ہمیشہ قائم رہنے والے (حی و قیوم) حاکم کی مشیت پر ہے"۔

لارڈ کلون کے یہ نتائج اس الہام کے قریب ہیں،

اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم لا تاخذہ سنتہ ولا نوم (بقرہ۔255)

"اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ سب کا زندہ اور قائم رکھنے والا ہے نہ اُسے اونگھ آتی ہے نہ نیند"۔

اسی طرح سربروسٹر پانی کے ہر ایٹم کی ترکیب کو گھڑی کی ترکیب سے بھی زیادہ

دیکھ دیا کر پکار اٹھے تھے،

"Oh God! How marvelous are thy works. "

"اوہ رب! تیرے کام کس قدر حیرت انگیز ہیں"۔

سر جمیز جینز (Sir James Jeans) لکھتے ہیں کہ فلکیات پر چالیس برس تک غور کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جس طرح ایک مصنف کو سمجھنے کیلئے اس کی کتابوں کا مطالعہ کرنا ضروری ہوتا ہے بالکل اُسی طرح اللہ کو سمجھنے کیلئے اُس کی کتاب یعنی صحیفہ فطرت پر غور کرنا لازمی ہے۔ ہم جوں جوں اللہ کی محیر العقل صناعیوں پر غور کرتے ہیں، اللہ کی عظمت و حکمت کے پردے اٹھتے چلے جاتے ہیں۔ علم وہ زینہ ہے جو ہمیں اس کی بارگاہ میں پہنچا دیتا ہے اور قریب پہنچ کر ہم اللہ کی عظمت و جلال سے سہم جاتے ہیں۔

بالفاظِ دیگر اللہ سے ڈرنے کا امتیاز صرف ایک صاحبِ علم کو ہی ہو سکتا ہے۔

انما یخشی اللہ من عبادہ العلمو(فاطر۔28)

"اللہ سے علماءِ فطرت ہی ڈرتے ہیں"۔

☆☆☆

ایک حکایت

ایک مسافر شدید گرمی میں جنگل میں موجود ایک جھونپڑے میں جا پہنچا۔ جس کے اردگرد ناریل کے درخت واقع تھے۔ میزبان نے اس کو شربت، دودھ اور حلوا وغیرہ پیش کیا تو مسافر نے حیرت سے پوچھا کہ جنگل میں یہ غذائیں کدھر سے لائیں؟ جواب ملا کہ سب ناریل کی بدولت ممکن ہوا۔ کہا میں کچے ناریل سے پانی(1) ، پختہ ناریل سے دودھ(2) ، پتوں سے حلوہ(3) شگوفوں سے شربت(4)، پھلوں سے شکر(5)، چھال سے برتن(6)، لکڑی سے ایندھن(7)، بنے ہوئے پتوں سے چھت(8)، ریشوں سے رسیاں(9)اور تیل سے روشنی(10) حاصل کرتا ہوں۔

جب مسافر چلنے لگا تو اس میزبان نے ناریل کی ایک شاخ کو جھاڑا جس سے غبار سا گرا تو اس غبار سے سیاہی کا کام لے کر اپنے ایک دوست کو خط لکھ کر اس کو تھمادیا۔ اس لئے تو اللہ اپنی کتاب میں فرماتا ہے۔

1۔ **هذا خلق الله فارونی ماذا خلق الذین من دونه (لقمان۔11)**

"یہ اللہ کا ہی کمال تخلیق ہے۔ اللہ کے بغیر کسی نے کچھ پیدا کیا ہو تو سامنے لاؤ"۔

اور

2۔ **فبای الآء ربکما تکذبن (رحمٰن۔13)**

"تم اللہ کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے"۔



حیرت انگیز حقیقت

حضرت عیسیٰؑ نے توفیق الٰہی سے کیچڑ سے ایک پرندہ بنایا تو لوگوں نے آپؑ کو خداوند کہنا شروع کر دیا، اللہ تعالیٰ روزانہ کیچڑ سے لاکھوں حیوانات و نباتات ازل سے پیدا فرما رہا ہے لیکن کسی کو کوئی حیرت محسوس نہیں ہوتی۔



باب دوم

قرآن الہامی کیونکر؟

انسان فطرتاً ہی آرام پسند اور آزاد خیال ہے جس کی وجہ سے وہ پابندیوں اور حدود و قیود سے فرار چاہتا ہے۔ عہد حاضر میں اسی آزادیِ خیال اور دنیا پرستی کو مذہب خیال کیا جاتا ہے۔ جبکہ قرآن حکیم کے قواعد و ضوابط زندگی میں مقصدیت اور حدود قیود کا تعین کرتے ہوئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مکمل اطاعت پر زور دیتے ہیں۔ یوں قرآن پاک شروع سے ہی دنیاوی عیش و عشرت اور آرام پسندی کی راہ میں رکاوٹ رہا ہے یہی وجہ ہے کہ غیر مذہب اور منافقین کو یہ ایک آنکھ نہیں بھاتا اور وہ ہر وقت اس پر اعتراضات اٹھانے کی تاڑ میں لگے رہتے ہیں جبکہ اہل علم و ایمان، قرآن کے دفاع میں دلائل اور شہادتوں سے کام لیتے ہیں۔ اس طرح حق و باطل کی یہ روائتی جنگ کوئی نئی بات نہ ہے۔

ایک انتہائی اہم سوال جو ہم سے کوئی بھی غیر مذہب، منافق یا بے علم و عمل مسلمان پوچھ سکتا ہے وہ ہے،

"کیسے یقین کر لیا جائے کہ قرآن پاک حرف بحرف اللہ کی طرف سے اتارا گیا اور یہ (نعوذ باللہ) رسول اللہ ﷺ کی ذاتی تصنیف نہ ہے؟"

اس کے جواب میں بے شمار ثبوت، دلائل اور شہادتیں پیش کی جاسکتی ہیں جن میں سے کچھ کا ذکر آگے آرہا ہے لیکن ان سے قبل ایک بات کی وضاحت انتہائی ضروری معلوم

ہوتی ہے کہ ایسے سوالات یا شبہات صرف اور صرف قرآنِ عظیم کے مطالعے اور سوجھ بوجھ کی عدم موجودگی یا کمی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر قرآن کا بغور مطالعہ کیا جائے تو اس قسم کے سوالات ذہنِ انسانی میں راہ ہی نہیں پاسکتے۔ اگرچہ قرآن کے علوم کو مکمل طور پر پالینا انسانی بس کی بات نہیں تاہم جو کوئی اس کے علوم کی کچھ حد کو پالیتا ہے، حق وسچ کو پالیتا ہے اور جو حق کو پالیتا ہے وہ باطل سے نہیں بلکہ باطل اس سے دور بھاگنے لگتا ہے۔

آیئے اب ان چند دلائل کا مطالعہ کرتے ہیں جن کو پڑھنے کے بعد قرآن کے وحی منجانب اللہ ہونے سے متعلق کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہ جاتا۔



1۔ نبی پاک ﷺ کا اُمّی ہونا

لفظ "اُمّی" کے لغوی معنی ایسے شخص کے ہوتے ہیں جو اپنے دور کی رسمی تعلیم سے نابلد ہو۔ تواریخ عالم اور سیرت نبی کے تمام مسلم اور غیر مسلم منصفین اس بات پر متفق ہیں کہ آقائے دوجہاں حضرت محمد ﷺ نے اپنے زمانے کی عام ورسمی تعلیم حاصل نہ کی تھی۔

آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس سے ہٹ کر اگر ہم ایک عام اُمّی شخص کے بارے میں تصور کریں جو مدرسے، اخبار، ٹی، وی، ویڈیو، سنیما، ڈش، کمپیوٹر اور اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کی صحبت سے محروم ہو تو پتہ چلتا ہے کہ ایسا شخص ایک خاص حدِ نظر سے آگے نہ تو دیکھ سکتا ہے اور نہ ہی سوچ سکتا ہے۔

قرآن پاک وہ واحد کتاب ہے جس پر دنیا بھر کے ادیب اور دانشور گذشتہ چودہ

صدیوں سے حیران ہیں کہ یہ کلام کسی انسان کا نہیں ہو سکتا۔

اندلس کا مشہور فلسفی ابن رشد کہتا ہے،

”قرآن وہ واحد کتاب ہے جو ایک ہی وقت میں عقائد کا مجموعہ بھی ہے اور قوانین و ضوابط کا بھی“،

شاعر کہتے ہیں نہ تو یہ کسی بشر کا کلام ہے اور نہ ہی شاعری،

سائنسدان اس وقت مبہوت ہو کر رہ جاتے ہیں جب وہ کوئی انتہائی جدید سائنسی دریافت حاصل کرتے ہیں لیکن بعد میں ان کو اس کا ذکر صدیوں قدیم قرآن پاک میں بیان کیا گیا ملتا ہے حالانکہ قرآن کوئی سائنسی مضامین سے متعلق کتاب نہ ہے۔ اب جو ناقص العلم و عقل یہ کہیں کہ قرآن (نعوذباللہ) رسول ﷺ کی ذاتی تصنیف ہے، ان سے پوچھا جائے کہ کیا ایسی کتاب کوئی اُمی تصنیف کر سکتا ہے؟

هو الذى بعث فى الاميين رسولا منهم يتلوا عليهم ايتهٖ و يزكيهم و يعلمهم الكتب والحكمه (جمعہ۔2)

”وہی اللہ ہے جس نے ان پڑھوں میں سے رسول بھیجا تاکہ لوگوں کو اس کی آیتیں سنائے، انہیں پاک کرے اور ان کو کتاب اور حکمت کا علم سکھائے“۔

اُمّیوں میں سے نبی بنانا اللہ کی عادت رہی ہے تاکہ حق شناسوں کیلئے آسانی ہو لیکن جب ذکر آتا ہے سید الانبیاء ورحمت اللعالمین ﷺ کا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل کے ذریعے آپ پر علوم نبوت کی ایسی بارش کی کہ آپ ﷺ اعلم الاولین و آخرین قرار پائے۔

2۔ قرآن کی معجزانہ زبان

چونکہ قرآن کا ایک ایک لفظ اللہ کا اپنا نازل کردہ ہے اس لئے اس کی زبان و کلام معجزانہ ہے اور اس کا مکمل ادراک انسانی عقل سے بالاتر۔

جب کوئی انسان اپنی ایک تحریر عمل میں لاتا ہے تو مسلسل غور و فکر کرنے کے بعد اس کے لئے لفظ منتخب کرتا ہے اور کئی کو تبدیل کر دیتا ہے۔ تصیح در تصیح کے بعد بھی کئی لوگوں کو دکھاتا ہے لیکن اس کے باوجود اس میں کمی بیشی کی گنجائش بدستور باقی رہتی ہے لیکن قرآن کا ایک لفظ بھی اگر ہٹا کر اس کی جگہ کوئی متبادل لفظ رکھنا چاہیں تو تمام عربی لغت چھاننے کے بعد بھی اس کا متبادل لفظ نہ مل سکے گا۔ ثابت ہوا کہ قرآن کریم کلامِ معجز ہے اور انسانی قدرت سے بالا۔ جبکہ ہمارے پیارے نبی اُمی ﷺ نے یہ کلام بغیر کسی غور و خوض کے وقتاً فوقتاً مشرکین مکہ کے سامنے پیش کیا۔ اور یہی قرآن کریم کے الہامی ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

تنزیلِ الٰہی ہونے کی وجہ سے انسانی زبانیں اس کا سو فیصد درست ترجمہ، تفسیر و تشریح بیان کرنے سے قطعی قاصر ہیں (اس کی تفصیل الگ مضامین ''اختلافِ ترجمہ و تفسیر'' اور ''حسنِ الفاظِ قرآن'' میں آگے آ رہی ہے)

بحث بالا سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ایسی جامع اور تکنیکی زبان میں کوئی شخص، خاص کر کوئی اُمی شخص اتنی ضخیم کتاب تصنیف کر ہی نہیں سکتا۔

3. حضور ﷺ کی صدیقانہ زندگی

آپ ﷺ کی صدیقانہ زندگی ہی قرآن پاک کا کلامِ الٰہی ہونے کا عظیم ترین ثبوت ہے۔ آپ پورے عرب میں صادق کے نام سے مشہور تھے۔ آپ کے مخالفین بھی وحی و ہدایت کے علاوہ آپ کی ہر بات ماننے کیلئے تیار نظر آتے تھے جو ان کی بے عقلی، ناعاقبت اندیشی اور خباثت کا ثبوت تھا ورنہ جب آپ کی فرمائی ہوئی ہر بات حق وسچ پر مبنی ہے تو آپ کے قرآن کو وحی منجانب اللہ قرار دینے کے بعد اس حق بات سے انکار کا کیا جواز تھا؟

حق شناسوں کیلئے تو آپ ﷺ کا فرمان مبارک ہی سند ہوتا ہے۔

4. ایک غور طلب دلیل

تمام دنیا اس حقیقت سے روشناس ہے کہ حضور ﷺ ایک ہی وقت میں نبی، خطیب وامام، راہنماء و پیشوا، سپہ سالار و سپاہی، قانون دان و فاتح، منصف و معلم، سیاستدان ومعیشت دان، محنت کش اور شوہر تھے۔ آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس سے قطع نظر اگر ہم ایک عام انسان کے بارے میں تصور کریں جو اتنے معاملات زندگی سے بھی جڑا ہو اور اس کی فکر میں بھی اختلاف نہ آنے پائے، وہ ایک ہی مرکز (تخیلِ توحید) کے تحت تمام شعبہ ہائے جاتِ زندگی کو منظم کرتا چلا جائے اور 23 سال کے بعد ایسی مربوط اور عظیم کتاب تیار کر سکے، ایسا قطعی ممکن نہیں لگتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ نے ہی حرف بحرف اپنے محبوب حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا تھا۔

5۔ قرآن و حدیث میں فرق

قرآن وحدیث کے بغور مطالعے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ کے کلام اور رسول اکرم ﷺ کے کلام میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ کوئی حدیثِ مبارکہ کسی قرآنی آیت کے ہم پلہ نہیں ہو سکتی۔ قرآن عظیم کی زبان فصیح و بلیغ اور معجزانہ ہے جس کی آیات کی تعثیر ایسی ہے کہ سنتے ہی حضرت عمرؓ جیسے سخت گیر آزاد طبع لوگ حضور پاک ﷺ کے قدموں میں گر پڑتے ہیں اور شہنشاہِ حبشہ نجاشی کی داڑھی آنسوؤں سے بھیگ جاتی ہے۔

قرآن کو رسول ﷺ کی تصنیف قرار دینے والے بتائیں کہ آپ ﷺ وحی سے قبل چالیس سالہ دور میں بھی تو گفتگو فرماتے رہے، کیا اس دوران کوئی آیہ کریمہ آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے نکلی؟ اگر نہیں تو چالیس سال کے بعد ایسا کیونکر ہونے لگا؟ ان سوالوں کے جواب ہمیں اللہ تعالیٰ کے کلام کی حقانیت کی طرف لے جاتے ہیں۔

6۔ ایک ناقابلِ تردید حقیقت

ایک غور طلب امر ہے کہ حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس سے ہٹ کر ایک عام شخص جو ایک جاہل قوم میں پیدا ہو اور عمر کی چالیس بہاریں بیوپار اور دیگر چھوٹے چھوٹے مشاغل میں اسی قوم کے ساتھ گذار دے اور اپنے وقت کی رسمی تعلیم سے بھی بہرہ مند نہ ہو سکے کہ عمر کے ایک خاص حصے میں اچانک اس کی ذات کے اندر ایسے فضائل و کمالات اور بے بہا علوم یکجا ہو جائیں، ایسی غیر معمولی طاقت آجائے کہ وہ بیک وقت تمام

انسانی وروحانی خاصیتوں کا مالک بن جائے، یہ سب کچھ ممکن نہیں لگتا۔ لیکن جب ذکر آتا ہے کہ ہمارے نبی خاتم ﷺ کی ذات اقدس کا تو یہ سب کچھ اس طرح ممکن ہوا کہ آپ ﷺ ایک ہی وقت میں نبی، مصلح، منصف، قانون دان، مبلغ، سپہ سالار، فلاسفر، سیاستدان، معلم، حکمران اور دین و دنیا کے ایسے عالم قرار پائے کہ آپ ﷺ کے اخلاقیات، معاشرت، معاشیات، سیاست اور انسانی زندگی سے متعلق بنائے ہوئے قوانین رہتی دنیا تک کیلئے ناقابل ترمیم قرار پائے اور بڑے بڑے علماء و حکماء ان قوانین و ضوابط کی حکمتوں کو مشکل ہی سمجھ پائے۔ کیا یہ سب کچھ اللہ کی مدد اور وحی کے بغیر ممکن ہو سکتا تھا؟ ہرگز نہیں۔

ایسے کمالات دکھانے کے بعد اگر آپ ﷺ (نعوذباللہ) خدائی کا دعویٰ بھی کرتے تو لوگ آپ کے ساتھ ہو لیتے لیکن آپ ﷺ نے یہ سب کچھ اللہ کی توفیق قرار دیا اور فرمایا کہ سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں اور علم و حکمت سے بھرپور کتاب صرف اسی کی تنزیل ہے۔

7۔ قدیم انکشافاتِ حق

چودہ سو سالہ قدیم تنزیلِ قرآن کی وہ ان گنت پیشگوئیاں اور انکشافات جن کا علم جدید ادوار میں عقلِ انسانی پر ظاہر ہوا، قرآن کے الہامی ہونے کا غیر معمولی ثبوت ہیں (تفصیل کے لیے پوری کتاب کا مطالعہ کریں)۔ اس کے بعد یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ کائناتی اسرار سے متعلق ان حقائق کی پردہ کشائی کسی مصنف کے بس کی بات نہیں ہو سکتی۔ یہ تو صرف اسی قادر مطلق ذات کی شان اور معجزہ ہے جو کائنات کی ہر چھوٹی سے چھوٹی شے اور ہر بڑی سے بڑی چیز پر قدرت اور نگرانی رکھتی ہے (تفصیل کے

لیے مضمون "چھوٹے اور بڑے ذرات" پڑھیں)۔ وہ ہی واحد خالقِ کائنات ہے جو اپنی تخلیقات اور ان کے سربستہ رازوں سے آگاہ ہے۔

8۔ قرآن کا چیلنج

مشرکینِ مکہ کے اس پروپیگنڈے پر کہ قرآن (نعوذباللہ) حضرت محمد ﷺ کی ذاتی تحریر وتصنیف ہے، اللہ نے تمام بنی نوح انسان کو کھلے عام یہ چیلنج دیا،

فا تو بسورة من مثله و ادعوا شهدآ ء کم من دون الله ان کنتم صدقين
(بقرہ۔23)

"تو اس جیسی ایک سورت تو لے کر آؤ اور اللہ کے سوا اپنے تمام حمائتیوں کو بھی بلا لو، اگر تم سچے ہو۔

لیکن آج تک قرآن جیسی ایک صورت لانا تو دور کنار، اِس جیسی ایک آیت بھی پیش نہیں کی جا سکی ہے۔ حریری، ہمدانی، معری اور ابو الفضل جیسے ادیبوں نے لاکھوں سر کھپایا لیکن قرآن جیسا ایک جملہ تک بھی نہ لکھ سکے۔ اگر کچھ لکھا بھی تو مضحکہ خیز قرار پایا۔

9۔ اللہ کی گواہی

پروردگارِ عالم خود قرآن کے الہامی ہونے کی شہادت کچھ اس طرح بیان فرماتا ہے،

لکن الله يشهد بما انزل اليك انزله بعلمه والملئکته يشهدون و کفى بالله شهيدا (النساء۔166)

"لیکن اے محبوب اللہ نے جو کچھ تمہاری طرف اتارا اس کا وہ خود گواہ ہے کہ اس

نے اپنے علم سے اتارا۔ اور فرشتے بھی گواہ ہیں اور اللہ کی گواہی ہی کافی ہے"۔

واقعی اہلِ علم وایمان اور حق شناسوں کیلئے صرف اللہ کی گواہی ہی کافی ہے۔

10۔ قرآن اور شاعری

جاہل کفار کا یہ الزام کہ قرآن (نعوذباللہ) محمد ﷺ کی شاعری ہے اور اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں، اس وقت رد قرار پایا جب اُس وقت کے اور بعد کے شعراءِ عالم نے یہ وضاحت کی یہ شاعری تو کیا کسی انسان کا کلام ہی نہیں ہو سکتا۔ لا تعداد فلاسفروں، شاعروں اور دانشوروں نے قرآن کے کلام کو مافوق الفطرت اور انسانی فہم و فراست سے بالا قرار دیا جیسے،

1۔ عتبہ بن ربعیہ (مشرک سردار) کو آنحضرت ﷺ نے جب سورہ حم سجدہ کی پہلی چار آیات سنائیں تو وہ بولا کہ یہ جادو ہے نہ شعر بلکہ فصاحت وبلاغت میں، میں نے ایسا کلام اس سے قبل کبھی نہیں سُنا۔

2۔ خانہ کعبہ کے غلاف پر سورہ کوثر لکھی دیکھ کر ایک شاعر مجسمہِ حیرت بن گیا اور یوں گویا ہوا۔

"یہ کلام کسی بشر کا نہیں ہو سکتا"

3۔ حضرت انیسؓ جو خود بہت بڑے شاعر تھے فرماتے ہیں،

"خدا میں نے کاہنوں کا کلام سنا لیکن قرآن ویسا نہیں ہے، میں نے اس کلام کا شعر

تمام اصناف اور اقسام سے تقابل کر کے دیکھا، لیکن یہ شعر بھی نہیں ہے۔"

اللہ تعالیٰ، قرآن اور شاعری کا فرق کچھ یوں واضع فرماتا ہے،

وماھو بقول شاعر قلیلا ما تئومنوں (حاقہ۔41)

"اور قرآن کسی شاعر کی بات نہیں۔ تم کتنا کم یقین رکھتے ہو!"۔

11۔ اہلِ کُتب کی آگاہی

بعثتِ حضور ﷺ قبل یہودی اور عیسائی نبی آخر الزماں کی آمد اور کتاب قرآن کی تنزیل سے یکسر باخبر تھے۔ کیونکہ ان کی کتابوں تورات اور انجیل میں یہ بشارتیں واضع طور موجود تھیں یہودی تو آخری نبی ﷺ سے اسطرح واقف تھے جس طرح کوئی باپ اپنے بیٹے سے متعلق جانتا ہوتا ہے۔ (تفصیل باب ششم "قدیم صحائف اور الہامی کتب میں محمد ﷺ کا ذکرِ خیر" میں پڑھیے)

تاریخ گواہ ہے کہ حضور ﷺ کے ظہور سے قبل جب بھی ان اہل کتاب پر کوئی مصیبت یا قہر نازل ہوتا یا مشرکین سے شکست کا واضح خطرہ پیدا ہو جاتا تو وہ آخری نبی کے واسطے اور وسیلے سے اللہ سے مدد مانگا کرتے تھے۔ اس کے باوجود آپ ﷺ کی آمد و ظہور پر ان کا ایمان نہ لانا مبنی بر کینہ اور تعصب تھا۔

اس پر ارشاد باری تعالیٰ ہے،

والذین اتینھم الکتب یعلمون انه منزل من ربك بالحق (انعام۔115)

"اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب عطا کی ہوئی ہے، وہ جانتے ہیں کہ یہ تیرے رب کی طرف سے سچ اترا ہے"۔

12۔ غیر متبدل احکامات

عام مشاہدہ ہے کہ ایک انسانی تصنیف میں وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ تبدیلی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، دریافتوں وایجادات کے عوامل اور تجربات و مشاہدات کی جدت اور تغیرات زمانہ ایسے مظاہر ہیں جن کی وجہ سے عام کتاب ان تقاضوں کو پورا نہ کرتے ہوئے تغیر وتبدل کا تقاضا کرتی ہے۔ جبکہ قرآن کی شان یہ ہے کہ جوں جوں وقت گذرتا جارہا ہے، اس کی حقانیت اور استدلال مزید واضح ہوتے جارہے ہیں یعنی اس کی تفسیر اور توضیحات کا سلسلہ وسیع سے وسیع تر ہوتا جارہا ہے (مضمون محکمات ومتشابہات پڑھیں)۔ اس کے احکامات و قواعد ائل اور غیر متبدل ہیں اور اس کے بیان کردہ اصول دنیا کے ہر معاشرے کوراس آتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ انسانی عقل وفہم ایسی تصنیف نہیں کر سکتی۔ لازماً یہ اسی ذات باری تعالیٰ کی تنزیل ہے جو تمام علوم کا منبع اور سرچشمہ ہے۔ باالفاظ دیگر قرآن، اسی ذات بزرگ وبرتر نے ہماری ہدایت وراہنمائی کے لیے اُتارا جو عظیم، علیم اور حکیم ہے۔

13۔ الہامی کتب کے حوالہ جات

تمام تاریخ عرب اس بات کی گواہ ہے کہ آپ ﷺ عبرانی اور سریانی دونوں زبانوں سے قطعی ناواقف تھے۔ تورات عبرانی اور انجیل سریانی زبان میں نازل کی گئی تھی۔ آپ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب قرآن پاک میں تورات اور انجیل میں بیان کردہ کئی حوالہ جات ملتے ہیں۔ جو لوگ قرآن کو (نعوذباللہ) رسول کی تصنیف قرار دیتے ہیں، جواب دیں

کہ جب آپ ﷺ ان گذشتہ الہامی کتابوں کی زبانوں سے ہی لاعلم اور ناواقف تھے تو آپ اپنی کتاب میں ان حوالہ جات کا بیان کیسے فرما سکتے تھے؟

حق تو یہ ہے کہ یہ کتاب اسی پروردگار کی نازل کردہ ہے جس نے تورات اور انجیل نازل فرمائی تھیں اور وہی اپنے احکامات کو مکمل کر رہا تھا کیونکہ اس کے سچے دین اسلام کی تکمیل حضرت محمد ﷺ کی رسالت اور قرآن عظیم کی تنزیل پر ہونی تھی۔

14. اللہ اور رسول کی دعوت فکر

اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بار بار قرآن پر غور و فکر کی دعوت دی ہے۔ یوں سرِعام تمام نسلِ انسانی کو ایسا چیلنج دینا ہی اس کلامِ حق کا معجزہ اور الہامی ہونے کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی انسان اپنی تصنیف پر ایسی دعوت کا چیلنج نہیں دے سکتا کیونکہ وہ یہ جانتا ہوتا ہے کہ اس کی تصنیف پر غور کرنے اور زمانے کے تقاضوں کے بدلنے کی وجہ سے بے شمار اعتراضات اٹھیں گے۔ قرآن پاک کے معاملے میں تو بات ہی کچھ اور ہے۔ اللہ اور رسول ﷺ نے یہ حقیقت جانتے ہوئے کہ جو کوئی بھی اس کتاب پر غور کرے گا، اس کی آنکھیں حق و سچ پا کر کھلتی ہی چلی جائیں گی اور وہ قرآن کی حقانیت اور وحی منجانب اللہ ہونے سے آگاہ ہو جائے گا، ایسی دعوت دی ہے۔

اللہ کے فرامین کے مطابق، کائنات اور قرآن مین بیان کردہ تمام حقائق اہل علم و عقل کیلئے نشانیاں ہیں (مطالعہ کریں مضمون "مطالعہِ کائنات" کا)۔

15. حق گوئی اور سابقہ الہامات کی تصدیق

قرآنی احکامات اور قواعد و ضوابط پر عمل کا نتیجہ بلندی، تقدس، پارسائی اور عظمت ہیں۔ اس میں مبالغہ آرائی، جھوٹ اور عریانی وغیرہ کا وجود ناممکن ہے۔ صاف گوئی و متانت قرآن پاک کا خاصہ ہے۔ یہی وہ کتاب ہے جس کی تعلیمات گذشتہ صحائف اور الہامات کی تصدیق کرتی ہیں۔ اس کی کوئی بات بھی انسانیت اور فطرت کے مسلمہ اصولوں کے خلاف نہیں۔ یہ بیک وقت علوم، عقائد، قوانین، معاملات، عبادات، ہدایات اور احکامات کا مجموعہ ہے۔ باقی تمام صحائف اور الہامی کُتب ،اگرچہ اللہ کی طرف سے اُتارے گے ہیں تاہم اُن کے الفاظ، تعبیرات اور عبارات پیغمبروں کی اپنی ہی زبانی ہیں جبکہ قرآن کے الفاظ اور مفہوم دونوں پروردگار عالم کی طرف سے نازل کردہ ہیں۔ ان میں ایک حرف تک کا ردوبدل بھی ہو سکا ہے اور نہ ہی ہو سکے گا کیونکہ پروردگار عالم نے اس کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہوا ہے۔ (اس سے متعلق آگے کے ایک مضمون ''قرآن سے متعلق وعدے'' میں پڑھیں)

16. تلاوتِ کلام پاك

یہ ایک طے شدہ امر ہے کہ روئے زمین پر سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب قرآنِ عظیم ہے۔ عام مشاہدہ یہی ہے کہ ایک عام انسانی تصنیف کو ایک سے زیادہ بار پڑھنے کو قطعی جی نہیں چاہتا جبکہ قرآنِ مقدس میں ایسی کشش و برکت ہے کہ پڑھنے والا کبھی نہیں اکتاتا اور نہ ہی بور ہوتا ہے بلکہ شوقِ تلاوت بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ تب ہم یہ نتیجہ اخذ کرنے

مجبور ہو جاتے ہیں کہ خدا ایسی کتاب صرف اللہ کی تنزیل ہی ہو سکتی ہے۔

17۔ اعجازِ قرآن

ایک عام تصنیف پر بحث کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے کسی حصے یا مضمون میں سے کوئی سطر یا چند سطور نکال کر دوسرے مضمون میں رکھ دی جائیں تو ان کے سارے معانی و مفہوم بدل کر رہ جاتے ہیں جبکہ عظیم القدر قرآن کا معجزہ ہے کہ اس کے پہلے پارے کی کسی آیت کو آخری پارے کی کسی آیت سے ملا کر بھی پڑھ لیا جائے تو اس کا اپنا معنی و مفہوم بالکل وہی رہتا ہے۔ یہ خاصہ و اعجاز صرف قرآن کو ہی حاصل ہے۔

18۔ فطری قوانین کے مطابق

اس عظیم الشان تنزیلِ الٰہی کے تمام احکامات اور قواعد و ضوابط فطری قوانینِ انصاف اور انسانی ضمیر کی آواز کے عین مطابق ہیں۔ انسانی ضمیر اور فطری قوانین کا خاصہ ہے کہ نیکی کو اچھا اور بدی کو قابل نفرت گردانتے ہیں۔ اچھائی اور برائی کو قرآن میں الگ الگ اور کھول کر بیان فرمایا گیا ہے۔ اس میں ایسے پیچیدہ اور حیرت انگیز مسائل کے حل بتائے گئے ہیں جن کا ادراک عقلِ انسانی آج تک بھی نہ کر سکی ہے۔ انسانی عقل سے بالاتر اس پُر حکمت کتاب تک رسائی صرف اسی ذاتِ باری تعالیٰ کو ہے جس نے قرآن پاک کو ہمارے انتہائی پیارے نبی ﷺ پر نازل فرمایا۔

19۔ مستند ترین ترتیب

قرآن کے الہامی ہونے پر ایک قوی ترین دلیل یہ ہے کہ اس کی ترتیب اللہ کی منشاء کے عین مطابق ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی ترتیب یا قرآن کے الفاظ و مضمون مین کمی بیشی کا کوئی احتمال نہیں ہو سکتا اور اس بات کی تصدیق سر ولیم میور (Sir William Mure) جیسے مستشرقین بھی کرتے ہیں کہ یہ کلامِ حق ہم تک حرف بحرف پہنچا۔ جب بھی کوئی آیت نازل ہوتی تو رسول ﷺ کاتبِ وحی کو اللہ کے فرمان کے مطابق جو آپ ﷺ تک حضرت جبرئیلؑ کے ذریعے پہنچتا تھا، حکم فرماتے کہ اس کو فلاں آیت کے آگے یا پیچھے لکھ دو، یہ عمل تقریباً تیئیس (23) سالوں تک جاری رہا۔ اور بالآخر ایسی معرکتہ الآرا اور بلند پایہ کتاب مدون ہوئی جس کے سامنے کروڑوں بلکہ اربوں انسانوں کی گردنیں جھک گئیں۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے علاوہ کون جانتا تھا کہ اتنے عرصے کے بعد ایسی مربوط، جامع اور علم و حکمت سے بھرپور کتاب تیار ہو گی (تفصیل کیلئے "قرآن سے متعلق وعدے" آگے پڑھیں)۔

20۔ عالمگیر مساوات کا درس

ہر قدیم صحیفے اور الہامی کتاب کی تعلیمات کسی خاص قوم یا نسل تک محدود رہیں۔ قرآن وہ واحد الہامی کتاب ہے جس کو تمام دنیا کی ہدایت و راہنمائی کیلئے نازل فرمایا گیا اور عالمگیر مساوات اس طرح قائم کی گئی کہ برتری کی بنیاد صرف ایمان اور تقویٰ کو

ٹھہرایا گیا۔ انسانی سوچ ہمیشہ محدود ہوتی ہے وہ پوری نسل انسانی کی مساوات کا تصور نہیں کر سکتی۔ ثابت ہوا کہ یہ کتاب اس مالک وخالق کی ہی تنزیل ہے جس کی نظر میں تمام انسان برابر ہیں۔

21۔ ایک تکنیکی مشاہدہ

ہم دیکھتے ہیں کہ جب بھی کوئی تصنیف منظر عام پر آتی ہے تو اس میں مصنف قارئین سے درخواست کرتا ہے کہ اس میں پائی جانے والی غلطیوں کی نشاندہی کی جائے تا کہ ان کو اگلی دفعہ دور کیا جائے۔ لیکن قرآن کی تو شان ہی کچھ اور ہے، اس کے زیادہ سے زیادہ مطالعے سے اس کی حقانیت اور اعجاز مزید سے مزید تر واضع ہوتا جاتا ہے۔ اس میں غلطی یا لغزش کا ہونا تو ایک طرف، ایسا تصور بھی ناممکن ہے۔ خود فیصلہ کریں کہ کیا ایسی کتاب (نعوذ باللہ) کسی انسان کی تصنیف ہو سکتی ہے؟



ایک عقلی دلیل

عام فہم حقیقت ہے کہ کوئی بھی مصنف اپنی ہی کتاب میں اپنی ہی غلطیوں، خامیوں اور لغزشوں کا ذکر کرنے سے گھبراتا ہے کہ کہیں لوگ دورانِ مطالعہ ایسی چیزیں پڑھ کر اس سے بدگمان وبدظن نہ ہو جائیں۔ لیکن قرآن پاک میں بعض جگہوں پر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو اصلاحی اور تنقیدی پیرائے میں بھی مخاطب فرمایا ہے۔ ظاہر ہے کہ آپ ﷺ سے ایسا خطاب صرف اللہ ہی کرسکتا ہے تاہم اس طرزِ تخاطب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر قرآن (نعوذباللہ) رسول ﷺ کی ذاتی تصنیف ہوتی تو آپ ایسے واقعات کبھی بھی تحریر نہ فرماتے۔

طوالتِ مضمون سے بچنے کی خاطر دو تین مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں،

1۔ بدر کے مشرک قیدیوں سے متعلق حضرت عمرؓ سمیت تمام صحابہؓ کا مشورہ تھا کہ انہیں قتل کردیا جائے لیکن آپ ﷺ نے حضرتِ ابوبکرؓ و دیگر صحابہ کرامؓ کے مشورے سے فدیہ لے کر ان کو رہا کردیا جس پر درجذیل آیات نازل ہوئیں۔

ما کان لنبی ان یکون لہ اسری حتی یثخن فی الارض تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الاخرۃ و اللہ عزیز حکیم (انفال 67/68)

"کسی نبی کو اختیار نہیں کہ وہ کافروں کو زندہ قید کرے جب تک کہ وہ زمین پر ان کا خون نہ بہائے۔ تم لوگ دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ آخرت چاہتا ہے اور اللہ غالب حکمت والا

اور اگر اللہ پہلے سے ایک بات نہ لکھ چکا ہوتا تو اے مسلمانو! تم نے کافروں سے جو بدلے وال لیا، اس میں تم پر بڑا عذاب آتا"۔

سوچنے والی بات ہے کہ اگر قرآن آپ ﷺ کی ذاتی تصنیف ہوتا تو آپ کو اپنے ہی فیصلے پر ایسی تنقید کی کیا ضرورت تھی جبکہ آپ کے تمام صحابہ کرامؓ آپ پر تنقید کرنا تو کجا ایسا سوچنا بھی کفر جانتے تھے۔ ایسے حالات میں آپ اپنے اور اپنے جلیل القدر صحابہ کرامؓ کے فیصلہ کو قطعی طور پر ہدف تنقید نہ بناتے۔ اپنے محبوب نبی ﷺ اور آپکے ساتھیوں کو دنیا طلب قرار دینا اور عذاب کی وعید سنانا صرف اور صرف اس بزرگ و برتر اور خالق و مالک ذات کا اختیار ہی ہو سکتا ہے۔

2۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ کفار مکہ کے ساتھ محو گفتگو تھے کہ ایک اندھے صحابی ابن مکتومؓ حاضر خدمت ہوئے اور باقی لوگوں کی باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے کچھ پوچھنے لگے۔ چونکہ آپ ﷺ پہلے سے ہی دوسرے لوگوں کے ساتھ بات چیت میں مصروف تھے اس لئے ان کی طرف بروقت توجہ نہ فرمائی تو یہ آیات نازل ہو گئیں۔

عبس و تولی ☆ ان جا ، ہ الا عمی ☆ و ما یدریك لعله یز کی ☆ او یذ کر فتنفعه الذ کری ☆ اما من استغنی ☆ فانت له تصدی ☆ وما علیك الا یز کی ☆ وا ما من جا ، ك یسعی ☆ و هو یخشی ☆ فانت عنه تلهی

(عبس۔1تا10)

"جب رسول کی محفل میں ایک اندھا آیا تو اس نے ماتھے پر بل ڈال دیئے اور منہ پھیر لیا تمہیں کیا معلوم کے وہ مزید سدھر جاتا اور تمہاری نصیحت سے فائدہ اٹھاتا۔ دوسری

طرف جو شخص تم سے بے نیازی کرتا ہے، تم اس کی طرف زیادہ توجہ دیتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ اگر وہ ہدایت حاصل نہ کرے تو ہم تم سے باز پرس نہیں کریں گے۔ (جو خدا ترس آدمی تمہاری طرف دوڑتا ہوا آتا ہے، تم اس کی پرواہ نہیں کرتے۔)"

اس واقعہ کی قرآن میں موجودگی دلالت کرتی ہے کہ جب آپ ﷺ کے خلق کو اللہ تعالیٰ اور تمام مفکرین عالم نے عظیم ترین قرار دیا ہے ایسے میں اگر قرآن پاک آپ کی ذاتی تصنیف ہوتا تو آپ ایسا واقعہ کبھی بھی اس میں بیان نہ فرماتے جو آپ ﷺ کے خلق عظیم کے ذرہ بھر بھی منافی نظر آتا اور مشرکین کو اعتراض کا موقعہ فراہم کرتا ہو۔

3۔ خازن، ابن کثیر، ابن ماجہ، نسائی اور صحیح مسلم میں بیان ہے کہ ایک مرتبہ حارث بن نوفل اور عتبہ بن ربعیہ وغیرہ نے آپ ﷺ سے کہا، اگر آپ عمارؓ اور بلالؓ جیسے چھوٹے لوگوں کو اپنے پاس نہ بیٹھنے دیں تو ہم بھی آپ کے پاس بیٹھا کریں۔ آپ ﷺ نے جواب میں کچھ تاخیر فرمائی جس کی وجہ یہ تھی کہ آپ سوچ رہے تھے کہ شائد ایسا کرنے پر مشرک زیادہ قریب آئیں اور بہتر تبلیغ دین ہو سکے۔ ابھی آپ ﷺ اس تجویز کے مضمرات پر غور فرما رہے تھے کہ حضرت جبرئیل یہ پیغام لے کر حاضر خدمت ہوئے۔

ولا تطرد الذین یدعون ربہم بالغدوۃ والعشی یریدون وجھہ ماعلیك من حسابھم من شیء وما من حسابك علیھم من شیء فتطردھم فتکون من الظلمین (انعام۔52)

"اور جو صبح شام اللہ کو پکارتے ہیں انہیں مت دور کرو۔ تم ان کے اعمال کے ذمہ

اور نہیں اور نہ ہی وہ تمہارے اعمال کے جوابدہ ہیں۔ پھر اگر تم انھیں اپنے ہاں سے نکالو تو تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے"۔

ثابت ہوا، اللہ اپنے پکارنے والوں کو کتنا پسند کرتا ہے کہ ان کی خاطر اپنی اس حبیب ذات ﷺ کو بھی سخت گیر لہجے میں مخاطب فرمایا جس کی خاطر تمام کائنات تخلیق فرمائی۔

خود بتائیں کہ کیا ایک مصنف اپنی کتاب میں اپنے آپ کو ایسے تنقیدی پیرائے میں مخاطب کر سکتا ہے؟

ہرگز نہیں۔ تو ماننا پڑے گا کہ قرآن حکیم اسی ذات باری تعالیٰ کی تنزیل ہے جو اپنے حبیب مکرم ﷺ پر بھی تادیب اور اظہار ناراضگی کا اختیار رکھتا ہے۔

درود و سلام آفرین اس عظیم ترین ذات اقدس ﷺ پر جس پر یہ عظیم القدر کتاب نازل فرمائی گئی۔



علمی دلیل

تاریخ کے اوراق الٹنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جہالت اور تاریکی کے جس دور میں نبی خاتم ﷺ مبعوث فرمائے گئے، ایشیاء اور یورپ دونوں براعظموں میں علوم کا نام و نشان تک موجود نہ تھا۔ اگرچہ یونان کے قدیم علماء و حکماء نے ریاضی، نجوم، طب اور منطق وغیرہ پر چند کتابیں لکھی تھیں تاہم اس وقت میڈیا کے نظام کی عدم موجودگی کی وجہ سے وہ عربوں تک نہ پہنچ سکتی تھیں۔ یوں ہم ان مستشرقین سے، جو تعصب اور کینے کی وجہ سے قرآن کو رسول ﷺ کی تصنیف گردانتے ہیں، پوچھتے ہیں کہ ایسے حالات میں ایسی مربوط، جامع، علوم اور حکمت سے بھرپور کتاب کیسے تحریر کی جاسکتی تھی؟ کائنات کے واحد خالق و مالک کا واضح تصور، موت و حیات، عقل و روح کی حقیقت، انسان کا اللہ سے تعلق و ربط، حیات بعد الموت، رسالت، کشش ارضی، قوانینِ فطرت، ملائکہ و خیر و شر کا تصور، اعلاناتِ قران اور پیشگوئیاں، انکشافاتِ غیبیہ، یاجوج ماجوج، امام مہدی اور قیامت وغیرہ کا ذکر تمام ایسی چیزیں ہیں جو اس وقت کے ادب میں قطعی ناپید تھیں۔

رسول اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس سے ہٹ کر اگر ہم کسی عام شخص کے بارے میں بحث کریں تو ایسا قطعی ممکن نہیں کہ وہ ایک قدیم اور جہالت کے دور میں ایسے انکشافات اور پیشگوئیاں کرتا رہے جن کا ثبوت آنے والے سال اور صدیاں فراہم کرتے رہیں۔

آخر کار ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ قرآن عظیم اللہ کی طرف سے ہی انسانیت کی

اور راہنمائی کیلئے ایک تحفہ ہے اور وہی وہ ذات ہے جس کی نظر سے کائنات کا کوئی راز میں ہو سکتا اور اپنی لکھی ہوئی تقدیروں سے بخوبی واقف ہے یہی وجہ ہیکہ اُس نے جو کتاب میں بیان فرمایا، اُس کی پیشنگوئیاں اور اعلانات کے عین مطابق رونما ہو کر رہا۔



باب سوئم عمومی وواقعاتی شہادتیں

دجال، امام مہدی، حضرت عیسیٰؑ کا نزول، یاجوج ماجوج، یومِ حساب و کتاب کا روپذیر ہونا اور دیگر کئی ایسی پیشگوئیاں ہیں جو ابھی ظاہر نہیں ہوئیں تاہم اب ہم ان چند قرآنی انکشافات اور پیشگوئیوں کا مطالعہ کرتے ہیں جنہوں نے حرف بحرف پورا ہو کر قرآن کے الہامی ہونے پر ناقابل تردید ثبوت فراہم کیے۔

لاشِ فرعون

تورات اور قرآن کے مطابق جب فرعون "منفطہ" (Meneptah) اپنے لشکر کے ہمراہ حضرت موسیٰؑ کی قوم بنی اسرائیل کو ختم کرنے کی غرض سے اُن کا پیچھا کرتے ہوئے بحیرہ قلزم تک پہنچا تو اللہ کے حکم کے مطابق بحیرۂ قلزم درمیان سے پھٹ گیا اور آپؑ اور آپ کے ساتھی سمندر پار کر گئے لیکن جونہی فرعون اس کے بیچ پہنچا، سمندر آپس میں مل گیا اور وہ اس میں غرق ہو گیا۔ اس واقعے کا ذکر قرآن اور تورات کے علاوہ کسی اور آسمانی کتاب یا صحیفے میں موجود نہیں ہے اور تورات میں بھی یہیں تک بیان ہے لیکن قرآن نے اس واقعے کے ذکر کے فوری بعد ایک ایسی پیشگوئی کا انکشاف کیا جس پر دنیا تیرہ سو سال تک حیران رہی۔

پہلے اس واقعے کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے۔

وجاوزنا ببنی اسرائیل البحر فاتبعهم فرعون و جنوده بغیا و عدوا حتی اذا ادرکه الغرق قال امنت انه لا اله الا الذی امنت به بنو اسرائیل و انامن المسلمین☆آلن وقد عصیت قبل و کنت من المفسدین۔ (یونس۔90,91)

''اور ہم بنی اسرائیل کو سمندر پار لے گے تو فرعون اور اس کے لشکر نے سرکشی اور ظلم سے ان کا پیچھا کیا یہاں تک کہ وہ ڈوب گے۔ فرعون بولا، میں ایمان لاتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی سچا معبود نہیں اور اسی پر ایمان لاتا ہوں جس پر بنی اسرئیل ایمان لائے۔ پہلے (وہ) نافرمان اور فسادی تھا تو اب ناامید ہو کر ایمان لاتا ہے''۔

اس کے فوری بعد یہ انکشاف فرمایا،

فالیوم ننجیك ببدنك لتکون لمن خلفك ایة و ان کثیرا من الناس عن ایتنا لغفلون (یونس۔92)

''آج ہم تیری لاش کو بچالیں گے کہ تو پچھلوں کے لیے ایک نشانی بن کر رہ جائے اور لوگوں کی اکثریت ہماری نشانیوں سے غافل ہے''۔

یہ آیت جلیلہ تقریباً تیرہ سو سال تک اہل علم کیلئے ایک معمہ بنی رہی اور مسلم علماء و مفسرین اس کی وضاحت کے معاملہ میں بے بس رہے بالآخر بیسویں صدی کے آغاز 1907ء میں انگریز ماہر علم التشریح سر سمتھ (Sir Graftan Elliot Smith) کو منفطہ کی لاش جزیرہ نما سینا کے ساحل پر موجود گرم پانی کے چشمے جسے لوگ ''حمام فرعون'' کے نام سے پکارتے ہیں، سے ملی تو اس آیت کا مفہوم واضح ہو گیا۔ ایک اندازے

کے مطابق یہ فرعون 1263 قبل مسیح میں غرق ہوا تھا یوں آج تک اس واقعہ کو 3263 سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔ فرعون کی لاش آج بھی مصر کے عجائب گھر میں رکھی ہوئی ہے اور اس کا نظارہ لاکھوں بلکہ کروڑوں لوگ کر چکے ہیں۔ یوں اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق آج تک فرعون کی لاش کو ہمارے لئے نشانی کے طور پر بچائے رکھا۔

نتلوا علیك من نبا موسیٰ و فرعون بالحق لقوم یومنون (قصص۔3)

"ہم تمہیں موسیٰ اور فرعون کی سچی باتیں اہل ایمان کی خاطر بتاتے ہیں"۔

اہل علم و عقل خود ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کیا ایسا انکشاف، قرآن کے علاوہ کسی اور کتاب کا خاصہ ہو سکتا ہے؟

انکشاف سے مراد کسی چیز کا وہ علم سامنے لانا ہے جو مقدر ہو چکا ہو یا موجود تو ہو پر ہمارے لیے نامعلوم یا بعید از قیاس ہو۔ اور فرعون کی لاش کے بارے میں کوئی انسان تو نہیں مگر وہ ذاتِ حق، جس نے اسے محفوظ کیا ہوا تھا، جانتی تھی اور وہ ذات سوائے اللہ کے اور کون ہو سکتی ہے۔

قرآن میں فرعون اور موسیٰ کا واقعہ اہل تحقیق کیلئے جائے سخن اور ایمان والوں کیلئے واقعاتی استدلال ہے جو اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ قرآن علومِ کائنات کا ایسا سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں۔ اور اس کی صحیح پہچان ذاتِ محمد ﷺ کے علاوہ کسی اور کو میسر نہیں۔

☆☆☆

روم کی حیران کن فتح

616ء میں فارس (ایران) اور روم کے مابین ہونے والی جنگ میں روم کو شکست ہوئی تو اہلِ روم کے اہلِ کتاب ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کو رنج ہوا جبکہ کفارِ مکہ نے اپنے حلیف ملک فارس کی فتح پر جشن منائے۔ مسلمانوں کی اس افسردگی پر درج ذیل آیات نازل ہوئیں۔

غلبت الروم ☆فی ادنی الارض و هم من بعد غلبهم سیغلبون ☆ فی بضع سنین لله الامر من قبل و من بعد و یومئذ یفرح المومنون

(روم۔2تا4)

"پاس والی زمین میں رومیوں کو شکست ہوئی اور اپنی اس مغلوبی کے بعد عنقریب ہی چند برسوں میں پھر غالب ہو جائیں گے۔ آگے اور پیچھے صرف اللہ ہی کا حکم چلتا ہے اور اس دن ایمان والے خوش ہونگے"۔

خبر وحی کے فوری بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مدینے کی گلیوں میں اعلان کیا کہ ایران کو بہت جلد شکست کا سامنا کرنا پڑے گا۔

چونکہ ایرانیوں کی اس وقت کی عظیم ترین طاقت کو دیکھتے ہوئے یہ بات قطعی ناممکن اور مضحکہ خیز لگتی تھی اس لئے کفار نے آپؓ سے ٹھٹھے شروع کر دیئے۔ ابی بن خلف کہنے لگا، دس دس اونٹنیوں کی شرط لگالو کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ شرط حرام تھی لیکن دینِ محمد اور قرآن کی سچائی ثابت کرنے کیلئے آپؓ راضی ہو گئے اور شرط کی معیاد تین سے چھ برس

تک رکھی۔ جب یہ خبر نبی پاک ﷺ تک پہنچی تو آپ نے ابو بکرؓ سے فرمایا کہ آیتِ مذکورہ میں لفظ 'بضع" سے مراد تین سے نو برس ہے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ دوبارہ ابی بن خلف کے پاس گئے اور معیاد بڑھا کر دس کی جگہ سو اونٹیاں شرط کے طور پر مانیں۔

ٹھیک سات برس بعد روم اور ایران کے درمیان خونریز معرکہ ہوا اور رومی حیرت انگیز طور پر فاتح قرار پائے اور اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہا۔

جب یہ خبر مدینہ پہنچی تو حضرت ابو بکر صدیقؓ، ابی بن خلف کے وارثوں کے پاس گئے کیونکہ ابی تب تک مر چکا تھا، انہوں نے شرط پوری کر دی اور آپؓ نے حضور ﷺ کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے تمام اونٹنیاں غرباء و مساکین میں تقسیم کر دیں۔

ایسی پختہ شہادت آجانے کے بعد تو سوجھ بوجھ رکھنے والے لوگ حیرت سے چلا اٹھتے ہیں،

تنزیلا ممن خلق الارض والسموت العلی (طٰہٰ۔4)

"یہ کتاب (قرآن) ارض و سماء کے خالق کی اُتاری ہوئی ہے"۔

☆☆☆

وعدہِ خلافت و حکومت

ہجرت کے پانچویں سال تک مسلمانوں کا اثر و رسوخ صرف مدینہ کی حد تک تھا۔ پورا عرب مسلمانوں کے خلاف تھا اور قیصر و کسریٰ جیسی اس وقت کی سپر طاقتیں بھی عربوں کے ساتھ تھیں۔ اس وقت تک نہ تو مسلمانوں نے خیبر فتح کیا تھا اور نہ ہی مکہ اور طائف۔ تاریخ بتاتی ہے کہ ایسے حالات میں مٹھی بھر مسلمانوں کا ان تمام سلطنتوں کو پچھاڑ دینا ناممکن اور قطعی مضحکہ خیز نظر آتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرما کر دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔

وعد الله الذين امنو منكم و عملو الصلحت ليستخلفنهم في الارض كما استخلف الذين من قبلهم (نور۔55)

"اور تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اچھے کام کرتے ہیں، اللہ انکو زمین میں ضرور خلاف اور حکومت عطا فرمائے گا جیسے ان سے پہلوں کو دی تھی۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے"۔

آیئے اوراق تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں کہ اللہ نے جس وعدے کا انکشاف فرمایا تھا کیونکر پورا فرمایا؟

مذکور وعدے کے بعد اور وصال رسول ﷺ سے پہلے یمن سے اردن اور خلیج فارس سے بحیرہ قلزم تک کا تقریباً چودہ لاکھ مربع میل رقبہ اسلامی قبضے میں آ چکا تھا۔

آپ ﷺ کے بعد 635ء میں دمشق، 636ء میں حمص و فلسطین، 638ء میں شام 641ء میں مصر 642ء میں ایران، 647ء میں افریقہ کے تمام شمالی ساحلی علاقے، 674ء میں بخارا و سمرقند اور 711ء میں تمام ہندوسپانیہ (سپین) کے علاقے مسلمانوں کی تحویل میں آئے۔ تاریخ کے مطابق سکندر اعظم کے بعد روئے زمین کا دوسرا بڑا فاتح مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ حضرت عمرؓ ہیں۔ کہ تقریباً آدھی دنیا آپؓ کے قدموں تلے تھی۔ یوں اللہ نے حسبِ وعدہ ایمان لانے اور صالح اعمال کے بدلے میں مسلمانوں کو اپنی زمین پر اتنی بڑی خلافت عنائت فرمائی لیکن اس کے بعد جب انہوں نے اللہ کی رسی کو چھوڑا تو ذلت کا شکار ہو گئے۔ اس کے باوجود آج بھی دنیا کے نقشے پر سب سے زیادہ ملک مسلمانوں کے ہی ہیں۔ یوں اللہ نے اپنی کتاب میں جو وعدہ کیا اس کو لفظ بلفظ پورا فرمایا اور یہ کیسے نہ ہوتا؟

واللہ غالب علی امرہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون (یوسف۔21)

"اللہ اپنی بات کو قوت اور غلبے سے پورا کرتا ہے لیکن اکثر لوگ یہ نہیں جانتے"۔

☆☆☆

غلبہ دینِ حق

پروردگار عالم نے فتح مکہ سے دو سال قبل یہ گواہی دی۔

هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره الدین کله و کفی بالله شهیدا (فتح۔28)

"وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے تمام دیگر دینوں پر غالب کردے اور اللہ ہی اس بات کا گواہ کافی ہے"۔

رب نے جب اس گواہی کا انکشاف فرمایا تو مسلمانوں کی تعداد چند ہزار سے زیادہ نہ تھی جبکہ آتش پرست، بت پرست، اہلیان کتب اور دیگر مذاہب کے افراد لاکھوں میں تھے۔ ان حالات میں کسی نئے دین کا پنپنا ناقابل بحث محسوس ہوتا تھا لیکن آپ ﷺ کا دین حق و سچ پر مبنی تھا اس لیے اللہ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا (پچھلے مضمون میں مسلمانوں کی فتوحات کا ذکر موجود ہے) مسلمان جہاں کہیں بھی گئے، لوگ ان کے حسن مذہب اور حسن سلوک کو دیکھ کر دھڑا دھڑ دائرہ اسلام میں داخل ہوتے چلے گئے۔

المختصر آج آپ نقشہ زمین پر غور کریں تو اس میں ایسی کوئی جگہ نظر نہیں آئے گی جہاں اسلام موجود نہ ہو۔ اس کے پیروکاروں کی تعداد لاکھوں کروڑوں میں نہیں بلکہ اربوں میں ہے۔ ایشیاء اور افریقہ تو پہلے ہی دین حق کے گرویدہ ہو گئے تھے یورپ، آسٹریلیا اور امریکہ میں جس تیزی سے اسلام پچھلے دو عشروں سے پھیلا ہے اور پھیل رہا ہے تمام دنیا کے سامنے ہے۔

انجامِ ابولہب

ابولہب اسلام اور مسلمانوں کے بدترین دشمنوں میں سے ایک تھا۔ اس نے ایک ایسی جماعت تیار کر رکھی تھی جس کا کام صرف اور صرف حضور ﷺ اور صحابہ کرام کو تنگ کرنا تھا۔ یہ لوگ نماز پڑھتے وقت سیٹیاں بجاتے، شور مچاتے اور آوازے کستے تھے۔ ابولہب کی بیوی اُمِ جمیل کے ذمے روزانہ حضور ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھانے کا کام تھا جسے وہ باقاعدگی سے سرانجام دیا کرتی تھی۔

ابولہب کے انجام سے قبل ایک امر کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں بعض ایسی چیزیں بھی ہیں جن کا مستقبل (آئندہ) کے زمانے میں روپذیر ہونا اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمادیا ہے، کا ذکر ماضی کے صیغے میں ملتا ہے۔ جیسے

اقتربت الساعة وانشق القمر (قمر۔1)

"قیامت پاس آگئی اور چاند پھٹ گیا"۔

یعنی جب قیامت آئے گی تو چاند پھٹ جائے گا۔ مستقبل کے واقعے کا ذکر ماضی میں ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو مکالمہ قیامت کے روز ہوگا، بھی سورہ مائدہ میں (114تا119) ماضی کے صیغے میں بیان فرمایا گیا ہے۔

جب ابولہب کے سیاہ کرتوت حد سے بڑھ گئے تو نیچے دی گئی آیات نازل ہوئیں۔

يد ا آبي لهب و تب ☆ ما اغنى عنه ماله و ما كسب سيصلى نارا
لهب ☆ و امرا ته حمالة الحطب فى جيد ها حبل من مسد

(لهب۔1 تا5)

"ابولہب کے دونوں ہاتھ بے کار ہو گئے اور وہ ہلاک ہو گیا۔ اسے اس کی دولت نہ
وہ عنقریب بھڑکتی آگ میں جلے گا اور اس کی بیوی کے گلے میں کھجور کی کھال کی
ے گی"۔

یہ آیات ابولہب کے انجام سے بارہ سال قبل نازل ہوئیں۔ بارہ برس بعد واقعہ بدر
یا تو ابولہب نے اپنی طرف سے ایک سیاہ فام غلام کو لڑنے کے لیے بھیج دیا۔ کفار کی
کی خبر جب اس تک پہنچی تو اس کا دماغی توازن بگڑ گیا اور جسم پر کوڑھ نمودار ہو گیا۔
عضاء بے کار ہو گئے اور آخر کار سسک سسک کر تنہائی میں مرا اس کے بعد کئی روز
س کی لاش پڑی سڑتی رہی اور بالآخر محلے والوں نے حبشیوں سے اٹھوا کر دفن
ں۔

رہا ام جمیل کا بیان تو ایک روز جب وہ لکڑیوں کا گٹھا اٹھا کر گھر جا رہی تھی کہ چلتے
ٹھوکر لگی اور اس کی رسی سرک کر اس کے گلے میں پھنس گئی جس سے وہ تڑپ تڑپ کر
ہوئی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے منکشف یہ پیشگوئی حرف بحرف درست ثابت ہوئی۔

ابو جہل کی داستان عبرت

ابو جہل کی اسلام دشمنی سے تمام دنیا واقف ہے۔ وہ ہمیشہ مسلمانوں کو خانہ کعبہ میں عبادت سے روکتا تھا۔ چونکہ مسلمانوں کی تعداد اس وقت انتہائی قلیل تھی اس لیے اس کا کچھ بگاڑ نہ سکتے تھے۔ ایک دفعہ اس نے آنحضرت ﷺ کو سرِ عام دھمکی دی، اگر آپ آئندہ کعبے میں داخل ہوئے تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

ارء یت الذی ینهی ☆ عبدا اذا صلی ☆ ارء یت ان کان علی الهدی ☆ او امر بالتقوی ☆ ارء یت ان کذب و تولی ☆ الم یعلم بان الله یری ☆ کلا لئن لم ینته لنسفعا بالنا صیه ☆ نا صیه کا ذبة خا طئة ☆ فلید ع نا دیه ☆ سندع الزبانیه ☆ کلا لا تطعه و اسجد و اقترب (علق۔9تا19)

"کیا تو نے اس شخص کو دیکھا ہے جو ہمارے بندے کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے۔ کیا اس نے کبھی نہیں سوچا کہ شاید وہ بندہ ہدایت پر ہو اور روکنے والا جھوٹا اور سرکش۔ کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ سب دیکھتا ہے اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اس کو جھوٹ اور خطاکاری پر پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹیں گے۔ اس سے کہنا کہ تب وہ اپنے مددگاروں کو بلا لے اور ہم اپنے سپاہیوں کو بلائیں گے۔ (اے رسول) اس کی بات نہ مانو بلکہ سجدے میں گر کر ہمارے قرب حاصل کرو۔"

ان آیات کا بغور مطالعہ کرنے سے ہماری نظر اللہ کی اس پیشگوئی پر جا ٹکتی ہے کہ اگر ابو جہل باز نہ آیا تو ہمارے سپاہی اسے بالوں سے پکڑ کر زمین پر گھسیٹیں گے۔ اللہ کا یہ انکشاف اس وقت پورا ہوا جب غزوہ بدر کے موقعہ پر دو نوجوان بھائیوں معاذؓ اور معوذؓ نے ابو جہل کو پہلے تو ڈھونڈ کر قتل کیا اور بعد میں اسے بالوں سے پکڑ کر خدمتِ رسول ﷺ میں پیش کرنے کی خاطر دور تک گھسیٹتے چلے گئے لیکن رستے میں ان کی مدبھیڑ ابو جہل کے بیٹے عکرمہ اور اس کے ساتھیوں سے ہو گئی جس میں دونوں بھائی شہید ہو گئے۔ اس کے بعد عبد اللہ بن مسعودؓ وہاں سے گزرے تو ابو جہل کی لاش پڑی دیکھی تو اسے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا لیکن چند قدموں کے بعد اس خبیث کا سر ہی جسم سے الگ کر کے خدمتِ اقدس ﷺ میں لے جانا مناسب خیال کیا۔ ابو جہل چونکہ اللہ کے خبردار کرنے کے بعد بھی باز نہ آیا اس لیے بالکل اسی طرح انجام کو پہنچا جس طرح اللہ نے اپنی مقدس کتاب میں تصریح فرمائی تھی اور ایسا کیوں کر نہ ہو تا کہ،

قل انزله الذی یعلم السر فی السموت والارض (فرقان-6)

"(اے رسول) کہ دو کہ یہ کتاب اس رب کی اُتاری ہوئی ہے جو زمین اور آسمان کے تمام رازوں سے باخبر ہے"

☆☆☆

یہودیوں سے متعلق انکشافات

نزول قرآن کے وقت قرآن کے متعلق بار بار اعتراضات اٹھانا یہودیوں کی پسندیدہ عادت تھی۔ ہر وقت قرآنی آیات کو جھوٹا (نعوذباللہ) ثابت کرنے کی کوششوں میں مصروف رہتے تھے۔ اس کے علاوہ ان کا یہ خاص اعتقاد تھا کہ جنت صرف اور صرف ان کے لیے تخلیق کی گئی ہے اور دیگر کوئی قوم حتی کہ مسلمان بھی اس میں داخلے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔

اس دعویٰ پر رب تبارک وتعالیٰ نے ان کو کڑی صورت حال سے دوچار کر دیا۔

قل ان کانت لکم الدار الاخرۃ عند اللہ خالصۃ من دون الناس فتمنوالموت ان کنتم صدقین☆ ولن یتمنو ہ ابدا بما قدمت ایدیھم واللہ علیم بالظلمین (بقرہ 94,95)

"تم ان سے کہو کہ اگر پچھلا گھر (جنت) اللہ کے نزدیک صرف تمہارے لیے ہے اوروں کے لیے نہیں تو اگر تم سچے ہو تو موت کی آرزو کرو لیکن اس سے پہلے تک وہ جو بد اعمالیاں کر چکے ہیں ان کی وجہ سے وہ ہرگز ایسی تمنا نہیں کریں گے اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے"۔

عام تاریخِ عرب تو ایک طرف یہودیوں کی اپنی تاریخ بھی شاہد ہے کہ وہ اگرچہ ہر وقت قرآنی آیات کی (نعوذباللہ) تکذیب میں لگے رہتے تھے اس کے باوجود وہ موت کی تمنا

ذکر سکے جس کی دو وجوہات سامنے آتی ہیں۔

اول یہ کہ وہ دل ہی دل میں قرآن کی حقیقت اور اللہ کی دھمکی سے آگاہ تھے۔ اور دوئم یہ کہ ا

ان کا دعویٰ قطعی جھوٹا تھا۔

ان کو چاہیے تو یہ تھا کہ وہ موت کی آرزو کرتے (جب کہ قرآن میں ارشاد تھا کہ وہ

موت کی تمنا نہیں کریں گے) اور بعد میں کہتے، دیکھو محمد کا قرآن (نعوذ باللہ) سچ نہیں

ہے، ہم نے تو اس کے برعکس کر دکھایا لیکن وہ ایسا نہ کر سکے۔ حدیث رسول ﷺ ہے کہ

اگر وہ موت کی خواہش کرتے تو دنیا پر ایک بھی یہودی زندہ نہ بچتا۔ اور یہی وہ وجہ تھی جس

کے باعث وہ یہ خواہش نہ کر سکے اور قرآن کا صدق اور وحی ثابت ہو کر رہے۔ ایک اور جگہ

فرمایا

سیقول السفھاء من الناس ماولھم عن قبلتھم التی کانو علیھا (بقرہ۔142)

"اب یہ جاہل لوگ یہ کہیں گے کہ مسلمانوں کو پہلے قبلے سے کس نے پھیر دیا ہے"۔

اس بار یہودیوں کو قبلہ کی تبدیلی پر خاموشی کا مظاہرہ کرنا چاہیے تھا کہ ہم نے

قرآن کے فرمان سے قطع نظر قبلے کی تبدیلی پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ یوں (نعوذ باللہ)

قرآن کی حقانیت مشکوک ہے لیکن ہوا وہی جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں واضع فرمادیا تھا

اور یہودیوں نے قبلے کی تبدیلی پر شدید احتجاج کیا۔ یہودیوں نے ہر بات فرمان قرآن کے

مطابق ہی کیونکر پوری کی؟ اس کا جواب درج ذیل آیت میں ملتا ہے۔

واعلموان الله يحول بين المرء و قلبه (انفال-24)

''اور یاد رکھو کہ اللہ کا حکم انسان کے دل کے ارادوں میں حائل ہو جاتا ہے''۔

اللہ اپنے احکام پر عمل کروا کر اپنی تنزیل (قرآن) کو ایسے معجزانہ ثابت کرتا ہے۔



آسمانی بجلی

مشرکینِ مکہ کے سرداروں میں سے ایک کے پاس آنحضرت ﷺ نے تبلیغ حق کے لیے چند صحابہ کرامؓ کو بھیجا تو وہ ان سے ازراہ تمسخر اوٹ پٹانگ باتیں پوچھنے لگا کہ اللہ کون ہے؟ کیسا ہے؟ لوہے کا بنا ہے یا سونے چاندی کا؟ صحابہ برہم ہو کر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے دوبارہ جانے کا حکم صادر فرمایا۔ اس دفعہ بھی اس نے وہی رویہ اختیار رکھا تو صحابہؓ رنجیدہ حالت میں پلٹ آئے۔ تیسری مرتبہ پھر حکم ہوا کہ جاؤ اور صبر کا دامن نہیں چھوڑنا۔ یقیناً اس میں کوئی مصلحت پوشیدہ تھی۔ اس مرتبہ وہ تنگ آگیا اور بدزبانی اور گالی گلوچ پر اتر آیا۔ اسی اثناء میں صحابہ کرام کے دیکھتے ہی دیکھتے ایک بدلی آئی جس میں اچانک ایک گرج پیدا ہوئی اور اس کی بجلی اس مشرک کے سر پر آن پڑی جس سے وہ پل بھر میں جل کر راکھ ہو گیا۔ صحابہ کرامؓ دوڑے دوڑے آنحضرت کے پاس پہنچے تا کہ صورتحال عرض کر سکیں۔ ابھی زبان کھلی ہی نہ تھی کہ نبی ﷺ نے فرمایا تم جس گستاخ کے پاس گئے تھے وہ

ں کر راکھ ہو گیا ہے۔ صحابہ کرامؓ ششدر رہ گے تو استفسار پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابھی

یل یہ آیت لیکر آئے تھے۔

یسبح الرعد بحمده و الملئكته من خيفته و يرسل الصوا عق فيصيب

ا من يشاء وهم يجاد لون فى الله وهو شديد المحال (رعد۔13)

"اور گرج اللہ کی تسبیح اور تعریف کرتی ہے اور فرشتے بھی اس کے ڈر سے۔ اور اللہ

ک بھیجتا ہے تو اسے جس پر چاہتا ہے ڈالتا ہے۔ ایسا ہے کہ وہ اللہ کے بارے میں جھگڑا

رتے ہیں اور اس کی پکڑ بہت سخت ہے"۔



پانچ دشمنانِ دین

کفار کے پانچ سردار عاص بن وائل، اسود بن عبد المطلب، اسود بن یغوث، حارث

ن قیس اور ولید بن مغیرہ، ہر وقت حضور اکرم ﷺ کا مذاق اڑاتے اور تنگ کرتے رہتے

تھے۔ ایک روز آپ مسجد حرام میں تشریف لے گئے تو یہ پانچوں خبثاء بھی پہنچ گئے اور طعن و

تشنیع بکنے لگے اس پر حضرت جبریلؑ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے

ولید بن مغیرہ کی پنڈلی کی طرف، عاص کے پاؤں کی طرف، اسود بن مطلب کی آنکھوں کی

طرف اور اسود بن یغوث کے پیٹ کی طرف اور حارث کے سر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا

کہ جلد ہی اللہ ان کے شر دور فرمائے گا اور ساتھ ہی ذیل کی آیات پہنچائیں۔

انا کفینک المستھزء ین☆ الذین یجعلون مع اللہ الھا اخر فسوف یعلمون(حجر۔95,96)

"بیشک ان مذاق اڑانے والو کے لیے آپ کی طرف سے ہم ہی کافی ہیں جو اللہ کے ساتھ دوسرے معبود شریک ٹھہراتے ہیں تو بہت جلد یہ لوگ انجام کو پہنچ جائیں گے"۔

چنانچہ تھوڑے ہی عرصے بعد یہ گستاخ طرح طرح کی بلاؤں کا شکار ہوئے۔ ولید بن مغیرہ کی پنڈلی میں ایک تیر فروش کی دوکان کے پاس سے گزرتے ہوئے حیران کن انداز میں ایک تیر گھس گیا۔ لاکھ علاج کیے پر زخم بگڑتا ہی چلا گیا اور آخر اسی زخم کی وجہ سے تڑپ تڑپ کر ہلاک ہوا۔

عاص کے پاؤں میں کانٹا چبھا جس سے اس کا پاؤں زہرباد ہوا اور اونٹ کی طرح موٹا ہو گیا اور وہ اسی کراہت میں چل بسا۔

اسود بن مطلب کی آنکھوں میں ایسا درد اٹھا کہ وہ بے قراری میں اپنا سر دیوار سے ٹکرایا کرتا اور کہا کرتا تھا،

"مجھے محمد نے قتل کیا ہے"

اور یہی بیماری اس کو لے ڈوبی۔

اسود بن یغوث کو استسقاء ہوا جس سے اس کا پیٹ پھول گیا اور اسی مرض میں

اں رگزر گزر کر واصل جہنم ہوا۔

حارث بن قیس کی ناک سے خون اور پیپ بہنا شروع ہو گئی اور آخر کار اسی حال میں

انجام کو پہنچا۔

☆☆☆

قرآن سے متعلق وعدے

1۔ **انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحفظون** (حجر۔9)

''بیشک ہم نے اسے (قرآن کو) نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے''۔

2۔ **ان علینا جمعه و قرانه ☆ فاذا قرانه ☆ ثم ان علینا بیانه** (قیامہ۔17تا19)

''بیشک اس کو اکٹھا کرنا (مدون و مرتب کرنا) اور پڑھنا ہمارے ذمے ہے پھر جب

ہم اس کو (جبریلؑ کے ذریعے) پڑھیں تو ساتھ ساتھ پڑھو۔ پھر بیشک اس کی باریکیوں کو

ظاہر کرنا (تفسیر سامنے لانا) بھی ہمارے ذمے ہے''۔

درج بالا آیات میں قرآن سے متعلق اللہ تعالیٰ نے تین وعدے بیان فرمائے ہیں

1۔ یہ کہ اللہ خود ہی قرآن کی حفاظت کا کام سر انجام دے گا۔

2۔ یہ کہ اس کو اکٹھا کرنا اور ترتیب دینا اللہ کی اپنی ذمہ داری ہے۔

3۔ اور یہ کہ اس کی باریکیوں یعنی تفسیر کے بیان کا بندوبست بھی وہی کرے گا۔

قرآن کے تحفظ و ترتیب اور تفسیر سے متعلق اللہ نے کیا کیا ظاہری

اسباب تخلیق فرمائے ،ان کے ذکر سے قبل یہ بیان کرنا ضروری محسوس ہوتا ہے کہ چونکہ ہمارا ایمان ہے کہ کائنات میں ہونے والا ہر عمل چاہے چھوٹا ہو یا بڑا صرف اور صرف اللہ کی توفیق ورضا سے سرانجام پاتا ہے۔ حتیٰ کہ ہم سانس لیتے ہیں یا آنکھ تک جھپکتے ہیں تو اسی کی توفیق ورضا سے۔اسی طرح اللہ نے اپنے وعدوں کو سچ کرنے کیلئے ایسے حالات وواقعات پیدا فرماتا ہے کہ وہ پوری غلبت سے ثابت ہو کر رہتے ہیں۔وہ ہم انسانوں میں سے ہی رسولوں، نبیوں، ولیوں، کاتبوں، خلیفوں سپہ سالاروں اور ہر شعبہ کے حامل لوگوں کو چن کر ان کے ذریعے سے اپنے فرمان کی تکمیل کرالیتا ہے۔ جیسے قرآن کا ہم تک پہنچنا حضور ﷺ کے درمیانی واسطے کی وجہ سے ممکن ہوا۔

قرآن کی حفاظت کا سب سے بڑا ثبوت تو یہی ہے کہ قرآن بلا کسی حرف کی کمی بیشی کے ہم تک پہنچا اور قیامت تک ایسا ہی رہے گا۔ آیئے جائزہ لیتے ہیں کہ قرآن کی حفاظت اور ترتیب کے اسباب اللہ تعالیٰ کس طرح تخلیق فرمائے۔

فرمان باری تعالیٰ کی رو سے ہمارا ایمان ہے کہ حضور ﷺ قرآن کے سلسلے میں سوائے وحی کے کچھ نہ فرماتے تھے۔ سیرت واحادیث کی تمام کتابیں اس امر پر متفق ہیں کہ جبریل جب بھی کوئی آیت لے کر آتے تھے تو ساتھ یہ ہدایت بھی لاتے تھے کہ اس آیت کو فلاں آیت کے آگے یا پیچھے رکھ دیں۔ اس پر آپ ﷺ اپنے کاتبین کے ذریعے اس کو چمڑے، چھال، ٹھیکری، کپڑے یا کاغذ وغیرہ پر لکھوا دیتے اور حسب ہدایت رکھنے کا حکم

ماتے۔ حضرت عائشہؓ کے ہاں ایک مخصوص صندوق تھا جس میں یہ تمام آیات اسی
تیب کے ساتھ رکھی ہوئی تھیں۔ جس ترتیب کے ساتھ حضور ﷺ خود تلاوت فرمایا
رتے تھے۔ حفظ قران کو باعث ثواب ہونے کے ساتھ ساتھ اعزاز خیال کیا جاتا تھا۔
صال رسول ﷺ کے وقت صحابہ کی کل تعداد چار لاکھ کے قریب تھی اگر اس میں سے
س فیصد حصے کو بھی حافظِ قرآن مانا جائے توان کی تعداد چالیس ہزار بنتی ہے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دور میں جب مسلیمہ کذاب کے خلاف لڑائیوں میں
حفاظ کی ایک کثیر تعداد شہید ہوگئی تو آپؓ نے حضرت عمرؓ کے مشورے پر کاتب اعظم زید
ن ثابتؓ کی زیر صدارت ایک کمیٹی تشکیل دی جس کے ذمے قرآن کا مکمل نسخہ تیار کرنے کا
کام لگایا گیا۔ تین سال کی محنت کے بعد انہوں نے قرآن کا ایک مکمل نسخہ تیار کر کے حضرت
حفصہؓ بنت عمر فاروقؓ کی تحویل میں دے دیا۔ حضرت عثمانؓ کے دور میں حضرت زید بن
ثابتؓ کو دوبارہ طلب کر کے ان سے متعدد نقول تیار کروا کر سلطنت اسلام کے مختلف
شہروں اور قصبوں میں روانہ کی گئیں۔

مشہور مستشرق سر ولیم میور لکھتا ہے،

”اس بات کے ماننے کی زبردست وجوہات ہیں کہ رسول ﷺ کی زندگی میں
متفرق طور پر لکھے ہوئے نسخے صحابہؓ کے پاس موجود تھے اور ان پر پورا قرآن موجود تھا“۔

درج بالا حقائق کی روشنی میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حسب وعدہ

قرآن کو محفوظ کرنے اور اس کو مرتب کرنے کے اسباب اور وسائل پیدا فرمائے جس کی وجہ سے یہ ہم تک بالکل اسی حالت میں پہنچا جس میں نازل ہوا تھا۔ واضح رہے کہ قرآن واحد الہامی کتاب ہے جس میں کوئی ردوبدل نہیں ہو سکا۔ اور کیسے ہو سکتا تھا کہ پوری انسانیت تو کیا کائنات کی ہر شے اس ذات کے وعدے کے آگے بے بس ہے۔

تفسیر و ترجمہ

قرآن کا ترجمہ اس وقت تک سو سے زائد زبانوں میں ہو چکا ہے اور تفاسیر کی تعداد چار ہزار کے لگ بھگ ہے۔ ذیل میں چند مشہور و معرف تفاسیر کا ذکر بطور نمونہ پیش کیا جاتا ہے ورنہ مترجمین و مفسرین کی تعداد بیرون از شمار ہے۔

نام	ترجمہ و تفسیر	سال
امام محمد بن جریر طبری	جامع البیان ، عن تاویل ای القرآن	871ء
علامہ محمود زمخشری	لکشاف	1108ء
علامہ فخر الدین رازی	مفاتیح الغیب	1307ء
قاضی ثناءاللہ پانی پتی	المظہری	1800ء تقریبا
سر سید احمد خان	تفسیر احمد یہ	1879ء نامکمل
شاہ ولی اللہ	فتح الخبیر	1880ء

محمد احسان عباسی	اردو ترجمہ	1892ء
احتشام الدین مرادی	اکسیر اعظم	1893ء
مرزا حیرت دھلوی	ترجمہ وحاشیہ	1899ء
ابو محمد عبدالحق حقانی	فتح المنان، بتفسیر القرآن	1900ء
احمد رضا خان بریلوی	ترجمہ و حاشیہ	1910ء
عبدالحق دہلوی	تفسیر حقانی	1910ء
ثناء اللہ امرتسری	ثنائی	1915ء
سید رشید رضا مصری	المنار	1925ء تقریباً
ابو محمد مصلح	توضیع القرآن	1926ء
ابراہیم بیگ مرزا	منظوم ترجمہ	1934ء
مولانا ابوالکلام آزاد	ترجمان القرآن	1936ء
مولانا احمد علی لاہوری	ترجمہ وحاشیہ	1937ء
انتظام علی شہابی	تفسیر	1948ء
آغا رفیق بلند شہری	اعجاز قرآن	1950ء
ابوالاعلیٰ مودودی	تفہیم القرآن	1951ء

سید قطب شہید	فی ظلال القرآن	1955ء
غلام احمد پرویز	مفہوم القرآن	1961ء
امین احسن اصلاحی	تدبر القرآن	1967ء
مفتی محمد شفیع	معارف القرآن، احکام القرآن	1972ء

عہدِ حاضر میں پیر کرم شاہ الازہریؒ کی تصنیف "ضیا القرآن" بلند پایہ ترین تفسیر خیال کی جاتی ہے جو کہ 19 سال کی محنت کے بعد مکمل ہوئی۔ غلام مرتضیٰ ملک کی تفسیر کو بھی دور جدید میں نمایاں مقام حاصل ہے۔ اس کے علاوہ بنگلہ زبان میں 50 تفاسیر و تراجم کا پتہ چلا ہے۔ مولانا محمد ادریس نے پشتو میں 13 جبکہ محمد سلیم پرنسپل اورنٹیل کالج منصورہ (سندھ) نے چھ سندھی تفاسیر و تراجم کا ذکر کیا ہے۔

یورپی زبانوں کے تراجم میں سے چند مشہور و معروف ترجمے یہ ہیں۔

مترجم	زبان	سال ترجمہ
راہب پیٹر فرانسیسی	لاطینی	1143ء
فادر لوئس۔ مراکش	لاطینی	
فریڈرک	لاطینی	1768ء

موسیو سواری	لاطینی	1752ء
کارسن ناسی	لاطینی	1829ء
جی-پاتھیئر	فرانسیسی	1852ء
موسور ہناش	فرانسیسی	==
ڈاکٹر موریس	فرانسیسی	==
یعقوب بن اسرائیل	عبرانی	1634ء
موسو یگر	جرمنی	1752ء
مارٹن لوتھر	جرمنی	1500ء کے قریب

اس کے علاوہ بے شمار آیات جو ماضی میں متشابہات تھیں ان میں سے کئی کی تفسیر او باریکیوں کو اللہ نے ایسے کھولا کہ محکمات کا درجہ اختیار کر گئیں۔ (محکمات و متشابہات کے مضمون میں پڑھیں) اور جو باقی بچ رہی ہیں انشاء اللہ ان کو آنے والے وقت میں جدید علوم واضح کر دیں گے۔ اس طرح اللہ کا تفاسیر کھولنے کا یہ اعلان پورا ہو کر رہا اور نئی چیزیں سامنے آنے اور زمانے کے تغیرات کی وجہ سے ترجمہ اور تفاسیر میں بھی تبدیلی آتی رہی (تفصیل اختلاف ترجمہ و تفسیر میں پڑھیں) لیکن قرآن کی حیثیت دائمی ہے اور دائمی رہے گی اور کوئی باطل اسمیں راہ نہیں پا سکتا۔

لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه تنزیل من حکیم حمید

(حٰم سجدہ۔42)

"اور باطل کو اس (قرآن) کی طرف کوئی راہ نہیں، نہ اس کے آگے اور نہ پیچھے۔ یہ خوبیوں اور حکمت والے رب کی طرف سے اتاری ہوئی (کتاب) ہے"۔

☆☆☆

حسن الفاظِ قرآن

کلامِ الٰہی ہونے کے ناطے قرآنی آیات کے حسن کا بیان تو ممکن ہی نہیں پر ایک معمولی سا اندازہ اس طرح لگایا جا سکتا ہے کہ اس کی فصاحت وبلاغت کے سامنے بڑے بڑے سنگدل لوگ سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ حضرت عمرؓ جیسے سخت طبیعت سردار جن کے سامنے شیطان بھی آنے سے گریزاں ہوتا ہے، قرآن کی تلاوت سن کر حضرت محمد ﷺ کے قدموں میں اپنی ننگی تلوار ڈال دیتے ہیں۔ حجاج بن یوسف جیسا جابر حکمران جب تلاوت کرنے لگتا ہے تو لوگ دور دور سے سننے آتے ہیں اور ان کی آنکھیں آنسوؤں سے چھلک جاتی ہیں۔ شاہِ حبشہ کی داڑھی آنسوؤں سے بھیگ جاتی ہے اور عتبہ بن ربیعہ جیسا سنگین دشمن قرآن ابو جہل، ابو سفیان اور ولید بن مغیرہ کے سامنے اعتراف کرتا ہے کہ محمد ﷺ کے کلام میں وہ لذت، تاثیر اور ہیبت ہے کہ وہ جھوٹ نہیں ہو سکتا۔ اور مجھے ڈر

ہے کہ ہم پر عذاب ہی نہ آجائے۔

ولید بن مغیرہ کہتا ہے کہ محمد ﷺ کے کلام میں ایسی حلاوت، تازگی اور روشنی ہے کہ کوئی اس پر غالب نہیں آسکتا۔ اور مقابلہ کرنے والا پاش پاش ہو جائے گا۔

انگلینڈ کا ایک پادری اس وجہ سے مسلمان ہو گیا کہ اسے خواب میں کسی بزرگ نے تلاوت کلام پاک سنائی اور وہ آیات کی کیفیتِ صوتی، بلاغت اور عظمتِ مضمون سے متاثر ہوا۔

الغرض قرآن کا حسن محسوس تو کیا جاسکتا ہے پر بیان نہیں کیا جاسکتا۔ بے شمار مفکرین و علماء نے قرآن کی فصاحت اور بلاغت کا اعتراف کیا تاہم اختصار کی خاطر گوئٹے، کارلائل، جے ڈی پورٹ اور منیر کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہو گا۔

جرمنی کا شہرہ آفاق فلسفی گوئٹے رقمطراز ہے

"The Quran ia a work with whose dullness the reader is first disgusted, afterwords attracted by its charms and finally ravished by its beauties".

"قرآن ایسی کتاب ہے کہ پہلے تو قاری اس سے اکتاہٹ محسوس کرتا ہے پھر اس کی کشش اس کو مائل کرنے لگتی ہے اور بالآخر وہ اس کی خوبصورتیوں میں کھو جاتا ہے۔"

کارل لائل لکھتا ہے،

"The deep-hearted son of the wilderness with his beaming black eyes and open social deep soul had other thoughts in him than ambitiion . The word of such a man is a voice direct from nature's heart ".

"شفاف صحرائے عرب کا یہ دانشمند فرزند (محمد ﷺ) جس کی کالی آنکھوں سے روشنی ٹپکتی تھی اور اس کی روح ایسی گہری تھی کہ جس کی سوچ تک میں بھی ظاہری حرص موجود نہ تھی اور اس کی آواز فطرت کے دل کی آواز تھی۔"

جے ڈی پورٹ کہتا ہے،

"The verses of Quran become melodious and thrilling when describing the everlasting delights of Paradise. It is more pure than the system of Zoroaster, more liberal than the law of Moses and less inconsistant with reason"

"قرآنی آیات اس وقت مزید مترنم اور سنسنی خیز ہو جاتی ہیں جب یہ جنت کی نہ ختم ہونے والی خوبصورتیوں کا ذکر کرتی ہیں۔ یہ نظام (جو قرآن کا عطا کردہ ہے) زرتشت کے نظام سے زیادہ پاک تر اور موسیٰ کی شریعت سے آزاد تر اور انسانی عقل سے قریب تر ہے۔"

امریکن فاضل جے اے مچنر (J.A Michener) بیان کرتا ہے۔

"The Quran is probably the most often read book in the world surely. The most often memorised, written in an exalted style. Possessing the ability to arouse its hearers to acstasies of faith.Its rhythms have been compared to the beats of drums and the echoes of Nature".

"قرآن ایک ایسی کتاب ہے جو یقیناً سب سے زیادہ پڑھی اور یاد کی جانے والی کتاب ہے اس کا اندازِ بیان ایسا ہے کہ سننے والا اس کی مستیوں میں کھو کر رہ جاتا ہے اس کی صوتی کیفیت کا موازنہ، ڈھول کی چوٹ اور فطرت کی آواز (جیسے بادل وغیرہ کی آواز) سے کیا جاتا ہے"۔

ایسی فصیح و بلیغ زبان صرف اور صرف قرآن کا خاصہ اس وجہ سے ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور ظاہر ہے کہ عام کتاب اور قرآن میں وہی فرق ہے جو عام مصنف (انسان) اور اللہ میں۔

ابن ہشام اپنی شہرہ آفاق سیرت کی کتاب میں ایک حیران کن واقعہ قلمبند کرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ رات کی تنہائی میں قرآن حکیم کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

ایک رات اس روح پرور تلاوت کو سننے کے لیے ابو سفیان آیا اور کمرے کے ساتھ ایک کونے میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ ابو جہل بھی اندھیرے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک کونے میں آگیا۔ اللہ کے کلام کے تجسس و کشش کی وجہ سے اخنس بن شریق نے بھی ایسا ہی کیا اور ہر ایک دوسرے سے بے خبر تھا۔ رات بھر یہ نورانی تلاوت نور برساتی رہی اور یہ تینوں کیف و مستی میں ڈوبے رہے یہاں تک کہ صبح ہوئی اور تینوں اپنے اپنے گھروں کی طرف روانہ ہوئے لیکن راستے میں تینوں کی آپس میں ملاقات ہو گئی جس پر ایک دوسرے سے شرمندہ ہوئے اور ایک دوسرے پر ملامت کی اور آئندہ ایسی محفل سے باز رہنے کا وعدہ کیا۔

دوسری رات بھی ان تینوں سے صبر نہ ہو سکا اور رات کو پھر پہنچ گئے اور دوبارہ آپس میں مل جانے پر ایک دوسرے پر لعن و طعن کرنے لگے لیکن کلامِ الٰہی کی کشش و برکت دیکھئے کہ تیسری رات بھی یہی واقعہ پیش آیا اور تب انہوں نے ایک دوسرے سے پختہ عہد کیا کہ آئندہ کسی بھی صورت میں نہ آئیں گے۔ تیسرے دن اخنس ابو سفیان کے گھر پہنچا اور اس سے پوچھا "اے ابو حنظلہ (ابو سفیان کی کنیت) مجھے بتاؤ جو کلام تم نے محمد سے سنا ہے اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟" ابو سفیان نے جواب دیا،

"بعض چیزیں ایسی ہیں جن کو میں جانتا ہوں اور ان کا مفہوم بھی مجھے معلوم ہے۔ لیکن بعض چیزیں ایسی ہیں جن کو میں نہ تو میں جانتا ہوں اور نہ ہی مجھے ان کا مفہوم معلوم ہے"

اخنس نے کہا میرا بھی یہی حال ہے اس کے بعد وہ ابو جہل کے پاس جا پہنچا اور اس

ے بھی وہی سوال کیا۔ جس پر ابو جہل نے جل بھن کر کہا،
”میں نے کیا خاک سنا؟ حقیقت یہ ہے کہ ہمارا اور بنو مناف کا جھگڑا اس پر تھا کہ
وم کا سردار کون ہے۔ اس شرف اور سعادت کو حاصل کرنے کے لیے انہوں نے اپنے
ستر خوان کو وسعت دی اور ہر غریب مسکین کو کھانا کھلایا اور ہم نے بھی ان پر بازی لے
جانے کے لیے دستر خوان کو وسیع کر دیا اور ہر غریب مسکین کی ضیافت کا اہتمام کیا۔
انہوں نے لوگوں کے بوجھ اٹھائے اور ہم نے بھی مقابلے میں ایسا ہی کیا۔ انہوں نے اپنی
فیاضی سے مانگنے والوں کی جھولیاں بھریں تو ہم نے بھی ان سے سبقت لے جانے کے لیے
کوشش میں سخاوت کا بھرپور مظاہرہ کیا اور جب ہم دوڑ کے دو گھوڑوں کی مانند ہو گئے تو
انہوں نے اچانک اعلان کر دیا کہ ہم میں سے ایک شخص کو نبوت ملی ہے اور اس کے پاس
آسمان سے وحی آتی ہے۔ ہم یہ دعویٰ کیسے کر سکتے تھے؟۔ بخدا ہم تو اس پر ہرگز ایمان نہیں
لائیں گے اور نہ ہی اس کی تصدیق کریں گے۔“
یہ سن کر اخنس اٹھا اور ابو جہل کو اس بے چینی کی حالت میں چھوڑ کر چلا گیا۔



تاریکی سے اجالا

ارشادِ خداوندی ہے،

کتب انزلنه الیك لتخرج الناس من الظلمت الی النور (ابراهیم۔1)

”(اے رسول) ہم نے تم پر یہ کتاب نازل کی کہ تم لوگوں کو اندھیروں سے اُجالے میں

لے جاؤ"۔

تاریخ میں جھانکنے سے یہ حقیقت روزروشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ اور قرآن کی تعلیمات نے اس وقت تک اربوں بلکہ کھربوں افراد کو کفروذلالت کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان ویقین اور علم وسکون کے اجالوں میں لاکھڑا کر دیا ہے۔ جہالت 'برائی' گناہ 'تکلیف' نفرت 'ظلم وجبر' لوٹ کھسوٹ' منافقت اور بے سکونی وغیرہ تمام تاریکی اور اندھیرے سے منسوب ہیں جبکہ علم 'اچھائی' نیکی' سکھ' پاکیزگی روح وجسم' نفاست' پیار ومحبت 'بھائی چارہ وخلوص' دیانتداری وپاکبازی اور سکون قلب سب کو اجالے یاروشنی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ خود ہی فیصلہ کیجئے کہ نزول قرآن سے پہلے کی صورتحال کیا تھی اور نزول قرآن کہ بعد کیا تبدیلیاں آئیں ۔اس کتاب کے منجانب اللہ اور وحی ہونے کی اس سے بڑی شہادت اور کیا ہوگی کہ اس نے انسانیت کے تمام تاریک راستے اجالے کی طرف موڑ دیے۔

یہ سب کمال قرآن اور مجسم قرآن (حضرت محمد ﷺ) کی تعلیمات کا نتیجہ ہے۔



ندائے ابراہیمؑ

جب حضرت ابراہیمؑ اور آپؑ کے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ کے ہاتھوں بیت اللہ کی تعمیر مکمل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو یہ حکم دیا۔

واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا و علی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق (حج۔27)

"لوگوں کو حج کے لیے پکارو! لوگ دور دراز راستوں سے پیدل اونٹنیوں اور (دیگر) دبلی پتلی سواریوں پر آئیں گے"۔

تعمیلِ حکم کے لیے آپؑ ایک بڑے پہاڑ "ابو قبیس" پر چڑھے اور پکار شروع کی، "اے لوگو! اللہ کا گھر تیار ہو چکا ہے ہر سال حج کے لیے آیا کرو" ظاہراً اس وقت آپؑ کے مخاطبین قبیلہ بنو جرہم کو چند لوگ تھے۔ مفسرینِ عظام کے مطابق آپؑ کی یہ ندا اللہ تعالیٰ نے تمام آنے والے لوگوں کی روحوں تک کو سنوائی اور جس روح نے "اللھم لبیک" کہا اس کو حج کی سعادت نصیب ہوئی یا ہو گی اور جس نے دوبار لبیک کی، وہ دوبار حج کا فریضہ انجام دے گا۔

اس حکم کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ انکشاف فرمایا ہے کہ لوگ دور دراز علاقوں سے پیدل اور سواریوں پر حج کے لیے آیا کریں گے۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ ہر سال دنیا کے کونے

کونے سے تقریباً بیس لاکھ لوگ سالانہ فریضہ حج ادا کرتے ہیں اور بے شمار سعادت، عمرہ اور زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ یوں مشارق و مغارب کی پنہائیوں میں بستے ہوئے مسلمان بیت اللہ پر برسنے والے انوار و تجلیات سے مستفید ہوتے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اسباب پیدا فرمائے اور پیشگی علم کے تحت نہ صرف اس بات کا اعلان فرمایا بلکہ اس کو پوری دنیا کے سامنے ثابت کر دکھایا۔ یہ اعزاز و اعجاز صرف قرآن ہی کو حاصل ہو سکتا ہے جس کی شان نزول میں فرمایا گیا ہے۔

تنزیل الکتب لا ریب فیه من رب العلمین (سجدہ۔2)

"بے شک یہ کتاب (قرآن) تمام جہانوں کے رب کی طرف سے اتاری گئی ہے"۔

☆☆☆

احسانِ الٰہی

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایات ہے کہ یہودیوں کے ایک گروہ نے نبی اکرم ﷺ اور آپ کے چیدہ چیدہ صحابہ کرامؓ کو کھانے کی دعوت دی اور یہ خفیہ سازش تیار کی کہ کھانے کے دوران ہی (نعوذ باللہ) آپ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں پر اچانک حملہ کر کے ختم کیا جائے مگر عین وقت پر اللہ تعال تعالیٰ نے جبریلؑ کے ذریعے اپنے حبیب مکرم ﷺ پر یہ سازش منکشف فرما دی اور بعد میں اس کا ذکر اپنی گراں قدر تنزیل قرآن حکیم

میں کچھ اس طرح فرمایا۔

یا یھا الذین امنو اذکرو نعمت اللہ علیکم اذھم قوم ان یبسطو الیکم ایدیھم فکف ایدیھم عنکم و اتقو اللہ و علی اللہ فلیتوکل المومنون

(مائدہ۔11)

"اے ایمان والو! اللہ کے احسان کو یاد کرو جو اس نے تم پر (حال ہی میں) کیا جب ایک گروہ نے دست درازی کا ارادہ کیا مگر اللہ نے تم پر ان کے ہاتھ اٹھنے سے (پہلے ہی) روک دیئے اللہ سے ڈر کر کام کرتے رہو اور ایمان والوں کو صرف اللہ پر ہی بھروسہ رکھنا چاہیئے"۔



اعلانِ موسیٰؑ

ارشاد ہے۔

قال عسی ربکم ان یھلک عدوکم و یستخلفکم فی الارض فینظر کیف تعملون

(اعراف۔129)

"(موسیٰ نے) کہا، قریب ہے وہ وقت جب تمہارے دشمن کو ہلاک کردیا جائے گا اور تم کو زمین پر خلیفہ بنادیا جائے گا تاکہ تمہارا رب دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو"۔

تاریخ گواہ ہے کہ خلافت کا یہ دعویٰ پیغمبر خدا حضرت موسیٰؑ نے اس مشکل

ترین وقت میں کیا جب آپؑ اور آپؑ کے بھائی ہارونؑ اکیلے، بے زور اور بے آسرا فرعون کے دربار میں کھڑے تھے۔ فرعون کے بلائے ہوئے جادوگروں کو شکست ہو چکی تھی اور وہ موسیٰ کو جادوگر کے بجائے اللہ کا نبی مان کر ایمان لا چکے تھے۔

موسیٰ علیہ السلام کا یہ اعلان پروردگار عالم نے بہت ہی قریب کے زمانے میں پورا کیا تھا اور فرعون (منفطہ) کو غرق کر کے موسیٰ اور آپؑ کی قوم کو بچا لیا گیا تھا۔ (تفصیلاً "لاشِ فرعون" میں پڑھیں)



حق آیا، باطل مٹا

ایک ایسے وقت میں جب چار سو باطل و کفر کا غلبہ دکھائی دیتا تھا اور غلبہ حق و اسلام کے آثار دور دور تک بھی نہ دکھائی دے رہے تھے۔ اللہ نے اس پیشگوئی کا انکشاف فرمایا۔

وقل جا الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا (بنی اسرائیل۔81)

"اور (رسول) کہہ دیجئے کہ حق آگیا ہے اور باطل مٹ گیا ہے۔ بیشک باطل مٹنے کے لیے ہی تھا"۔

ایسے حالات میں اللہ کا یہ اعلان باطل پرستوں کو مضحکہ خیز لگا اور انھوں نے اسے ٹھٹھوں سے اڑایا۔ مگر ابھی نو برس ہی گزرے تھے کہ اللہ کے رسول ﷺ فاتح کی حیثیت

سے مکہ میں داخل ہوئے اور کعبہ کے اندر جا کر اس باطل کو ہمیشہ کے لیے مٹا دیا جو کہ تین سو ساٹھ بتوں کی شکل میں وہاں موجود تھا۔

بخاری شریف میں ہے کہ جب آپ ﷺ بتوں پر ضرب لگاتے جاتے تو آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ جاری تھے۔

"جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل کان زهوق جاء الحق و ما یبدی الباطل وما یعید"



اختلافِ ترجمہ و تفسیر

قرآن کی معجزانہ اور فصیح و بلیغ زبان ہی اس کے الہامی ہونے کی ناقابل تردید شہادت ہے کہ اسکو مکمل طور پر سمجھنا انسانی بس سے باہر ہے۔ ہر زمانے کے ترجمے اور تفسیر میں فرق محسوس کر کے ہر دور میں ہر نئے مفسر نے اپنی دانست میں بہتر انداز میں کوشش کی۔ یوں تراجم و تفاسیر کی کثرت ہی اس بات کا ثبوت قرار پائی کہ انسان قرآن کو حتمی طور پر سمجھنے سے ہمیشہ قاصر رہا ہے۔ قرآن کی زبان ایسی ہے کہ خود عربی لغت بھی اس کے الفاظ کے مترادف الفاظ مہیا کرنے سے عاجز ہے۔ اگر قرآن کا ایک لفظ نکال کر اس کی جگہ کوئی دوسرا ملتا جلتا لفظ بھی رکھا جائے تو آیت کا مفہوم کہیں سے کہیں جا پہنچتا ہے۔ اسی لیے تو

حضور اکرم ﷺ (فداہ امی وابی) نے فرمایا۔

ولا یخلق عن کثرت الردولا ینقضی عجائبہ

"نہ تو یہ (قرآن) کثرتِ بحث و تکرار سے پرانا ہوگا اور نہ ہی اس کے عجائبات ختم ہوں گے۔"

اسی لیے تو واصف علی واصف لکھتے ہیں۔

"قرآن اللہ کا کلام ہے سچ ہے، حق ہے۔ تفسیر انسان کی وضاحت ہے، ممکن ہے سچ نہ ہو"۔

ایک اور جگہ کہتے ہیں،

"قرآن کی تفسیر میں فرق ہے۔ نازل ہونے والی کتاب کی تفسیر بھی نازل ہونے والی ہی ہو سکتی ہے۔ الہامی کتاب کی از خود تفسیر غیر معتبر ہے"

قرآن کا ترجمہ کس قدر مشکل ہے، بے شمار مثالیں ہیں تاہم طوالتِ مضمون سے بچنے کے لیے دو تین پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

و اما تخافن من قوم خیانہ فا نبذا لیھم علی سواء (انفال 58)

ہم کبھی ایسے الفاظ نہیں لا سکتے جو اس آیت کا صحیح ترین ترجمہ ہوں۔

فضربنا علی اذانھم فی الکھف سنین عددا (کہف۔11)

اس فرمان کو کما حقہ لفظوں میں ادا کرنا چاہیں تو ناممکن ہے۔ پر اس کا مفہوم

ضرور معلوم کیا جا سکتا ہے۔

مندرجہ ذیل آیت کا مختلف مترجمین نے یہ ترجمہ کیا ہے،

ووجدك ضالا فهدى (الضحیٰ 7)

☆ اور پایا تجھ کو بھٹکا ہوا، پھر راہ دی۔ (شاہ عبد القادرؒ)

☆ اور پایا تجھ کو راہ بھولا، پس راہ دکھائی۔ (شاہ رفیع الدینؒ)

☆ اور آپ کو بے خبر پایا، پس راستہ دکھایا۔ (عبد الماجد دریابادیؒ)

☆ اور تمہیں گم راہ پایا تو کیا (تمہیں) ہدایت نہیں کی۔ (مرزا حیرت دھلویؒ)

☆ اور تمہیں دیکھا کہ راہ حق میں بھٹکے بھٹکے پھر رہے ہو تو تم کو دین اسلام کا راستہ دکھایا۔ (ڈپٹی نذیر احمدؒ)

☆ اور اللہ نے آپ کو شریعت سے بے خبر پایا، سو آپ کو شریعت کا راستہ بتلایا۔ (اشرف علی تھانویؒ)

☆ اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی راہ دی۔ (احمد رضا خان بریلویؒ)

تقریباً تمام مترجمین نے لفظ "ضالا" کا ترجمہ گمراہ یا گم کردہ راہ کے معنوں میں لیا اور رسول ﷺ کے بارے میں ایسے معنی اخذ کرنا صریحاً گستاخی ہے اس لئے آخری ترجمہ معقول لگتا ہے۔ تاہم یہ میری ذاتی رائے ہے آپ اس سے متفق ہیں یا نہیں' یہ آپ پر ہے۔ اسی طرح

انا فتحنا لك فتحا مبينا ☆ ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر (فتح۔1,2)

کا ترجمہ کچھ اس طرح کیا گیا۔

☆ ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریحاً تاکہ معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔ (شاہ عبدالقادر)

☆ تحقیق فتح دی ہم نے تجھ کو فتح ظاہر تاکہ بخشے واسطے تیرے گناہ جو ہوئے تھے پہلے گناہوں سے تیرے اور جو کچھ پیچھے ہو۔ (شاہ رفیع الدینؒ)

☆ بے شک ہم نے تم کو کھلم کھلا فتح دی تاکہ اللہ سب تمہاری اگلی پچھلی خطائیں معاف کرے۔ (عبدالماجد دریابادیؒ)

☆ بے شک اے نبی (ﷺ) ہم نے تم کو ایک فتحِ ظاہر عنائت کی تاکہ اللہ تمہارے اگلے اور پچھلے گناہوں کو بخش دے۔ (مرزا حیرت دہلویؒ)

☆ بے شک ہم نے آپ (ﷺ) کو کھلم کھلا فتح دی تاکہ اللہ آپ کی اگلی اور پچھلی تمام خطائیں معاف کر دے۔ (اشرف علی تھانویؒ)

☆ بے شک ہم نے تمہیں ایک روشن فتح دی تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلے اور پچھلوں کے۔ (احمد رضا بریلویؒ)

سوائے آخری مترجم کے، دیگر مترجمین پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (نعوذ باللہ) غیر معصوم قرار دینے کا الزام لگا۔ ان بیانات کا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ احمد رضا بریلوی کا ترجمہ ہدف تنقید نہیں بنا۔ مختلف مکتبہ ہائے فکر کے علماء نے ان سے بھی اختلاف رائے کیا ہے۔ چند اختلافات و مسائل سے قطع نظر اُن کے ترجمے میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلو کسی بھی دوسرے ترجمے سے زیادہ ملتا ہے۔ تاہم یہ ایک عالمگیر حقیقت ہے کہ نہ تو آج تک کسی ترجمے یا تفسیر کو حتمی مانا گیا ہے اور نہ ہی مستقبل میں کوئی ایسی اُمید ہے۔

مندرجہ بالا بحث سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں۔

1۔ قرآن کا صحیح ترین ترجمہ و تفسیر ناممکن ہے۔

2۔اس کی زبان معجز اور فصیح و بلیغ ہے۔

3۔ یہ اللہ کی تنزیل ہے کیونکہ مندرجہ بالا آیات ایسی ہیں کہ کوئی مصنف اپنے متعلق ایسی سطور نہیں لکھ سکتا جن سے اس طرح کے معانی اخذ کیے جاسکیں۔ یوں یہ کسی صورت میں بھی (نعوذباللہ) رسول ﷺ کی تصنیف نہیں ہو سکتی۔

4۔ انسان کا کلام ہی انسان حرف بحرف سمجھ سکتا ہے پر یہ اللہ کا کلام ہے اور انسان اور اللہ کے کلام میں اتنا ہی فرق ہے جتنا انسان اور اللہ کے درمیان۔ اس لیے یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ اختلاف یا کمی بیشی ترجمہ و تفسیر میں تو ہو سکتی ہے لیکن کلام الٰہی میں نہیں۔

☆☆☆

محکمات و متشابہات

قرآن میں دو طرح کی آیات بیان فرمائی گئی ہیں ایک محکمات اور دوسری متشابہات۔ محکم اور متشابہ ایک دوسری کی ضد ہیں۔ محکم پختہ اور اٹل چیز کو کہتے ہیں جس میں کسی شک وشبہ یا گمان کی گنجائش نہ ہو اور محکمات وہ آیات ہیں جن کا مفہوم متعین کرنے میں کسی قسم کا شبہ محسوس نہ ہو۔ یہی نزولِ قرآن کی اصل بنیاد ہیں۔ چونکہ ان کا مطلب واضح ہوتا ہے اس لیے حجت اور بحث کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کسی بھی طالب حق کے لیے یہ کافی ہوتی ہیں۔

لغوی اعتبار سے متشابہ کے معنی مخفی، مشکوک یا غیر یقینی چیز کے ہیں متشابہات ایسی آیات ہیں جن کو عقل انسانی یا تو سمجھنے سے قاصر ہے یا ان کی حقیقت ابھی تک نہیں کھلی ہو تیں اس لیے مزید وضاحت کا گمان رہتا ہے۔ اسی لیے رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ متشابہات کی تفصیل اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ حالیہ صدیوں میں اللہ تعالیٰ نے ایسے اسباب پیدا فرمائے اور انسانوں کو اس قدر عطا فرمایا کہ کئی متشابہات، محکمات میں تبدیل ہو کر رہ گئیں جیسے فرعون کے واقعے کے بیان کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ۔

الیوم ننجیك ببدنك لتكون لمن خلفك ایة

"آج ہم تیرے بدن کو بچالیں گے تاکہ تو آنے والی نسلوں کے لیے ایک نشانی بن

جائے"۔

بیسویں صدی تک یہ آیت متشابہات میں شمار رہی لیکن جب 1907ء میں اللہ تعالٰی نے فرعون کی لاش کو منظر عام پر لایا تو یہ محکمات کی شکل اختیار کر گئی۔ اثیر سے متعلق قرآنی آیت متشابہ سے محکم ہوئی۔ حرکتِ سورج اور حرکتِ زمین سے متعلق آیات کل تک متشابہات تھیں اس صدی میں محکمات قرار پائیں۔ علماء مغرب نے کہا کہ فضا میں کروڑوں شاہراہیں موجود ہیں جن پر ستارے اور سیارے محو گردش و حرکت ہیں تو یہ آیت محکم قرار پائی۔

و السماء ذات الحبك "قسم آسمانوں کی جن پر شاہراہوں کا جال بچھا ہے"۔

بیسویں صدی میں اس آیت (**وانبتت من کل زوجن کریم**۔ یعنی زمین نر اور مادہ کے جوڑے اگاتی ہے۔) کا شبہ دور ہوا جب حیاتیاتی ماہرین نے پتہ لگایا کہ پودوں میں بھی جوڑے پائے جاتے ہیں۔ انسانی علم کی ترقی کیساتھ ساتھ جس طرح آیات اپنا رنگ بدلتی جا رہی ہیں، ایسا لگتا ہے کہ وہ وقت زیادہ دور نہیں جب قرآن کی تمام متشابہات، محکمات میں بدل جائیں گی۔ اسی لیے سر جیمز جینز (Sir James Jeans) کہتے ہیں۔

"چالیس سال تک فلکیات پر غور کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جس طرح ایک مصنف کو سمجھنے کے لیے اس کی کتابوں کے مطالعہ کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح اللہ کو سمجھنے کے لیے اس کائنات کا مطالعہ ضروری ہے۔ جوں جوں ہم اللہ کی حیرت

انگیز تخلیقات پر غور کرتے جاتے ہیں توں توں ہم پر اس کی عظمت عیاں ہوتی جاتی ہے۔
جہالت وہ مسافت ہے جو اگر اللہ اور انسان کے درمیان حائل ہو تو خدا چھوٹا لگنے لگتا ہے
جبکہ علم وہ زینہ ہے جو ہمیں اس کی بارگاہ میں پہنچا دیتا ہے اور اسکے پاس پہنچ کر ہم اس کے
جلال و عظمت سے سہم جاتے ہیں"۔

نیچے دی گئی آیت کی تفسیر جدید دور میں سامنے آئی ("تین پردے" میں پڑھیے)

یخلقکم فی بطون امھتکم خلقا من بعد خلق فی ظلمت ثلث

" تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں پیدا کیا اور یہ تخلیق ایک کے بعد تین پردوں کے بعد ہوئی"۔

قصہ مختصر یہ کہ متشابہات پوری طرح ہمارے عقل و فہم کے مطابق چونکہ کھلی نہیں ہوتیں اس لیے علماء سلف کا زاویہ ء نگاہ ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ ان پر ایمان لا کر ان کی حقیقت کا علم اللہ پر ہی چھوڑ دیا جائے۔

حضرت عمرؓ کے زمانے خلافت میں ایک شخص جس کا نام ابن صبیغ تھا مدینے میں آیا اور متشابہات سے متعلق لوگوں سے سوالات کرنے لگا۔ آپؓ کو خبر ہوئی تو بلا کر کھجور کی چھڑی سے اتنا مارا کہ اس کے سر سے خون بہہ نکلا آپؓ نے فرمایا،

" **وما یعلم تاویله الاالله**" یعنی ان (متشابہات) کی حقیقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

رآن مجید میں بھی اس کاذکر مندرجہ ذیل آیت کی صورت میں ملتا ہے۔

هوالذی انزل علیك ۔۔۔ وما یذکر الا اولوالباب(آل عمران۔7)

”وہی خدا ہے جس نے یہ کتاب تم پر نازل کی اس میں دو طرح کی آیات ہیں، ایک محکمات جو کتاب کی اصل ہیں اور دوسری متشابہات۔ اور جن لوگوں کے دلوں میں فتور ہے وہ فتنے کی تلاش میں ہر وقت متشابہات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور ان کو معنی پہنانے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ ان کا علم صرف اللہ کو ہے۔ لیکن جو علم میں پختہ ہیں وہ کہتے ہیں ہمارا ان پر ایمان ہے، یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہے اور صرف عقلمند ہی نصحیت حاصل کرتے ہیں“۔

باب چہارم

تاریخی شہادتیں

قرآن حکیم میں بعض ایسے قصص بیان فرمائے گئے ہیں جن کو آجکل کے مادی دور کے لحاظ سے سمجھنا مشکل نظر آتا ہے جیسے

(1) طوفان نوحؑ میں تمام دنیا کا ڈوب جانا،

(2) مکمل بربادیِ کائنات،

(3) موسیٰؑ کے دور میں مصر پر مینڈکوں جوؤں اور ٹڈی دل وغیرہ کی بارش ہونا اور تمام پانیوں کا خون میں بدل جانا،

(4) آندھی کا عذاب آنا،

(5) دو مشرق اور دو مغرب،

(6) آسمانی لشکر کا اہل ایمان کی مدد کرنا،

(7) پتھروں کی بارش،

(8) من وسلویٰ کا نزول

(9) آسمانی چنگھاڑ اور منہ کے بل گر کر ہلاک ہونا،

(10) ہر طرف مکمل تاریکی کا پھیلنا اور

(!1) صرف اولادِ نوحؑ ہی روئے زمین پر باقی بچی وغیرہ۔

ایسے واقعات جو عقل سے بالاتر لگتے ہیں، اللہ کے معجزات ہوتے ہیں اور معجزہ عقل کو عاجز کر دینے والی چیز کو ہی کہتے ہیں۔ تاریخ ان قصوں اور عبرت ناک داستانوں کی نا دانستہ طور پر کیسے تائید کرتی ہے؟، ایک ایک کر کے مطالعہ کرتے ہیں۔ ذیل کے تقریباً تمام تاریخی حوالہ جات امینئول ویلیکووسکی (Immanual Velikovsky) کی شہرہ آفاق تاریخی کتاب "ورلڈ اِن کولیژن (World in collision) میں مذکور ہیں۔

طوفانِ نوحؑ

طوفان نوح کا ذکر قرآن کی سورہ ہود (36 تا 44) میں ملتا ہے جس کا ملخص ہے کہ اللہ نے حضرت نوح کو حکم دیا کہ ایک بڑی کشتی تیار کریں اور اپنے پیروکاروں اور چرند پرند کے مختلف جوڑے اپنے ساتھ رکھ لیں جبکہ باقی تمام دنیا کو تباہ کرنے کا فیصلہ کیا جا چکا ہے۔ چنانچہ آپؑ نے ایسا ہی کیا اور باقی تمام دنیا کو (بشمول آپ کے منکر بیٹے کے) ایک سیلابِ عظیم کے ذریعے غرق کر دیا گیا۔ اور صرف کشتی پر سوار لوگ اور دیگر جاندار ہی بچ پائے۔

کیا ایسا طوفانی سیلاب صرف قرآن میں مذکور ہے یا تاریخ دنیا بھی اس معاملے میں کچھ بولتی ہے۔ آیئے تاریخ کے اوراق الٹتے ہیں۔

1۔ دنیا کی ہر قوم میں تباہ کن سیلاب کی تاریخ ملتی ہے اور ایسے سیلاب کشش

چاند یا کسی دمدار ستارے کے زمین کے زیادہ قریب آنے پر اٹھ پڑتے رہے ہیں۔

2۔ امریکہ کی ایک ریاست اوکلوھاما کے لوگ بتاتے ہیں کہ قدیم زمانے میں ایک مرتبہ زمین پر گہری تاریکی چھاگئی جو کہ انتہائی اونچی سمندری موجوں کی وجہ سے تھی، موجیں قریب تر ہوتی گئیں اور بالآخر تباہی کا موجب بنیں۔

3۔ جدید حکماءِ زمین (Geologists) کہتے ہیں کہ بعض مقامات پر ایسے بڑے اور گول پتھر ملتے ہیں جن کے ہم جنس پتھر قرب جوار میں نہیں پائے جاتے۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ کسی عظیم سیلاب سے بہہ کر آئے۔

4۔ قدیم چین کی تاریخ بتاتی ہے کہ شہنشاہ "یاہو" کے دور حکومت میں ایک ایسا سیلاب آیا تھا جس کا پانی نکالنے کی کوششیں نو برس جاری رہیں پر کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ یاہو کے بعد "شوکنگ" شہنشاہ بنا جس نے پانی کی نکاسی کا کام "یو" (YU) کو دیا جس نے یہ کام خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔ یو کو بعد میں اسی کارنامے کی وجہ سے بادشاہ بنایا گیا۔

5۔ تبت کی تاریخ کے مطابق ایک دفعہ سمندر سے ایک ایسا سمندری طوفان اٹھا تھا کہ تبت کی چوٹیاں تک ڈوب گئی تھیں۔

6۔ افلاطون لکھتا ہے کہ ایک زمانہ ایسا گزرا ہے کہ جس میں افریقہ اور امریکہ کے بر اعظم آپس میں جڑے ہوئے تھے اور یہ تمام خطہ اٹلانٹس (ATLANTIS) کے نام سے مشہور تھا اور یہ ایک خوشحال اور طاقتور ریاست تھی لیکن ایک رات اچانک ہی اس خطے پر پانی چڑھ آیا جو کہ آج تک بحر اوقیانوس

(ATLANTIS OCEAN) کے نام سے موجود ہے۔

7۔ اسی طرح یونانی تاریخ میں بھی دو بڑے سیلابوں کا ذکر ملتا ہے اور طوفان نوح بھی اسی طرح کا ایک طوفان تھا۔

8۔ قدیم اقوام کی تاریخ کا ایک قصہِ طوفان اس قصے کے عین مطابق ہے فرق صرف اتنا ہے کہ قرآن میں صاحبِ کشتی کا نام نوحؑ جبکہ اس میں کسوتھرس لکھا گیا ہے۔ نام زبانوں کے بدلنے پر بدل بھی جاتے ہیں جیسے حضرت داودؑ کو ڈیوڈ، یحییٰؑ کو یوحنا اور مسیحؑ کو عیسیٰ، جیسس اور کرائسٹ کہا جاتا ہے اسی طرح ممکن ہے کہ قدیم زمانے کا کسوتھرس عربی زبان میں نوحؑ کے طور پر بیان فرمایا گیا ہو۔ بہر حال کسوتھرس کے ساتھ بھی بالکل ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا۔

بربادیِ کائنات

پروردگارِ عالم اپنی کتاب قرآن میں بار بار دنیا و کائنات کی تباہی و بربادی سے ڈراتے ہیں جیسے :

1۔ **اذا السماء انفطرت و اذا الکواکب انتثرت (انفطار۔1،2)**
"جب آسمان پھٹ جائیں گے اور تارے جھڑ پڑیں گے"۔

2۔ **کلا اذا دکت الارض دکا دکا (فجر۔21)**

"جب زمین پاش پاش ہو جائے گی"۔

3۔ **یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب کما بدانا اول خلق نعیدہ وعدا علینا انا کنا فعلین (انبیاء ۔104)**

"جس دن ہم آسمان کو ایسے لپیٹیں گے جیسے سجل فرشتہ نامۂ اعمال کو لپیٹتا ہے اور پھر ویسے ہی بنائیں گے جیسے پہلے بنایا تھا۔ یہ وعدہ ہے جو ہم نے پورا کرنا ہے"۔

آیاتِ بالا سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کائنات کو مکمل طور پر تباہ کریں گے اور پھر اسے ویسے ہی بنائیں گے۔ تاریخی حوالا جات کا مطالعہ کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایسا عمل پہلے بھی ہو چکا ہے اور پھر بھی دوہرایا جائے گا۔

1۔ ارسطو کے مطابق یہ کائنات ایک دفعہ پانی اور ایک دفعہ آگ سے تباہ ہو چکی ہے۔

2۔ یونان ایک حکیم فلسفی ہرقلیطس کے نظریے کے مطابق دنیا ہر 10800 سال بعد تباہ ہو کر نئی بنتی ہے۔

3۔ ایک قدیم مورخ ہیسڈ (HESIOD) کے نزدیک دنیا کے چار مرتبہ تباہ ہونے کے تاریخی حوالہ جات ملتے ہیں۔

4۔ خلیج بنگال کے ساحل تبت اور ہندوستان کی تاریخ میں ذکر ملتا ہے کہ دنیا چار دفعہ ختم ہوئی اور پھر پیدا ہوئی۔

5۔ بدھوں کی ایک کتاب "وسدھی مگا" میں لکھا ہے کہ دنیا سات بار آندھی سیلاب سے تباہ ہو گی۔

6۔ ایک قدیم یونانی ریاضی دان اور ماہر فلکیات اسٹارکس (Starks) کے قول 2484 سال میں دنیا دو دفعہ تباہ ہوئی تھی ایک دفعہ آگ سے اور دوسری دفعہ پانی سے۔

الغرض تاریخ انسانی کے لیے تباہی کائنات و دنیا کا نظریہ کوئی انوکھا نہ ہے اور جس طرح تاریخ کے مطابق اللہ دنیا پر تباہی لاتا رہا ہے اسی طرح اب قرآن کے بعد بھی زمین و آسمان کی تباہی ہو گی اور وہ کیسی ہو گی؟

یا ایها الناس اتقو ربکم ان زلذلة الساعة شی ء عظیم (حج۔1)

"اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو کہ قیامت کا زلزلہ بیشک بڑی سخت چیز ہے۔"

جو اتنی بار دنیا کو ختم کر چکا ہے۔ اس کائنات کو آخری دفعہ بھی تہہ وبالا کرے گا۔

فاذا نفخ فی الصور نفخة واحدة ۔۔۔ عرش ربك فوقهم یو مئذ ثمنیة

(حاقہ۔13، 17)

"اور جب صور پھونک دیا جائے گا اور زمین پہاڑوں سمیت چور چور کر دی جائے گی تو اس روز قیامت قائم ہو جائے گی۔ آسمان ڈھیلے ہو کر پھٹ جائیں گے اور فرشتے آسمانوں کے کناروں پر اکٹھے ہو جائیں گے اور اس وقت اللہ کے تخت کو آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے"۔

عذابِ مصر

سرکشیوں میں حد سے بڑھنے پر فرعون اور اس کی قوم پر اللہ نے مختلف عذاب نازل کیے۔

فارسلنا علیهم الطوفان والجراد و القمل و الضفاد والدم ایت مفصلت فا ستکبر واو کانو اقوما مجرمین (اعراف۔133)

"ہم نے ان پر (حشرات) ٹڈی دل، جوئیں، مینڈکوں اور خون کے الگ الگ عذاب نازل کیے لیکن انھوں نے تکبر کیا کہ وہ مجرم قوم تھی"۔

آیت بالا سے دو طرح کے عذابوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اول حشرات کے ذریعے اور دوم خون کے نزول کے ذریعے عذاب۔

تورات کہتی ہے کہ اللہ نے مصر پر ایسی مکھیاں بھیجیں جو انسانوں کو نگل گئیں اور ایسے مینڈک بھیجے جو ہر چیز تباہ کر گئے اور درختوں، فصلوں اور پودوں کو ٹڈی دل چاٹ گئے اور تمام لوگوں کے گھر جوؤں سے بھر گئے۔

یہ تو تھے اذکار الہام، اب الٹتے ہیں تاریخ کے اوراق کو کہ آیا ان میں بھی ایسے واقعات مندرج ہیں جو ان واقعات کی شہادتیں فراہم کرتے ہوں؟ تاریخ میں جھانکنے سے علم ہوتا ہے کہ مصر کے علاوہ بھی بے شمار جگہوں پر قدرت نے ایسے عوامل دوہرائے ہیں۔ یوں یہ دنیا کے لیے کوئی انہونی یا نئی بات نہیں۔

(1) قدیم چین کی تاریخ بتاتی ہے کہ شہنشاہ یاہو کے زمانے میں زمین حشرات الارض سے اچانک بھر گئی تھی۔

(2) جس وقت بنی اسرائیل پر مصر میں یہ تکالیف و مصائب نازل ہوئیں اور ادھر ادھر بھاگنے لگے تو قبیلہ عمالیق کے لوگ چیونٹیوں کے عذاب سے تنگ آکر عرب سے کنعان کی طرف جا رہے تھے۔

(3) ابوالحسن بن حسین بغدادی 956ء میں لکھتے ہیں کہ ایک زمانے میں بنو جرہم (خانہ کعبہ کی جگہ پر آباد ہونے والا قدیم قبیلہ) پر اللہ نے چیونٹیوں کا عذاب بھیجا تھا۔ ابو لفرج اصفہانی 967ء میں اپنی کتاب "کتاب الانمانی" میں اس کی تائید کرتے ہیں۔

(4) ایران کی کتاب بنڈاہس (Bundahis) میں ذکر ملتا ہے کہ "اھرمن" (دیوتا) ایک دفعہ آسمان پر گیا اور مکھی بن کر ساری دنیا پر پھیلا دیے اور ایسے لاتعداد بچھو، جوئیں، ٹڈی دل، مینڈک اور سانپ وغیرہ چھوڑے کہ دنیا چیخ اٹھی۔

(5) کہتے ہیں کہ جب کبھی سیارہ زہرہ زمانہ قدیم میں زمین کے قریب سے گزرا تو اس کی گیس سے زمین پر حشرات ہی حشرات پھیل گئے۔ آج بھی گرمیوں کے موسم میں ریگستانوں کی طرف سے آنے والی ہوائیں حشرات کی پیدائش و نشو نما میں اضافے کا باعث بنتی ہیں۔ تو ثابت ہوا کہ حشرات کے ذریعے عذاب کی داستان دنیا کے لیے کوئی نئی بات نہیں اور دیگر اقوام جس طرح کے حشرات کے عذاب سے دو چار رہی ہیں، اسی

طرح کی مصیبت اہلِ مصر پر بھی ٹوٹی تھی۔

خون کا عذاب

اب آتے ہیں خون کے عذاب کی طرف کہ اس کی تاریخ کی نظر میں کیا حقیقت ہے؟

1۔ دو ہزار سال قبل مسیح زمین ایک انتہائی زبردست افتاد سے اس وقت دو چار ہوئی جب ایک دمدار ستارہ زمین کی طرف بڑھا جس کی دم سے سرخ رنگ کی گیس خارج ہو رہی تھی اور وہ بحیرہ احمر سے گزر کر مصر کی طرف گیا تھا۔ جس سے سمندر، تمام دریاؤں، ندی، نالوں، چشموں اور کنوؤں کا پانی ایسے سرخ پڑ گیا تھا جیسے خون۔ اور اسی وجہ سے بحیرہ قلزم کا نام بحیرہ احمر یعنی سرخ سمندر پڑا تھا۔ مشہور مورخ سرویس (Servious) اس بارے میں رقمطراز ہے،

"اس غبار کی وجہ سے زمین کا رنگ خون کی طرح سرخ ہو گیا تھا"

2۔ مصر کا ایک فاضل تاریخ دان اپور (Ipuwer) جو اس واقعے کا عینی گواہ ہے، لکھتا ہے،

"دریاؤں کا پانی خون بن چکا ہے، سارا ملک عذاب میں مبتلا ہے، لوگ پانی کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے ہیں اور ساحل پر خالص پانی کے لیے گڑھے کھود رہے ہیں۔ سرخ غبار سے مویشیوں اور، انسانوں کے جسم پر پھوڑے نمودار ہو چکے ہیں اور سب خارش میں مبتلا ہیں"۔

حیران کن حقیقت

مصر پر خون کے عذاب کی وضاحت جو تاریخ بیان کرتی ہے، قرآن کے الہامی ہونے کا ناقابل تردید ثبوت تو ہے ہی لیکن تاریخ دانوں کے وہم وگمان میں بھی نہ ہوا ہوگا کہ وہ قرآنی تفسیر وتشریح میں کچھ اس طرح سے حصہ لے پائیں گے۔

3۔ اس کے علاوہ یونان کا ایک پہاڑی سلسلہ "تھریس" یعنی خونی کے نام سے مشہور ہے جس کے بارے میں مذکور ہے کہ دو دیوتاؤں کی آپس میں جنگ ہونے اور ایک کے زخمی ہونے پر خون کی بارش ہوئی اور یہ پہاڑی اور اس کے قریب کا مصری شہر اس کی زد میں آئے تھے۔

4۔ فن لینڈ، سائبیریا اور منگولیا کی تاریخیں بھی خون کی بارش کے واقعات بیان کرتی ہیں۔ جن کی تفصیل طوالت سے بچنے کی خاطر بیان نہیں کی جارہی تاہم تاریخ اور زمانے کی یہ شہادتیں اس فرمان الٰہی کی تصدیق کرتی ہیں،

ھذا کتابنا ینطق علیکم بالحق (جاثیہ۔29)

"یہ ہماری کتاب ہے جو تمہیں سچ بتاتی ہے"۔



آندھی سے تباہی

قومِ ثمود کے انجام (آسمانی چنگھاڑ اور منہ کے بل گرنا میں پڑھیے) کے بعد قومِ عاد کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

واما عاد فاهلكو بريح صرصر عاتية ☆ سخر ها عليهم سبع ليال و ثمنية ايام حسوما فترى القوم فيها صرعى كانهم اعجاز نخل خاوية ☆ فهل ترى لهم من باقية (حاقہ۔7،8)

"اور اللہ نے قومِ عاد کو سخت و تند آندھی سے تباہ کر دیا۔ یہ (آندھی) سات راتیں اور آٹھ دن تک مسلسل چلتی رہی اور لوگ یوں گر رہے تھے جیسے کھوکھلی کھجوروں کے تنے۔ کیا اب ان میں سے کوئی باقی نظر آتا ہے"۔

غور طلب بات ہے کہ اتنی تیز آندھی کا ذکر صرف قرآن حکیم میں آیا ہے یا ایسے واقعات روئے زمین پر اور بھی گزرے ہیں۔

1۔ یہودیوں کی تاریخ میں لکھا ہے کہ جب مصر پر خون کا عذاب آیا تو اس کے فوری بعد سات دن تک خوفناک آندھی چلتی رہی جس سے دنیا کی بیشتر آبادی تباہ ہوئی اور زمین کی شکل و صورت یکسر تبدیل ہو کر رہ گئی تھی۔

2۔ مصر کا ایک مؤرخ منیتھو (Manetho) رقمطراز ہے کہ مصر کے فرعونوں کے تین دور گزرے ہیں۔ درمیان والے دور کی آبادی کا ایک کثیر حصہ تیز آندھی سے ختم ہوا تھا۔

3۔ بدھستوں کی تاریخ کے مطابق کائنات ہمیشہ ہی تند و تیز آندھی سے ختم ہوتی ہے اور یہ آندھی پہاڑوں کو اڑا کر آسمان کی طرف پھینک دیتی ہے اور ایسی طاقتور ہوتی ہے کہ ایک کروڑ دنیاؤں کو ایک لاکھ مرتبہ فنا کر سکتی ہے۔

("World Cycle Budlism" by Warren")

4۔ مارچ کے مہینے میں "پولی نیسیا" کے جزائر کے لوگ اپنے ایک دیوتا "طفافا" کا دن مناتے ہیں جس نے [illegible] کو ایک انتہائی تیز آندھی کے طوفان سے بچایا تھا۔

5۔ ایرانی تاریخ کے مطابق ایک دیوتا نے دوسرے دیوتا کیساتھ لڑائی کے دوران اتنی تیز آندھی چلائی کہ ہر چیز تباہ ہو گئی تھی۔

بحث بالا کا حاصل یہ ہے کہ آندھی کی تباہ کاریاں انسان کی نظر سے ڈھکی چھپی نہیں ہیں اور اسی طرح کی تیز آندھی نے ہی قوم عاد کو تباہ و برباد کیا تھا۔ یہ تاریخی شہادتیں غیر دانستہ طور پر قرآنی واقعات کی حقانیت کی تصدیق کرتی ہیں۔



دو مشرق، دو مغرب

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

رب المشرقین ورب المغربین (رحمٰن، 17)

"وہ (اللہ) دو مشرقوں اور دو مغربوں کا رب ہے"۔

قدیم تاریخی واقعات کو ٹٹولتے ہیں کہ وہ دو مشرقوں اور دو مغربوں کی کیا شہادتیں فراہم کرتے ہیں؟

1 مشہور یونانی مورخ ہیروڈوٹس بیان کرتا ہے،

"میں جب مصر میں گیا تو وہاں ایک مذہبی و روحانی پیشوا نے مجھے بتایا کہ مصر کے پہلے بادشاہ سے لیکر اس وقت تک 341 نسلیں گزر چکی ہیں۔ اگر تین نسلوں کا زمانہ ایک سو سال کے برابر خیال کیا جائے تو یہ تقریباً 11400 سال بنتے ہیں اور اس عرصے کے دوران سورج دو مرتبہ مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع ہو کر مشرق میں غروب ہوا تھا۔" مطلب یہ کہ مغرب، مشرق بن گیا اور مشرق مغرب۔ یوں دو مشرق و مغرب ہوئے ایک یہ اور ایک عام جسکا ہم روز مشاہدہ کرتے ہیں۔

2۔ ایچ او لینج (H.O.Lange) لکھتا ہے کہ زمین پر بارہا ایسا ہوا کہ شمال جنوب بن گیا، مشرق مغرب میں تبدیل ہو گیا اور زمین الٹ گئی۔

3۔ افلاطون کہتا ہے کہ بعض اوقات زمین اُلٹے چکر کاٹنے لگتی ہے اور ایسا اس وقت ہوتا ہے جب آسمانی قوت (پروردگار) زمین کے باسیوں سے ناراض ہو جاتا ہے۔

4۔ ایک لاطینی تاریخ دان پمپونیس میلا (Pamponious Mela) کے

مطابق مصری قوم دو چیزوں پر بہت ناز کرتی ہے۔ اول اپنے قدیم ہونے پر اور دوم اپنی اس تاریخ پر کہ سورج دو مرتبہ مغرب سے طلوع ہو کر مشرق میں ڈوبا تھا۔



آسمانی لشکر

ربِ ذوالجلال اپنے مقرب بندوں کی فرشتوں کی افواج اور دیگر غیبی ذرائع سے مدد فرماتا ہے۔ قرآن میں بھی اپنے لشکر کے ذریعے مدد کرنے کا ذکر بیان ہوا ہے جیسے معرکہ حنین کے موقعہ پر ارشاد ہوا۔

لقد نصر کم الله فی مواطن کثیره۔۔۔و عذب الذین کفرو و ذلك جزآء الکفرین (توبہ 25،26)

"بے شک اللہ نے کئی جگہوں پر تمہاری مدد کی اور حنین کے دن بھی جب تم اپنے لشکر کی کثرت پر مغرور ہو گئے تھے لیکن یہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آسکی اور زمین کشادہ ہونے کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی اور تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔ پھر اس نے رسول ﷺ اور مسلمانوں پر اپنی تسکین اتاری، ان کی مدد کے لیے لشکر اتارے جنہیں تم دیکھ نہیں سکتے تھے اور کافروں کو سزا دی کہ وہ اسی قابل تھے۔"

1۔ یہ تو تھا رسول ﷺ کی مدد کا قصہ جن کے لیے یہ کائنات بنی پر حالیہ

دور میں ہماری مدد بھی 1965ء کی پاک بھارت جنگ میں فرمائی گئی جب بے شمار محاذوں پر سبز پوش گھڑ سوار اور سفید قباء والے بزرگ نظر آنے کی ناقابل تردید شہادتیں موصول ہوئیں۔ یہی وہ غیبی امداد ہے جس کا اللہ ذکر فرماتا ہے۔

2۔ تورات کے مطابق جب اشوریا کے بادشاہ سناکرب نے بنی اسرائیل پر حملہ کیا تو اسے جبریل نے تباہ کیا تھا۔ اسی طرح طائف کے لوگوں کے تنگ کرنے پر محمد پاک ﷺ سے جبریل نے پوچھا تھا کہ اگر اجازت ہو تو ان لوگوں پر پہاڑ گرادوں پر آپ نے جواباً فرمایا تھا کہ اللہ ان لوگوں کو ہدایت بخشے گا اور آخر یہ میری راہ پر چلیں گے اس لیے ایسی ضرورت نہیں۔

3۔ یسعیاہ (نبی) نے کہا تھا،

"آسمانی فوج بڑی تیزی سے لڑے گی، وہ نہ تھکے گی نہ سوئے گی، نہ ان کا کمر بند ڈھیلا ہوگا اور نہ ہی ان کے جوتوں کے تسمے ٹوٹیں گے۔ ان کے تیر تیز ہوں گے اور کمانیں سخت، ان کے گھوڑوں کی سموں سے آگ نکلے گی، ان کی گاڑیوں کے پہیے بگولوں کی طرح گھومیں گے اور ان کے گھوڑے ایسے دھاڑیں گے جیسے شیر"۔ (یسعیاہ کا صحیفہ۔30/5/6)

4۔ غیبی لشکروں سے مدد کا تصور یونان کی تاریخ میں بھی ملتا ہے۔ ہیومر (Humar) اپنے ڈراموں میں دکھاتا ہے کہ تیز رفتار آسمانی گھڑ سوار یونانی دیوتا کے ساتھ ہیں۔

5۔ اسی طرح کی آسمانی امداد کا ذکر اہل بابل کی تاریخوں میں بھی مذکور ہے۔

6۔ پروفیسر میکس ملر (Max Mullar) نے ویدوں کے اشوک (Vadic Himns) میں بھی ایسی غیبی امداد کا ذکر کیا ہے۔

یہ تمام شہادتیں صریحاً اعلان کرتی ہیں کہ کائنات کی تمام طاقتیں صرف اور صرف اسی ذات باری تعالیٰ کے تصرف میں ہیں اور وہ جب چاہتا ہے، جس کی چاہتا ہے مدد فرماتا ہے۔ اسی لیے ارشاد ہوا،

انا لننصر رسلنا والذین امنو فی الحیوۃ الدنیا و یوم یقوم الا شھاد (مومن 51)

''ہم اپنے رسولوں اور ان لوگوں کی جو ان پر ایمان لاتے ہیں، دنیا اور آخرت دونوں میں یقیناً مدد کرتے ہیں''۔

یعنی اس مدد کے لیے رسول ﷺ کی پیروی ہی بنیادی شرط ہے۔



پتھروں کی بارش

قومِ لوط کی بد فعلیاں اور بد اعمالیاں جب حد سے تجاوز کر گئیں تو اللہ نے ان پر پتھروں اور کنکریوں کی بارش برسائی جس سے وہ تباہ و برباد ہو گئے۔ اس واقعے کا ذکر کچھ اس طرح بیان فرمایا گیا ہے۔

فلما جآء امرنا جعلنا عالیھا سافلھا و امطر نا علیھا حجارۃ من سجیل منضود (ہود82)

"پھر جب ہمارا حکم آگیا تو ہم نے قومِ لوط کی بستی کو تہس نہس کر دیا اور ان پر کنکروں اور پتھروں کی بارش برسائی"۔

آسمان سے سنگ باری کی تاریخی شہادتیں بے شمار ہیں تاہم چند ایک درج ذیل ہیں۔

1۔ فرانس کے جنوبی حصے پر 1790ء میں پتھروں کی بارش کی خبر ملی تو پیرس کی سائنس اکیڈمی نے اس واقعے کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا لیکن جب 26 اپریل 1803ء کو ایگل (Aigle) کے مقام پر ایک شہاب کے پاش پاش ہو جانے سے پتھروں کی بارش ہوئی تو اکیڈمی کو اپنی رائے تبدیل کرنا پڑی۔

2۔ کتاب یشوع میں بیان ہے کہ کنعانی، بنی اسرائیل کے آگے آگے بھاگ رہے تھے تو اللہ نے ان پر پتھروں کی بارش برسائی تھی جس سے وہ کثیر تعداد میں ہلاک ہوئے تھے۔

3. فرانس کی تاریخ کے مطابق 17 نومبر 1492ء کو رومہ کے شہنشاہ میکسی ملین (Maxi Millan) اور اس کے درباریوں کے آنکھوں دیکھے ایک مقام السیس (Alsace) میں پتھر برسے تھے۔

4. افلاطون کے نزدیک ایک شہاب ٹکڑے ٹکڑے ہو کر قدیم یونان کے ایک دریا ایگو سپوٹامی (Aegospotamy) میں اور اس کے آس پاس گرا تھا۔

5. میکسیکو کی تاریخ میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ آسمان سے آگ اور گرم پتھر برسے تھے۔

6. فن لینڈ کی تاریخ میں بھی ایسی ہی ایک روائت ملتی ہے۔



من وسلوٰی

بنی اسرائیل کو پروردگار نے جن آرام و آسائشوں سے نوازا تھا ان میں ایک، ''من وسلوٰی'' انتہائی قابل ذکر ہے۔

وانزلنا علیکم المن والسلوٰی (بقرہ۔57)

''اور ہم نے تم (بنی اسرائیل) پر من وسلوٰی اتارا''۔

''من'' سے مراد سفید رنگ کی لذیذ مٹھائی ہے جو ہر صبح منوں کے حساب سے بنی اسرائیل کے لیے برستی اور وہ اس کو اکٹھا کر لیتے اور جو بچتی، شبنم کی طرح ہوا میں

تحلیل ہو جاتی۔ اس کا ذائقہ شہد جیسا ہوتا تھا۔

"سلویٰ" بٹیروں کی ڈاروں کو کہتے ہیں جو ہر سحر ان کے خیموں کے قریب اترتیں اور وہ انہیں پکڑ لیتے۔

آسمانی غذا کے نزول کے اذکار قرآن کے علاوہ بھی ملتے ہیں جو مندرجہ بالا آیت کی تصدیق و تشریح کرتے ہیں جیسے۔،

1۔ ہندوستوں کی تاریخ کے مطابق جب دنیا کا کوئی مخصوص چکر ختم ہوتا ہے تو آسمان سے غذا برسنے لگتی ہے "رگ وید" اور "ارتھیرا وید" (کتابیں) میں بھی آسمان سے شہد نازل ہونے کا ذکر ملتا ہے۔

2۔ قدیم یونان کی تاریخ کے نزدیک ان کے ہاں ایک دفعہ ایسی آسمانی غذا اتری جس کا ذائقہ شہد جیسا تھا اور جب وہ دریاؤں و نالوں وغیرہ میں ملی تو ان کا رنگ دودھ جیسا سفید ہو گیا تھا۔ اسی پر رومن شاعر اووڈ (Ovid) نے جس کا تعلق پہلی صدی عیسوی سے تھا کہا تھا،

"ہمارے ملک میں شیر و شہد کی نہریں بہتی ہیں"۔

3۔ سینا کے ریگستانوں میں ایک پودے ترکس (Tamarix) کے ساتھ بالکل من جیسے پھل لگتے ہیں اور صبح کے وقت خود گرتے ہیں اور دھوپ میں شبنم کی طرح پگھل جاتے ہیں۔ لوگ ان کو بوتلوں میں بھر کر شہد و جیم کی طرح ڈبل روٹی پر لگا کر کھاتے ہیں۔

عموماً آسمانی پھل ہی کہا جاتا ہے۔ کیا بعید ہے کہ اللہ نے بطور نمونہ من اس پودے کو

ق فرمایا ہو۔

آئس لینڈ کی تاریخ کے تحت کبھی یہاں ایسی آگ بھڑکی تھی کہ سوائے ایک

ے کے تمام لوگ جل کر خاک ہو گئے تھے۔ وہ دونوں ایک عرصہ تک ایسی شبنمی غذا پر

ارہ کرتے رہے جو گرنے کے بعد جم جاتی تھی۔ آئس لینڈ کی موجودہ آبادی اسی جوڑے کی

لاد بتائی جاتی ہے۔ قرین قیاس ہے کہ چونکہ اللہ کو وہاں نئے سرے سے آبادی پیدا کرنا

نصود تھا اس لیے ان کو زندہ رکھنے کی خاطر وہ اس طرح کی تنزیل کرتا رہا۔ سبحان اللہ۔۔

کذلک نفصل الایت لقوم یتفکرون (یونس۔24)

"ہم اپنی آیات کو ان لوگوں کے لیے جو تفکر کرتے ہیں، کھولتے ہیں"۔



آسمانی چنگھاڑ اور اوندھے منہ گرنا

حضرت صالحؑ اور حضرت شعیبؑ کی اقوام کے راہِ راست سے ہٹنے پر اللہ تعالیٰ

نے انہیں ایسی خوفناک چنگھاڑ کے ذریعے ہلاک کیا تھا جس کی آواز سے اُن کے دل پھٹ گئے

تھے اور وہ منہ کے بل زمین پر گر کر مر گئے تھے۔ ان واقعات کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب

میں کچھ اس طرح بیان فرمایا ہے،

فلما جاء امرنا نجینا صلحا والذین امنوا معه برحمة منا و من خزی یو مئذ ان ربك هو القوی العزیز ☆ واخذ الذین ظلموا الصیحة فا صبحوا فی دیار هم جثمین (ہود۔66،67)

"جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے صالح اور اس کے مومن ساتھیوں پر رحم فرمایا ان کو اس دن کی رسوائی سے بچا لیا۔ بیشک تمہارا رب قوت اور عظمت والا ہے اور ظالموں کو چنگھاڑ نے آلیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ گر کر ہلاک ہو گے۔"

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا،

ولما جاء امرنا نجینا شعیبا و الذین امنوا معه برحمته منا واخذ ت الذین ظلموا الصیحة فاصبحوا فی دیار هم جثمین (ہود۔94)

"اور جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے شعیبؑ اور اس کے مومن ساتھیوں کو اپنی رحمت سے بچا لیا اور بدکاروں کو ایک چنگھاڑ نے آلیا جس سے وہ منہ کے بل گر کر ہلاک ہو گے"۔

اب ہم اُن تاریخی شہادتوں پر طائرانہ نظر ڈالتے ہیں جو اس چنگھاڑ کے واقعہ پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہیں۔

1۔ زبور میں حضرت داؤدؑ نے اس چنگھاڑ کو خدا کی آواز قرار دیا تھا۔

2۔ پہلی صدی عیسوی کا مؤرخ "پلینی" لکھتا ہے کہ زمین کے بطن سے بعض اوقات ایک ایسی ہیبت ناک آواز نکلتی ہے جس کو خدا کی آواز کہنا مناسب ہو گا۔

3۔ مغربی برازیل کی تاریخ کے مطابق قدیم دور میں کبھی اتنے زور سے بجلی چمکی تھی کہ اس کی آواز سے آسمان پھٹ گیا تھا اور اس کے ستاروں کے ٹکڑے زمین پر گرنے سے تقریباً تمام جاندار ہلاک ہو گے تھے۔

4۔ جب تورات کے پہلے دس احکامات نازل ہوئے تھے تو کوہ طور لرز اٹھا تھا جس کی خوفناک آواز دور دور تک سنی گئی تھی۔

5۔ قدیم مصری مورخ ایپوور (Ipuwer) لکھتا ہے کہ سال خروج بلند آوازوں کا سال تھا اور اس سال ایسی چنگھاڑتی آوازیں سنی گئی تھیں جن سے زمین کی مکمل تباہی کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔

6۔ اسرائیلی روایات اور تالمود (حضرت عزیرؑ کی کتاب) میں ذکر ہے کہ جب بادشاہ سناکرب نے اسرائیل پر کیا تو اس کے لشکر پر آسمان سے آگ برسی جس کے ساتھ ایک دہشتناک چنگھاڑ شامل تھی۔

منہ کے بل گرنا

اوپر تو تھیں چنگھاڑ سے متعلق شہادتیں، اب آتا ہے منہ کے بل زمین پر گرنے کا بیان کہ اگر کوئی غیر مسلم ہم سے پوچھ بیٹھے کہ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ وہ چنگھاڑ سے ہلاکت کے بعد منہ کے بل ہی زمین پر گرے تھے؟۔

تو اس سوال کا جواب سید علی اصغر ہاجرامی کے سفرنامے سے ملتا ہے۔ لکھتے ہیں ،جب ہم مدائنِ صالح پہنچے تو ہماری ٹرین کا انجن خراب ہو گیا تو ہمیں بتایا گیا کہ ٹرین اگلی صبح

روانہ ہو گی چنانچہ ہم چند دوست شہر کے قدیم کھنڈرات کو دیکھنے چلے گے۔ دور سے ہی اندر کی طرف کھڑی ہوئی چٹانیں نظر آئیں جن کے باہر دروازے بنے نظر آرہے تھے۔ (واضح رہے کہ اقوام عاد و ثمود دونوں سنگ تراشی میں خصوصی مہارت رکھتی تھیں اور انھوں نے پہاڑوں کو تراش کر اپنی رہائش گاہیں بنا رکھی تھیں۔ یہ مکانات پہلے عاد اور پھر ثمود کا مسکن رہے تھے۔ یہ لوگ اپنے آپ کو ان مضبوط ترین مکانوں میں اس قدر محفوظ سمجھنے لگے تھے کہ شرک پر اُتر آئے تھے۔

پہاڑوں میں گھر بنانے کا ذکر کچھ یوں ہے،

وتنحتون من الجبال بیوتا فرھین (شعراء۔149)

"اور تم پہاڑوں کو تراش کر بڑی خوشی سے گھر بناتے ہو"۔)

بلگرامی آگے لکھتے ہیں کہ انہی پہاڑوں کے درمیان وہ چشمہ بھی تھا جس میں حضرت صالحؑ کی ناقہ کو پانی پینے سے روکا گیا تھا۔ قدیم کتب و تاریخ دونوں ان اقوام کے ذکر اور انجام کے معاملے میں خاموش ہیں۔ ہمیں یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ ان گھروں کی سیڑھیاں الٹی تھی (معلوم ہوتا ہے کہ ان کی پوری بستی کو الٹا دیا گیا تھا جس کی وجہ سے وہ اوندھے منہ گر کر ہلاک ہوئے تھے)۔

اتنی بڑی عینی شہادت کے بعد بھی کیا قرآن کے وحی اور حق ہونے پر شبہ کی کوئی گنجائش بچ سکتی ہے؟

ومن اصدق من اللہ حدیثا (نساء۔87)

"اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہو سکتی ہے"۔

ایک وضاحت

عام ترجموں میں لفظ "جٰثمِین" سے مراد گھٹنوں کے بل گرنا یا زانوں کے بل گرنا لیا گیا ہے جبکہ لغات القرآن از جناب عبدالرشید نعمانی کے مطابق اس کا مطلب اوندھے منہ گرنا ہے۔

امام راغب اصفہانی، محمد عبدالفلاح فیروز پوری اور ڈاکٹر غلام جیلانی برق کے مطابق بھی اس لفظ کا صحیح ترجمہ منہ کے بل نیچے گرنا ہے۔



ہر طرف اندھیرا

قرآنِ عظیم متعدد مقامات پر ایک ایسے وقت کی خبر دیتا ہے،

اذا الشمس کورت☆ واذا النجوم انکدرت ☆ واذا الجبال سیرت (تکویر۔1تا3)

"جب سورج سیاہ ہو جائے گا (یعنی دنیا پر ہر طرف اندھیرا چھا جائے گا)، ستارے جھڑ جائیں گے اور پہاڑ اُڑ جائیں گے"

ہر طرف اندھیرے کی یہ خبروحی کوئی نئی بات نہ ہے کیونکہ اللہ نے اس سے قبل بھی انسان کو کئی دفعہ ایسے حالات سے دوچار کیا ہے۔ جیسے،

1۔ تورات میں مذکور ہے کہ مصر میں ایک دفعہ تین دن تک ایسی بلا کی تاریکی اور اندھیرا رہا کہ کوئی آدمی نہ تو کسی دوسرے کو دیکھ سکتا تھا اور نہ حرکت کر سکتا تھا۔

2۔ سپین کے دو مؤرخ ایویلا(Avila)اور مولینا(Molina) کئی سالوں تک سرخ انڈینز کی تاریخی کہانیاں اکٹھی کرتے رہے جن میں سے ایک کہانی یہ تھی کہ ایک مرتبہ ستاروں کے آپس میں ٹکرا جانے کی وجہ سے سورج پانچ دن تک غائب رہا اور دنیا اندھیرے میں ڈوبی رہی۔

3۔ بابل کی ایک داستان شجاعت گلگمش(Gilgamesh) میں ہے کہ ایک دفعہ ایسی کالی گھٹا اٹھی اور ساری زمین پر چھا گئی کہ دنیا تاریک ہو گئی۔

4۔ ایران کی تاریخی کتاب بنڈاہس (Bundahis) میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ دوپہر کے وقت سورج اچانک غائب ہو گیا تھا جس کی وجہ سے پوری دنیا گہری تاریکی میں ڈوب گئی تھی۔

5۔ قدیم جاپان کی ایک کتاب نہانگی(Nihangi) میں لکھا ہے کہ جاپان کے شہنشاہ کامی یماٹو(Kami Yamato) کے دور حکومت میں سورج مدتوں غائب رہا اور ساری دنیا اندھیرے میں ڈوبی رہی۔

6۔ میکسیکو کی تاریخ پردہ اٹھاتی ہے کہ ایک مرتبہ وہاں پچیس سال تک اندھیرا رہا تھا۔ سپین کا مؤرخ گومارا(Gomara) جو کولمبس(Collumbus) کے بعد

امریکہ گیا تھا، اس واقعہ کی تائید کرتا ہے۔

7۔امریکہ کی ریاست پیرو اور فن لینڈ کی تواریخ بھی ایسے ہی واقعات بیان کرتی ہیں۔

اسی طرح ارشاد ہوا،

فارتقب یوم تاتی السماء بدخان مبین (دخان۔10)

''تو تم اس دن کا انتظار کرو جب آسمانوں میں دھواں ہی دھواں ہو گا۔''

مفسرین عظام کے نزدیک اس دھویں کی وجہ سے چالیس دن اور راتیں مکمل اندھیرا رہے گا اور مومنوں کی حالت ایسے ہو جائے گی جیسے ان کو زکام ہو گیا ہو اور کافروں کی حالت ایسے ہو گی جیسے وہ مدہوش ہوں اور ان کے نتھنوں، کانوں اور جسم کے سوراخوں سے دھواں نکلے گا۔اور یہ دھواں قربِ قیامت کی آخری نشانیوں میں سے ہو گا۔

پھر ارشاد ہوا،

اذا السماء انفطرت ۔۔۔علمت نفس ما قدمت و اخرت (انفطار۔1تا5)

''جب آسمان پھٹ جائیں گے، ستارے جھڑ جائیں گے، دریا سوکھ جائیں گے اور قبریں کھل جائیں گی تو اس وقت تمام لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ اس نے کیا (عمل) آگے بھیجا ہے اور کیا پیچھے چھوڑا ہے۔

صرف اولادِ نوحؑ ہی باقی رہی

تمام محقق اس امر پر متفق ہیں کہ روئے زمین پر حضرت نوحؑ کی اولاد کے علاوہ باقی تمام نسلیں طوفان کی وجہ سے ختم ہو گئی تھیں اور موجودہ تمام بنی نوع انسان آپؑ کے تین بیٹوں سام، حام اور یافث کی اولاد ہیں۔

1۔ کولمبیا انسائیکلو پیڈیا (صفحہ 1229) میں بیان ہے۔

"Noah was the builder of the ark that saved human and animal life from the Deluge.His sons Shem,Ham & Jophet are ancestors of mankind."

''نوحؑ اس کشتی کے بنانے والے تھے جس نے انسانی اور حیوانی زندگی کو طوفان سے بچایا تھا۔ نوح کے بیٹے سام، حام اور یافث تمام بنی نوع انسان کے باپ ہیں''۔

2۔ مشہور مستشرق ایچ آر گبز (Gibbs) لکھتا ہے،

''طوفانِ نوحؑ میں سب کچھ غرق ہو گیا تھا سوائے ان لوگوں کے جن کو کشتی میں سوار کیا گیا تھا اور ہر جانور کا ایک جوڑا بھی بچا۔'' (شارٹر انسائیکلو پیڈیا صفحہ۔430)

3۔ لنڈن انسائیکلو پیڈیا کے نزدیک۔

"Noah on account of his righleousness was saved by

God from a flood that exterminated all living things except for noah and His three sons and their wives and a pair of every living species."

"نوحؑ راستبازی کی وجہ سے سیلاب کے طوفان سے اللہ کی طرف سے بچائے گئے تھے جس نے نوحؑ، آپؑ کے تین بیٹوں، ان کی بیویوں اور ہر جاندار کے ایک جوڑے کے علاوہ باقی سب کو ختم کر دیا تھا۔"

4 بک آف نالج میں درج ہے،

"The God sent rain antill all The earth , even highest mountain was deep under water and all living things perished except Noah and Those who were in The ark (His wife , sons and Their wives)."

" اللہ تعالٰی نے ایسی بارش بھیجی جس نے تمام زمین کو حتیٰ کہ اس کے اونچے ترین پہاڑ کو بھی ڈبو دیا ہے۔ تمام زندہ اشیاء سوائے نوحؑ، آپ کی بیوی، بیٹے اور اُن کی بیویوں کے، ہلاک ہو گئیں"۔

5۔ قتادہ بن دعامہ بصری کا قول ہے، "تمام لوگ حضرت نوح کی اولاد ہیں۔" (ابن کثیر)

6۔ ابن عباسؓ کے نزدیک

جب نوحؑ کشتی سے باہر آئے تو آپ کے ذاتی خاندان (بیوی، بیٹوں اور ان کی بیویوں) کے علاوہ تمام باقی ساتھی بھی رفتہ رفتہ ہلاک کر دیئے گئے (تفسیر قرطبی)

7۔ علامہ طنطاوی رقمطراز ہیں۔

"تمام انسان نوحؑ کی نسل ہیں۔ نوحؑ کے تین بیٹے تھے ایک سام جو عربوں ،ایرانیوں اور رومیوں کا جد امجد ہوا، دوسرا حام جو کہ سیاہ فام لوگوں کا باپ بنا اور تیسرا یافث جو جیرہ خزر کے ترکوں اور یاجوج ماجوج کا مورثِ اول قرار پایا"۔ (صافات کی تفسیر)

یہ تو تھی نسل انسانی کے متعلق محققین کی تحقیق و نتائج، آیئے اب دیکھتے ہیں کہ ہمارا خالق و مالک اس معاملہ پر کیا فرماتا ہے؟

و جعلنا ذریتہٖ ھم البقین (صافات۔77)

"اور ہم نے صرف (نوحؑ) کی اولاد کو باقی رکھا/زندہ رکھا"۔

اب اس میں کیا شبہ رہ سکتا ہے کہ

تنزیل من رب العلمین ☆افبھذا الحدیث انتم مدھنون (واقعہ۔81،80)

"یہ (قرآن) سب جہانوں کے رب کا اتارا ہوا ہے تو کیا تم اس بات کو نہیں مانتے"۔

باب پنجم

قرآن کے متعلق غیر مسلم اور نو مسلم دانشوروں کی آراء

قرآن کے مداح صرف ہم ہی نہیں بلکہ غیر مسلم بھی ہیں اور ان کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ انہیں سمیٹنے کیلیے الگ کتاب کی ضرورت ہے اس لیے ان چند کے ذکر پر ہی اکتفا کروں گا۔ذیل کے تاثرات میں سے زیادہ تر "اسلام از اور چوائس" (Islam is our Choice) سے ماخوذ ہیں۔

نپولین بونا پارٹ

فرانس کے مشہور شہنشاہ اور ہیرو جرنیل نپولین بوناپارٹ نے کہا تھا،

"وہ وقت دور نہیں جب میں دنیا کے تمام تعلیم یافتہ، دانا و مہذب انسانوں کو قرآن کی صداقتوں پر دوبارہ جمع کروں گا۔ قرآن وہ واحد الہامی کتاب ہے جس کی تعلیمات میں وہ صداقت ہے جو دنیا کو مسرت سے ہم کنار کر سکتی ہے"

ڈاکٹر بینا نسیٹ

پیرس کا یہ ڈاکٹر 1935ء میں مسلمان ہوا اور اسلامی نام علی سلمان رکھا، کہتا ہے۔

"میں پیرس کی ایک کیتھولک فیملی سے تعلق رکھتا ہوں۔ تعلیم مکمل کرنے کے

بعد میں عیسائیت سے منکر ہو گیا۔ کیونکہ اس کے اصول عقل کی رسائی سے باہر تھے۔ چنانچہ میں نے قرآن حکیم کا مطالعہ شروع کر دیا۔ اس میں بعض ایسے سائنسی حقائق پائے جنہیں ماڈرن سائنس نے آج دریافت کیا ہے۔ تب مجھے مکمل یقین ہو گیا کہ خدا ایک ہے اور محمد ﷺ اس کے سچے رسول ہیں"

جے۔ ڈبلیو لوگراف

برطانیہ کا فاضل بیان کرتا ہے،

"قرآن وہ واحد کتاب ہے جس کے الہامی ہونے پر بے شمار تاریخی دلائل موجود ہیں اور محمد ﷺ وہ واحد رسول ہیں جن کی زندگی کا کوئی پہلو پوشیدہ نہیں۔ اسلام ایک ایسا فطری اور سادہ مذہب ہے جو فضولیات و بیہودگیوں سے پاک ہے۔ قرآن نے اس مذہب کی تفصیل پیش کی اور رسول ﷺ نے اس پر عمل کر کے دکھایا۔ قول و عمل کا یہ حسین امتزاج کہیں اور نظر نہیں آتا"۔

ڈاکٹر جرمینس

یہ ہنگری کی ایک یونیورسٹی میں پروفیسر تھے، مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد اپنا نام عبد الکریم رکھا اور بعد میں ہنگری زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ بھی کیا۔ اپنی آپ بیتی کچھ اس طرح سناتے ہیں،

"ایک رات اسلام کے رسول محمد ﷺ میرے خواب میں آئے اور اپنی شناخت کرانے کے بعد فرمایا کہ بے جھجھک قدم بڑھاؤ، یہی صراط مستقیم ہے۔ اور پھر ان آیات کی فصیح وبلیغ تلاوت فرمائی،

الم نجعل الارض مهادا ۔۔۔ وجعلنا النهار معاشا (نباء۔ 6تا11)

"کیا ہم نے زمین کو بستر نہیں بنایا اور پہاڑوں کو زمین پر میخوں کی طرح نہیں گاڑھا؟ کیا ہم نے تمہیں مرد وزن کی صورت میں پیدا نہیں کیا؟ کیا ہم نے نیند کو سکون آور، رات کو پردہ پوش اور دن کو کسب معاش کیلئے موزوں نہیں بنایا"؟

پس اس خواب کے بعد مجھ پر اسلام اور قرآن کی حقیقت آشکارا ہوگئی اور میں جمعہ کے دن جامعہ مسجد دھلی میں جا پہنچا اور اسلام کے قبول کرنے کا اعلان کر دیا جس پر ہر طرف نعرہ تکبیر بلند ہوئے اور ہزاروں مسلمانوں نے اٹھ کر مجھ سے مصافحہ کیا اور میرے ہاتھ چومے۔ میں اخوت ومحبت کے اس جذبے بے حد متاثر ہوا میری روح سے مسرت کی اتنی بڑی لہر اٹھی کہ جس کی لرزش زندگی بھر باقی رہی"۔

ولیم برشل بشیر

کیمبرج یونیورسٹی سے بی۔اے اور لندن یونیورسٹی سے ایل۔ڈی کی ڈگری لینے کے بعد یہ شخص فوج میں بھرتی ہوا، پہلی عالمی جنگ میں زخمی ہوا، کچھ بہتر ہونے پر قرآن پاک کا فرانسیسی ترجمہ خریدا اور اس کے مطالعے کے بعد اعلان کیا،

"مجھے قرآن پاک کے مطالعہ سے بے اندازہ روحانی مسرت ہوئی اور میں یوں محسوس کر رہا ہوں جیسے کسی لافانی صداقت کا آفتاب مجھ پر تجلیاں برسا رہا ہے۔ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ بہترین لباس اسلام ہے اور بہترین رشتہ خدا سے محبت"۔

والٹر موزگ سیف الدین

یہ اپنی آپ بیتی کچھ یوں بیان کرتا ہے،

"میں 1943ء میں برلن (جرمنی) میں پیدا ہوا تھا۔ وہاں سے میرے والدین ارجنٹائن چلے گئے چونکہ میں مشنری بننا چاہتا تھا اس لئے مذہبی تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی۔ ایک روز اتفاق سے مجھے قرآن مقدس کا ہسپانوی (Spanish) ترجمہ مل گیا میں نے اسے بددلی سے کھولا لیکن جب میں اس کو ختم کر چکا تو اسلام و قرآن سے محبت میرا ایمان بن چکی تھی۔ میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے باطل سے صداقت، غلط سے صحیح، ظلمت سے نور اور عیسائیت سے اسلام کی راہنمائی کی۔ قرآن میں تمام سوالات کا جواب اور شکوک کا حل مل گیا۔ میری تاریکیاں نور میں اور میرا اضطراب سکون میں بدل گیا۔ اللہ نے مجھے اپنے نور کی طرف اس زور سے کھینچا کہ میں نے سپر ڈال دی۔ مجھ پر تمام حقائق روشن ہو گئے ہیں۔ اب میں خداء کائنات اور اپنے آپ کو سمجھنے لگا ہوں اور میری دنیا یکسر بدل گئی ہے۔"

برجٹ ہنی۔ عائشہ

برطانیہ کی یہ لڑکی شروع سے ہی مختلف مذاہب کا تقابلی مطالعہ کرنے میں مصروف رہتی تھی آخر کار جب اس نے قرآن پاک کا مطالعہ شروع کیا تو سورہ عمران تک پہنچے پر ہی اسلام قبول کر لیا۔ بیان کرتی ہے،

"اسلام کو جیومیٹری کی ایک شکل سمجھئے جس کے تمام اضلاع ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔ یہ ایک ایسا معاشرہ تعمیر کرنا چاہتا ہے جس کی بنیاد اخلاقی قدروں پر ڈالی گئی ہو۔ اسلام جسم وروح، ہر دو کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے"

ایبچ ایف فیلوز

یہ برطانوی بحریہ کا ایک افسر تھا جس نے دونوں عالمی جنگوں میں حصہ لیا تھا، بیان کرتا ہے،

"قرآن ایک مکمل ہدائت ہے، زندگی کے تقاضوں سے ہم آہنگ۔ اس کا مقصد نوح انسان کو جلیل وجمیل بنانا ہے اور یہ آسمانی مذاہب کا آخری اور مکمل ایڈیشن ہے"

بی۔ کارلے۔ فاروق

زنجبار کا یہ پارسی 1940ء میں مسلمان ہوا تھا، قرآن سے متعلق لکھتا ہے،

"قرآن کا گجراتی ترجمہ پڑھنے کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ صرف یہی کتاب انسانی اخوت،

مساوات، محبت، رحم و عدل اور انسانیت کی برائی کا درس دیتی ہے اور مسلمان اس کتاب کی وجہ سے دنیا میں ہمیشہ باقی رہیں گے"۔

ارکسن۔ محمود

یہ سویڈن سے تعلق رکھتا تھا، 1950ء میں دائرہ اسلام میں داخل ہوا اور پوچھنے پر وجہ کچھ یوں بتائی،

"اسلامی تعلیمات مبنی بر حقیقت ہیں۔ قرآن جابجا دلائل سے کام لیتا ہے اور اپنے پیروکاروں کو غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔ اسلام تمام کائنات کا مذہب ہے اور خدا کو صرف خدائے اسلام نہیں بلکہ رب العالمین قرار دیتا ہے"

میوسبی۔ جالی

انگلستان کی یہ خاتون تمام مذاہب عالم کا ایک ایک کرکے تقابلی مطالعہ کرنے کے بعد 1954ء میں مسلمان ہو گئی تھی، قرآن کے بارے میں لکھتی ہے،

"قرآن نے ایک ایسا نظامِ حیات پیش کیا ہے جس سے بہتر نظام کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔ اگر آپ کو کسی اور نظام میں کوئی خوبی نظر آئے تو یقین کر لیجئے کہ اس کا ماخذ بھی قرآن ہی ہے"

ابن رشد

اندلس (سپین) کا نامور فلسفی کہتا ہے،

"قرآن وہ واحد الہامی کتاب ہے جو بیک وقت عقائد کا مجموعہ بھی ہے اور قانون کا مجموعہ بھی۔"

محمد اسد

آسٹریا کا ایک مستشرق جو مسلمان ہو گیا تھا، لکھتا ہے،

"قرآن نے دنیا کی مذہبی، سماجی اور سیاسی تاریخ پر گہرا اثر ڈالا۔ اس نے جزیرہ نما عرب میں تہلکہ مچا دیا اور لڑتے ہوئے قبائل کو ایک قوم بنا دیا۔ اسلام کے آفاقی افکار، عرب کی سرحدوں کو جلد پھلانگ گئے اور انھوں نے دنیا کی پہلی نظریاتی ملت کو جنم دیا۔ علم وشعور سے متعلق اسلام کی تاکیدی ہدایات سے اس کے پیروکاروں میں ذوقِ جستجو پیدا ہو گیا جس نے دنیائے اسلام کو تہذیب وتمدن کی انتہائی بلندیوں پر پہنچادیا۔(An Apology (for Mohammad. J. D. part



شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سیدِ لولاک ﷺ کی عالی ترین شان بیان کرنے کیلئے سینکڑوں، ہزاروں مسلم اور غیر مسلم دانشوروں نے قلم اٹھائے، لاکھوں کتب سیرت اور کروڑوں قصیدے لکھ ڈالے لیکن کسی کے ذوقِ تحریر کو تسکین واطمینان حاصل نہ ہو سکا۔ ہر مفکر نے آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ اور ذاتِ اقدس کے فضائل و کمالات کو اپنے انداز و الفاظ میں پیش کرنے کی کوشش کی تاہم ہر کوشش صرف کوشش ہی بن کے رہ گئی۔

اس لئے آپ ﷺ کی شان بیان کرنے کی کیا جسارت کہ پروردگار نے'

☆اتنی وسیع و عریض کائنات کی تخلیق و تشکیل صرف اور صرف آپ ﷺ کے ظہور کی خاطر عمل میں لائی' (مزید گورونانک کا استدلال باب ہفتم میں پڑھیں)

☆ آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجنا اس کی اور اس کے فرشتوں کی محبوب ترین عادت ٹھہری'

☆ آپ ﷺ کو دو جہانوں کی رحمت بنا کر پوری نسلِ انسانی پر آپ کی اطاعت فرض قرار دی'

☆اپنی علم و حکمت اور ہدایت سے بھرپور عظیم القدر کتاب "قرآن حکیم" آپ ﷺ پر نازل فرمائی اور

سید الانبیاء اور خاتم النبین کا رتبہ صرف آپ کو عطا فرمایا اور اپنے دیدار کا شرف بھی صرف آپ ﷺ کو بخشا۔

الغرض حضرت محمد ﷺ کی عظمت و بزرگی بیان کرنا انسانی بس کی بات نہیں سوائے اس کے کہ،

ہر وقت آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجا جائے'

''اللھم صلی علیٰ سیدنا محمد و علیٰ ال سیدنا محمد و بارک و سلم''

پروردگار کا لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں اپنے حبیب مکرم ﷺ کی امت میں پیدا فرمایا۔

☆☆☆

باب ششم

قدیم صحائف میں حضرت محمد ﷺ کا ذکرِ خیر

حضرت سلیمانؑ

حضرت داوؤد کے بیٹے حضرت سلیمانؑ نے سید الانبیاء وخاتم النبین ﷺ کا ذکر درج ذیل الفاظ میں بیان فرمایا تھا۔

"وہ خلو' محمد یم زہ ودسی زہ رعی" (تسبیحات سلیمان 5-12)

"وہ ٹھیک محمد ہیں اور میرے محبوب اور میری جان ہیں"

حبقوقؑ

کیا نبی خاتم ﷺ کی چاہت میں صرف سلیمانؑ ہی تڑپے تھے؟ نہیں، قدیم زمانے کے نبی حبقوقؑ نے صدیوں پہلے آپ ﷺ کے بارے میں فرمایا تھا۔'

"اللہ جنوب سے، اور جو وہ قدوس ہے' کوہِ فاران سے آیا ہے اور اس کی شوکت سے آسمان چھپ گیا زمین احمد کی حمد سے بھر گئی' ' (صحیفہ نبی حبقوقؑ باب 3)

یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ حبقوقؑ کی پیشگوئی کے عین مطابق آپ

اور آپ کے دین کو اللہ نے اس قدر غلبہ عطا فرمایا کہ ساری دنیا ہر وقت آپ ﷺ کی ﷺ حمد میں مصروف رہتی ہے (تفصیل کیلئے پیچھے "غلبہ دین حق" پڑھیں)

یسعیاہؑ

یسعیاہ فرماتے ہیں'

"بیابان (عرب) اور اس کی بستیوں قیدار کے آباد گاؤں اپنی آواز بلند کریں گے' اسلع کے باشندے ایک گیت گائیں گے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں سے للکاریں گے، وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں گے" (یسعیاہ کا صحیفہ باب-42)

اسلع کا پہاڑ اب بھی موجود ہے آج بھی مدینہ منورہ کے کسی بچے سے پوچھا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی بکریاں کس پہاڑ کے دامن میں چراتا ہے۔ اس اسلع کے پہاڑ کے ساتھ اب بھی خندق کے نشانات موجود ہیں اور دامن اسلع کے باشندوں نے ہجرت پر حضور ﷺ کا استقبال "طلع لبدر علینا" اور دیگر گیتوں کے ساتھ کیا تھا۔

ملاکیؑ

نبی ملاکیؑ نے ذکر فرمایا تھا'

"وہ خداوند جس کی تلاش میں تم ہو' ہاں! عہد کا رسول جس سے تم خوش ہو' وہ ہیکل میں ناگہان آئے گا' دیکھو! وہ یقیناً آئے گا' رب الافواج فرماتا ہے! اس کے آنے کے دن

کون ٹھہر سکے گا اور جب وہ نمودار ہو گا تو کون کھڑا رہے گا؟"

تاریخ شاہد ہے کہ ہیکل میں ناگہان آیا یعنی فتح مکہ کے موقع پر حضور ﷺ دس ہزار صحابہ کی فوج لے کر اچانک مکہ پہنچے تو جب آپ ﷺ کے صحابہؓ نے رات کا کھانا کھانے کیلئے چولہے جلائے تو تب ابو سفیان اور مکے والوں کو آپ کی آمد کا علم ہوا اور پھر فتح مکہ کے موقعہ پر آپ ﷺ کے سامنے کوئی بھی نہ ٹھہر سکا تھا۔

مہاتما بُدھ

مہاتما بدھ سے کون واقف نہیں؟ حضرت عیسیٰؑ سے پانچ سو سال پہلے اس نے تمام مشرقی ممالک کو ایک ہی مذہبی رشتے سے باندھ کر رکھ دیا تھا۔ اس عظیم مہاتما بدھ نے اپنے آخری وقت میں دنیا کو کیا وصیت کی تھی، یہ ایک دلچسپ حقیقت ہے اگرچہ بہت کچھ مٹ چکا ہے لیکن مہاتما بدھ کے وہ جملے اب تک زندہ ہیں جو اس نے اپنی آخری سانسوں کے وقت اپنے شاگرد نندا کے کان میں ڈالے تھے، جب اس نے روتے روتے بدھا سے پوچھا تھا،

"آقا آپ کے جانے کے بعد دنیا کو کون تعلیم دے گا؟"

بدھ کا جواب تھا،

"نندا میں پہلا بدھ نہیں جو زمین پر آیا اور نہ ہی آخری بدھ ہوں۔ اپنے وقت پر دنیا میں ایک اور بدھ (بدھ کے معنی عقلمند اور خداشناس کے ہوتے ہیں) آئے گا۔ مقدس، منور

القلب، عمل و دانائی سے لبریز، مبارک، عالم کائنات اور انسانوں کا عدیم النظیر سردار، جو غیر فانی حقائق میں ظاہر کرتا ہوں، وہ بھی ظاہر کرے گا اور وہ میری طرح ایک مکمل اور خالص مذہبی نظام زندگی کی تبلیغ کرے گا"

نندا نے پوچھا! ہم اسے کس طرح پہچانیں گے؟

بدھا نے فرمایا: "وہ میتریا" کے نام سے موسوم ہوگا"

اکتوبر 1930ء میں الہ آباد کے مشہور انگریزی اخبار لیڈر (Leader) میں ایک بدھسٹ کا مضمون شائع ہوا جس میں اس نے لفظ "میتریا" کا ترجمہ کچھ اس طرح کیا،

"وہ جس کا نام رحمت ہے"

بلاشبہ حضرت محمد  کو ہی اللہ تعالیٰ نے دو جہانوں کی رحمت بنا کر بھیجا۔

☆☆☆

الہامی کتابوں میں حضور ﷺ کی آمد کی بشارتیں

اب ہم آپ ﷺ سے قبل آنے والی الہامی کتب، زبور، تورات اور انجیل کا جائزہ لیتے ہیں کہ ان کتابوں نے نبی آخر الزمان ﷺ سے متعلق کیا پیشگی بشارتیں اور خبریں بیان فرمائی ہیں۔

زبور

حضرت داوؑد پر نازل ہونے والی اس الہامی کتاب میں حضور ﷺ کا ذکر خیر کچھ اس طرح بیان فرمایا گیا ہے۔،

"مبارک ہیں وہ (رسول اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کرام) جو تیرے گھر میں بستے ہیں وہ سدا تیری حمد کرتے ہیں وہ بجہ سے گذرتے ہیں کنواں بناتے ہوئے" (زبور باب -18)

قرآن نے اگر بجہ کا نام مکہ بتایا ہے تو بے اطمینانی کیونکر جب قرآن کے مشہور مخالف "مارگولیوتھ" نے بھی گواہی دی کہ بجہ عرب کے مکہ کے علاوہ اور کوئی جگہ نہیں۔

زبور، تورات اور انجیل جیسی قدیم الہامی کتب جو کہ آج اصل حالت میں موجود

نہیں ہیں، میں نبی خاتم ﷺ کا اتنا بیان بھی قابل قدر ہے۔

تورات

جب موسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے طور سینا کے پہاڑ پر اپنے نور کی معمولی سی تجلی دکھائی تو

آپ بے ہوش ہو گئے، تورات میں ذکر ہے،

"خدا سینا سے نکلا، سعیر سے چمکا۔(اس کا آخری رسول ﷺ) فاران کی پہاڑیوں

سے جلوہ گر ہوا، دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ" (پیدائش باب 17-20)

فاران مکہ کے پہاڑوں کا نام ہے اور رسول ﷺ جب فتح مکہ کے موقع پر مکہ میں

داخل ہوئے تو آپ ﷺ کیساتھ دس ہزار جانبازوں کا لشکر تھا۔

ایک اور مقام پر تورات میں ذکر ہے،

1 "وہ عربی ہو گا اس کا ہاتھ سب کے خلاف اور سب کا ہاتھ اس کے خلاف ہو گا"

(پیدائش باب 16-13)

2 "اور اسی لئے وہ اپنی آزادی کو ہر چیز سے مہنگی خیال کرتے ہوئے اپنے سب

بھائیوں کے درمیان بود و باش کرے گا" (باب مذکور)

بلاشبہ حضرت محمد ﷺ نے ایک ایک کر کے تمام علاقوں کی انسانیت کو باطل و

الہامی کتابوں میں حضور ﷺ کی آمد کی بشارتیں

اب ہم آپ ﷺ سے قبل آنے والی الہامی کتب ، زبور ، تورات اور انجیل کا جائزہ لیتے ہیں کہ ان کتابوں نے نبی آخر الزمان ﷺ سے متعلق کیا پیشگی بشارتیں اور خبریں بیان فرمائی ہیں۔

زبور

حضرت داوٴدؑ پر نازل ہونے والی اس الہامی کتاب میں حضور ﷺ کا ذکر خیر کچھ اس طرح بیان فرمایا گیا ہے۔

"مبارک ہیں وہ (رسول اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کرام) جو تیرے گھر میں بستے ہیں وہ سدا تیری حمد کرتے ہیں وہ بکہ سے گذرتے ہیں کنواں بناتے ہوئے" (زبور باب -18)

قرآن نے اگر بکہ کا نام مکہ بتایا ہے تو بے اطمینانی کیونکر جب قرآن کے مشہور مخالف "مار گولیوتھ" نے بھی گواہی دی کہ بکہ عرب کے مکہ کے علاوہ اور کوئی جگہ نہیں۔

زبور، تورات اور انجیل جیسی قدیم الہامی کتب جو کہ آج اصل حالت میں موجود
نہیں ہیں، میں نبی خاتم ﷺ کا اتنا بیان بھی قابل قدر ہے۔

تورات

جب موسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے طورِ سینا کے پہاڑ پر اپنے نور کی معمولی سی تجلی دکھائی تو
آپ بے ہوش ہو گئے، تورات میں ذکر ہے،

"خدا سینا سے نکلا، سعیر سے چمکا۔ (اس کا آخری رسول ﷺ) فاران کی پہاڑیوں
سے جلوہ گر ہوا، دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ" (پیدائش باب 17-20)

فاران مکہ کے پہاڑوں کا نام ہے اور رسول ﷺ جب فتح مکہ کے موقع پر مکہ میں
داخل ہوئے تو آپ ﷺ کیساتھ دس ہزار جانبازوں کا لشکر تھا۔

ایک اور مقام پر تورات میں ذکر ہے،

1 "وہ عربی ہو گا اس کا ہاتھ سب کے خلاف اور سب کا ہاتھ اس کے خلاف ہو گا"
(پیدائش باب 16-13)

2 "اور اسی لئے وہ اپنی آزادی کو ہر چیز سے مہنگی خیال کرتے ہوئے اپنے سب
بھائیوں کے درمیان بودوباش کرے گا" (باب مذکور)

بلاشبہ حضرت محمد ﷺ نے ایک ایک کر کے تمام علاقوں کی انسانیت کو باطل و

جہالت کے پنجے سے آزاد کرادیا اور آپ ﷺ کا بازوئے حق ہمیشہ ہر دوسرے اصل

کے خلاف ہی رہا۔

ایسے بے شمار واقعات ملتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اہلِ تورات کل

آپ ﷺ کی ولادتِ باسعادت سے قبل آپ کے بارے میں سب کچھ جانتے تھے۔ چند ایک

کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے۔

1۔ حضرت صفیہؓ جن کو بعد میں ام المومنین بننے کا شرف حاصل ہوا، یہودی سردار

حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں اور آپؓ کے چچا کا نام یاسر تھا۔ آپ بیان کرتی ہیں،

"جب اللہ کے رسول ﷺ قباء میں تشریف لائے اور بنی عمرو کے محلے میں

قیام فرمایا تو میرے والد اور چچا منہ اندھیرے ہی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے

لیے چل پڑے۔ سورج غروب ہونے کے بعد جب وہ تھکے ماندے گھر پہنچے تو میں نے

معمول کے مطابق مرحبا کہا لیکن ان میں سے کسی نے بھی میری طرف آنکھ اٹھا کر نہ

دیکھا۔ چچا نے میرے والد سے پوچھا کیا یہ وہی (نبی) ہیں۔ انہوں نے جواب دیا "واللہ ہاں خدا

کی قسم" پھر چچا نے پوچھا کیا تم نے ان کو تورات کی بیان کردہ نشانیوں کے مطابق پایا؟ میرے

والد نے پھر وہی جواب دہرایا یعنی "بیشک خدا کی قسم" اس کے بعد چچا نے کہا اب کیا ارادہ

ہے؟ میرے والد نے جواب دیا۔

"عداوته والله ما بقيت" (خدا کی قسم جب تک زندہ ہوں ان سے

عداوت کرتا رہوں گا)۔ (ہدایہ الحیاری۔ علامہ ابن قیم)

2۔ بنو قریظہ یہودی قبیلہ تھا۔ عاصم بن عمر بیان کرتے ہیں کہ بنی قریظہ کے ایک سردار نے مجھ سے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ شعبہ کے دونوں بیٹے (اسد اور ثعلبہ) اور عبید کا بیٹا (اسد) تینوں کیسے مسلمان ہوئے۔ میں نے جواب دیا مجھے نہیں معلوم تو اس پر اس نے یہ واقعہ سنایا۔

"شام کا ایک یہودی جس کا نام "ابن الہیبان" تھا ہمارے پاس آکر (مدینہ) میں رہائش پذیر ہو گیا۔ باخدا ہم نے اس سے بہتر نماز پڑھنے والا کوئی نہیں دیکھا۔ جب کبھی ہم قحط سالی کا شکار ہوتے تو اس سے دعا کی درخواست کرتے جس پر وہ ہمیں صدقہ دینے کو کہتا اور پھر کھلے میدان میں جا کر اللہ کے حضور دعا مانگتا۔ ابھی وہ دعا مانگ ہی رہا ہوتا کہ بادل آجاتے اور بارش برسنے لگتی۔ یہ ہمارا بارہا کا تجربہ تھا۔ جب اس کی موت کا وقت قریب آپہنچا تو ہم سب اس کے ارد گرد اکٹھے ہو گئے۔ اس نے پوچھا اے گروہ یہود! تم جانتے ہو کہ میں سر زمین شام جو ہر طرح کی آسائشوں اور فراوانیوں کی سر زمین ہے، کو چھوڑ کر اس شہر میں کیوں آیا جہاں افلاس و بھوک کے سوا کچھ نہیں؟ ہم نے جواب دیا اس کی بہتر وجہ تم خود ہی جانتے ہو۔ اس پر بولا،

"میں اس لیے یہاں غریب الوطنی کی زندگی بسر کرتا رہا اور اب اس حالت میں دم توڑ رہا ہوں کہ مجھے ایک نبی کے ظہور کی توقع تھی۔ اس کے ظہور کا زمانہ بالکل قریب آگیا

ہے۔ جب وہ تشریف لائے گا تو تم اس کی اطاعت اختیار کرنا تا کہ اس معاملے میں کوئی تم پر بازی نہ لے جائے"

اس کے بعد یہ مردِ حق خالقِ حقیقی سے جا ملا۔ لیکن اس کے چند سالوں بعد جب رسول محمد ﷺ نے بنو قریظہ کی گڑھیاں فتح کیں تو تینوں نوجوانوں (اسد، ثعلبہ اور اسد بن عبید) نے باآواز بلند کہا،

"اے گروہ یہود! یہ وہی (نبی) ہیں جن کا ذکر تمہارے سامنے ابن الہیبان نے کیا تھا" یہود نے کینہ اور عناد کی بنا پر انکار کیا تو نوجوانوں نے کہا خدا یہ وہی ہیں اور ان میں وہ تمام صفات موجود ہیں جن کا ذکر ابن الہیبان کیا کرتا تھا۔

تب وہ تینوں اپنے مال و اولاد کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جو کہ یہودیوں کے قبضے میں تھے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔ (ہدایہ الحیاری۔ ابن قیم)

3۔ ابن ابی نملہ سے روائت ہے کہ بنی قریظہ کے یہودی اپنی اولاد کو آخری نبی ﷺ کی صفات اور ناموں سے آگاہ کیا کرتے تھے اور یہ بھی بتایا کرتے تھے کہ مدینہ آخری نبی کی ہجرت گاہ ہے لیکن جب آپ مبعوث ہوئے تو حسد اور عناد کی وجہ سے آپ پر ایمان نہ لائے۔

4۔ مالک بن سنان بیان کرتے ہیں، میں نے بنی عبدالاشل کے ایک یہودی "یوشع" کو یہ کہتے سنا کہ ایک نبی کے ظہور کا وقت قریب آگیا ہے، اس کا نام "احمد" ہو گا

جو حرم سے نکلے گا۔ خلیفہ بن ثعلبہ نے پوچھا اس کا حلیہ بتاؤ۔ اس پر یوشع بولا، ''نہ وہ پست قد کا ہوگا اور نہ ہی طویل القامت، اس کی آنکھوں میں سرخی ہوگی اور یہ شہر یثرب (مدینہ) اس نبی کی ہجرت گاہ ہے۔''

مالک مزید بتاتے ہیں کہ یہ سن کر میں اپنی قوم کے پاس گیا اور یوشع کی بات سنا کر حیرت میں ڈوب گیا تو ایک اور آدمی بول پڑا۔ یہ بات، صرف یوشع ہی نہیں بلکہ یثرب کا ہر یہودی جانتا ہے۔ اس کے بعد میں بنی قریظہ کے پاس آیا وہاں ان کے چند آدمی جمع تھے اور وہ بھی اسی ذکر میں مصروف تھے۔

زبیر بن باطا نے کہا،

''سرخ ستارہ طلوع ہوگیا ہے اور یہ سرخ ستارہ صرف اس وقت طلوع ہوا کرتا ہے جب کسی نبی کا ظہور ہو اور اب سوائے احمد کے کوئی نبی باقی نہیں رہا اور یہ شہر (یثرب) اس کی ہجرت گاہ ہے۔''

5۔ روح المعانی لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کی تشریف آوری سے پیشتر یہود کا شعار تھا کہ جب کبھی کفار اور مشرکین کے ساتھ ان کی جنگ ہوتی اور ان کی فتح کے ظاہری امکانات ختم ہو جاتے تو اس وقت تورات کو سامنے رکھتے اور وہ مقام کھول کر جہاں حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی صفات و کمالات کا ذکر ہوتا، وہاں ہاتھ رکھتے اور ان الفاظ میں دعا کرتے۔

''اے اللہ! ہم تجھ سے تیرے اس نبی کا واسطہ دے کر عرض کرتے ہیں جس کی

بعثت کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے۔ آج ہمیں، اپنے دشمنوں پر فتح دے۔"

تو حضور پر نور ﷺ کے صدقے اللہ تعالیٰ انہیں فتح دے دیتا۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ اس بارے میں ارشاد فرماتا ہے،

و کانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاء ھم ما عرفوا کفروبه فلعنته الله علی الکفرین (بقرہ۔89)

"اور وہ کافروں پر (نبی کے وسیلے سے) فتح مانگا کرتے تھے لیکن جب وہ نبی ان کے پاس آیا جسے وہ جانتے تھے تو انھوں نے اسے ماننے سے انکار کر دیا۔ سو کفر کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو۔"

علامہ ابن جوزی رقمطراز ہیں،

"معاذ بن جبلؓ اور بشر بن براءؓ نے کہا اے گروہ یہود! اللہ سے ڈرو اور اسلام قبول کرو۔ تمہیں وہ بات بھول گئی جب ہم مشرک تھے تو تم آخری نبی کے وسیلے سے ہم پر فتح حاصل کیا کرتے تھے اور ہمیں بتاتے تھے کہ وہ مبعوث ہونے والے ہیں اور ان کی صفات کے بارے میں ہم کو بتایا کرتے تھے"

اسی بات کا ذکر اللہ نے اپنی عظیم القدر کتاب میں کچھ ان الفاظ میں فرمایا ہے۔

الذین یتبعون الرسوله ... اولئك ھم المفلحون (اعراف۔157)

"جو پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جو نبی امی ہے جس (کے ذکر) کو وہ اپنے پاس

تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ نبی حکم دیتا ہے انہیں نیکی کا اور برائی سے روکتا ہے، پاک چیزیں ان کے لیے حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزیں حرام ٹھہراتا ہے اور زنجیروں میں جکڑے ہوئے لوگوں کا بوجھ اتارتا ہے۔ پس وہ لوگ جو اس نبی پر ایمان لائے، اس کی تعظیم اور امداد کی اور اس نور (قرآن عظیم) کی پیروی کی جو آپ پر اتارا گیا۔ تو وہی لوگ آپ کے ساتھ کامیاب اور کامران قرار پائے"۔

انجیل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق انکشافات

انجیل مقدس جو اللہ کے جلیل القدر نبی حضرت عیسیٰؑ پر نازل فرمائی گئی، میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے متعلق بشارتوں سے قبل انجیل کی ترتیب و تدوین سے متعلق مختصر جائزہ انتہائی ضروری معلوم ہوتا ہے۔

عیسائی اپنی چار انجیلوں کو مستند قرار دیتے ہیں۔

۱۔ انجیل متی۔ ۲۔ انجیل مرقس۔ ۳۔ انجیل لوقا اور ۴۔ انجیل یوحنا۔

یہ ایک قابلِ غور حقیقت ہے کہ ان میں سے کوئی بھی انجیل 70ء سے پہلے مدون نہیں ہو سکی۔ برٹانیکا انسائیکلوپیڈیا کے نزدیک،

it,s exact date and exact place of origin are uncertain but it appears to date from the later years of the 1st century .

"اس کے معرض وجود میں آنے کی صحیح تاریخ اور صحیح مقام غیر یقینی ہیں لیکن ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا تعلق پہلی صدی کے آخری سالوں سے ہے"

اسی کالم میں تھوڑا آگے چل کر بیان ہے۔

We have no certain knowledge as to how or where the fourfold gospel canon came to be formed.

"ہمارے پاس کوئی یقینی علم نہیں کہ یہ چار مستند انجیلیں کیسے اور کہاں وجود میں آئیں"

اس کے علاوہ اول تو جن لوگوں نے ان اناجیل کو مرتب کیا تھا وہ حضرت عیسیٰ کے حواریوں میں سے نہ تھے اور نہ ہی انہوں نے ان لوگوں کے نام لکھے ہیں جن کے ذریعے یہ اناجیل ان تک پہنچی تھیں۔ جو کتاب اتنے عرصے بعد مدون ہوئی اور یہ بھی پتہ نہ چل سکا کہ وہ کن لوگوں کی وساطت سے آگے پہنچی تو اس پر کیا بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ یوں قرآن کی طرح انجیل کی ترتیب و تدوین بروقت نہ ہو سکی (قرآن کی تدوین کے متعلق پیچھے کے مضمون "قرآن سے متعلق وعدے" میں پڑھیں)

دوم یہ کہ انجیل مقدس سریانی زبان میں نازل ہوئی لیکن سریانی زبان کا آج کوئی

ایک نسخہ بھی روئے زمین پر موجود نہیں ہے تاکہ اس کا دیگر تراجم کے ساتھ موازنہ کیا جا سکے۔ انجیل کا سب سے پہلا ترجمہ جو یونانی زبان میں ملتا ہے وہ بھی چوتھی صدی عیسوی کا ہے۔ خود اندازہ کریں کہ اتنے عرصے تک انجیل کیا سے کیا نہ ہوئی ہوگی۔ صاف معلوم ہوا کہ انجیل کی ترتیب و تدوین کی ضرورت کو بہت بعد میں محسوس کیا گیا تھا۔

حضور ﷺ کی آمد و ظہور کے بارے میں اصل اذکار تو برناباس کی انجیل، (اگلا مضمون) میں ملتے ہیں، تاہم عام انجیل میں بھی آپ کا واضح ذکر درج ذیل الفاظ کی صورت میں موجود ہے۔

حضرت عیسیٰ فرماتے ہیں،

1۔ اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو گے اور میں باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا۔ (انجیل یوحنا باب 14۔ آیت۔16، 17)

{مددگار کے لفظ پر بائبل کے حاشیہ میں وکیل یا شفیع بھی تحریر ہے۔}

2۔ اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہیں کروں گا کیوں کہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔ (انجیل یوحنا باب 14۔ آیت 31)

3۔ لیکن جب وہ مددگار آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی سچائی کا روح جو باپ سے صادر ہوتا ہے تو وہ میری گواہی دے گا۔

(یوحنا باب 15۔ آیت۔ 26)

4۔ لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے کیوں کہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار نہیں آئے گا۔ (یوحنا باب۔ 16۔۔ آیت۔ 8)

5۔ اسی باب کی تیرھویں اور چودھویں آیت میں ذکر ہے۔

"مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہیں مگر اب تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لیے وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔

(کتاب مقدس مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور)

برناباس کی انجیل

صدیوں کی گمنامی کے بعد پردہ غیب سے برناباس کی انجیل ظاہر ہوئی۔ جس کے مطالعے سے تمام شکوک و شبہات کا غبار چھٹ جاتا ہے۔ اس میں حضرت عیسیٰؑ کے بیسیوں ایسے ارشادات موجود ہیں جن میں نبی خاتم ﷺ کی آمد کی خوشخبریاں سنائی گئی ہیں۔ ان ارشادات کے ذکر سے پہلے برناباس اور اس کی انجیل کے بارے میں جاننا ضروری لگتا ہے۔

برناباس قبرس کا باشندہ تھا اس کا اصل نام جوسس (JOSES) تھا۔ اس کو

حضرت عیسیٰ کا قرب ایک عرصہ تک حاصل رہا۔ سینٹ پال اور برناباس ایک مدت تک اپنے مذہب کی ترقی اور اشاعت کے لیے اکٹھے کام کرتے رہے۔ سینٹ پال طرسوس کا رہنے والا تھا۔ بعد میں جب سینٹ پال نے بعض حرام چیزوں کو حلال قرار دیا اور سنتِ ابراہیمی کے مطابق ختنے کی رسم کو بھی نظر انداز کر دیا تو برناباس نے اس سے علیحدگی اختیار کر لی۔ سینٹ پال کو چونکہ اس وقت کی حکومت اور عوام کی ہمدردی اور تائید حاصل تھی۔ اس لیے اس کے پھیلائے ہوئے عقائد کو لوگوں نے دھڑا دھڑ قبول کرنا شروع کر دیا جبکہ برناباس اور اس کے ساتھی گمنامی میں چلے گئے۔

اس وقت کے انطاکیہ کے بشپ "پال" (Paul) کا بھی برناباس کی تعلیمات کے مطابق یہی عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ نہ تو خدا تھے اور نہ ہی اس کے بیٹے، بلکہ اس کے بندے اور رسول تھے۔ دوسرا بشپ "لیوسیان" (Lucian) بھی تثلیث کے عقیدے کے سخت خلاف تھا اور اس نے انجیل سے ایسی عبارتیں باہر نکال دی تھیں جن سے تثلیث ثابت ہوتی تھی۔ اس کے خیال کے مطابق یہ عبارتیں بعد میں بڑھائی گئی تھیں۔ اس کو 32ء میں شہید کر دیا گیا تھا۔

اس کے بعد اس کے شاگرد "ایریس" (Arious) نے بھی یہی مشن جاری رکھا۔ سینٹ پال کے مشرکانہ عقائد کے خلاف مہم میں اس نے برناباس کی انجیل سے حوالے اور دلائل پیش کیے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابتدائی صدیوں میں برناباس کی انجیل

ہی معتبر و مستند سمجھی جاتی تھی۔

383ء میں "پوپ" نے برناباس کی انجیل کا ایک نسخہ حاصل کر کے اپنی ذاتی لائبریری میں محفوظ کیا۔ برناباس کے اپنے قلم سے تحریر شدہ انجیل کا نسخہ اس کی وصیت کے مطابق اس کی وفات پر اس کے ساتھ ہی دفن کر دیا گیا تھا۔ "ذینو" بادشاہ کی حکمرانی کے چوتھے سال اس نسخے کو حاصل کرنے کے لیے جب اسکی قبر کھودی گئی تو یہ نسخہ اس کے سینے پر سے ملا۔

1907ء میں "رگیگ (Ragg)" اور اس کی بیگم نے ایک لاطینی نسخے سے اس کا انگریزی ترجمہ پیش کیا۔ جب یہ ترجمہ چھپ کر بازار میں آیا تو اس کے سارے نسخے پر اسرار طریقے سے بازار سے غائب کر دیے گئے۔ اور صرف دو نسخے محفوظ رہے، ایک برٹش میوزیم میں اور دوسرا واشنگٹن کی کانگریس لائبریری میں۔

ذیل میں عقیدہ تثلیث کے بطلان اور نبی خاتم ﷺ کی آمد کے بارے میں جو بشارتیں بیان کی جا رہی ہیں۔ وہ واشنگٹن کی لائبریری سے حاصل کردہ برناباس کی انجیل سے ماخوذ ہیں۔

برناباس کی انجیل کے باب 17 میں حضرت عیسیٰؑ کے حوالہ سے مذکور ہے۔

"But after me shall come the Splendour of all the prophets and holy ones, and shall shed light upon the

darkness of all that the prophets have said because he is the Messenger of God".

"لیکن میرے بعد وہ ہستی تشریف لائے گی جو تمام نبیوں اور نفوس قدسیہ کے لیے آب و تاب ہے۔ اور پہلے انبیاء نے جو باتیں کی ہیں، ان پر روشنی ڈالے گی کیوں کہ وہ اللہ کا پیغمبر ہے"۔

" For I am not worthy to unloose the ties of the hosen or the latchets of the shoes of the Messenger of God whom ye call" Messiah" \ 'ho was made before Me and shall come after me, and shall bring the words of truth , so that His faith shall have no end".

"(یعنی جس ہستی کا ذکر ہے) میں تو اللہ کے اس رسول کی جوتیوں کے تسمے کھولنے کے لائق بھی نہیں۔ جسے تم مسیحا کہتے ہو، اس کی تخلیق مجھ سے پہلے ہوئی تھی اور تشریف میرے بعد لائے گا۔ وہ سچائی کے الفاظ لے کر آئے گا اور اس کے دین کی کوئی انتہا نہ ہوگی۔"

(باب42)

"I am indeed sent to the house of Israel as a prophet of salvation ,but after Me shall come the "Messiah "

sent of God to all the world ,for whom God hath made the world, and then through all the world will God be worshipped and mercy received"

(حضرت عیسیٰؑ فرماتے ہیں) "بے شک میں تو فقط اسرائیل کے گھرانے کی نجات کیلئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں لیکن میرے بعد وہ مسیحا تشریف لائے گا جسے اللہ تعالیٰ سارے جہان کیلئے مبعوث فرمائے گا۔ اسی کیلئے اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات تخلیق کی ہے اور اسی کی کوششوں کے باعث ساری دنیا میں اللہ تعالیٰ کی پرستش کی جائے گی اور اس کی رحمت نصیب ہوگی" (باب 82)

حضرت عیسیٰؑ اس بات پر پریشان ہیں کہ لوگوں نے آپؑ کو خدا اور خدا کا بیٹا کہنا شروع کر دیا ہے۔ رومی گورنر اور بادشاہ آپؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہتے ہیں کہ ہم روم کے شہنشاہ سے ایک ایسا فرمان جاری کروائیں گے جس میں سب کو آپ کے متعلق ایسی باتیں کہنے سے روک دیا جائے گا اس کے جواب میں آپؑ فرماتے ہیں کہ مجھے تمہاری باتوں سے اطمینان حاصل نہیں ہوا۔

"But my consolation is in the coming of Messenger Who shall destroy every false opinion of Me, and His faith shall spread and shall take hold of the whole

world, for so hath God promised to Abraham 'our father"

"بلکہ میرا اطمینان تو اس رسول کی تشریف آوری سے ہوگا جو میرے بارے میں

تمام جھوٹے نظریات کو نیست و نابود کر دیگا۔ اس کا دین پھیلے گا اور سارے جہان کو اپنی گرفت

میں لے لے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے باپ ابراہیم سے یہی وعدہ کیا ہوا ہے"

اس کے بعد ایک پادری نے یہ سوال پوچھا کہ کیا اس رسول کی آمد کے بعد اور نبی

بھی آئیں گے ؟ آپ نے ارشاد فرمایا'

" There shall not come after Him true prophets sent by God, but there shall come a great number of false prophets, where at I sorrow-for Satan shall raise them up.

"اس کے بعد اللہ کا بھیجا ہوا کوئی سچا نبی نہیں آئے گا، البتہ جھوٹے نبی کثرت سے

آئیں گے جنہیں شیطان کھڑا کرے گا۔"

اس پادری نے دوسرا سوال کیا کہ اس مسیحا کا نام کیا ہوگا اور کن علامات سے

اس کی آمد کا پتہ چلے گا ؟ اس کے جواب میں آپ ارشاد فرماتے ہیں'

"The name of the Messiah is Admirable, for God

Himself gave Him the name when had cerated His soul, and placed it in celesetial splendour, God said"wait Muhammad for Thy sake I will to create paradise, the world, and a great multitude of creatures." .... I shall send Thee into the world ;I shall send Thee as my Messenger of salvation and Thy word shell be true, in so much that heaven and earth shall fail, but Thy faith shall never fail."

"Muhammad is his blessed name."

''مسیحا کا نام قابل تعریف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب ان کی روح مبارک کو پیدا کیا اور آسمانی آب و تاب میں رکھا تو خود ان کا نام رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے محمد! انتظار کرو، میں نے تیری خاطر جنت کو پیدا کیا ہے' ساری دنیا کو پیدا کیا ہے اور بے شمار مخلوقات کو پیدا کیا ہے۔ جب میں تجھے دنیا میں بھیجوں گا تو تمہیں نجات دہندہ رسول بنا کر بھیجوں گا' تیری بات سچی ہو گی۔ آسمان اور دنیا فنا ہو سکتے ہیں، لیکن تیرا دین کبھی فنا نہیں ہو سکتا''

(آپ نے کہا) ''محمد اس کا بابرکت نام ہے''

یہ سن کر تمام سامعین نے ان الفاظ میں فریاد کرنی شروع کی،

"O God ! send us Thy Messenger;o -Muhammad,come quickly for the salvation of the world"

”اے خدا!! اپنے رسول کو ہماری طرف بھیج۔ اے محمد! دنیا کی نجات کیلئے جلدی تشریف لے آیئے۔“ (باب 97)

حضرت مسیحؑ اپنے حواری برناباس سے اپنے آخری حالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں، ”میرے قتل کی سازش کی جائے گی، چند ٹکوں کے عوض مجھے میرا ایک حواری گرفتار کرا دے گا لیکن وہ مجھے پھانسی نہیں دے سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ مجھے زمیں سے اٹھا لے گا اور جس نے میرے ساتھ دھوکا کیا ہے، اس کو میرے بجائے سولی پر چڑھا دیا جائے گا، فرماتے ہیں،

"I shall abide in that dishonour for a long time in the world ;but when Muhammad shall come, the sacred Messenger of God, that infami shall be taken away and this shall God do, because I have confessed the truth of the Messiah, Who shall give Me this reward, that I shall be known to be alive and to be a stranger to that death of infami ".

"طویل عرصہ تک لوگ مجھے بدنام کرتے رہیں گے لیکن جب محمد (ﷺ) تشریف لائیں گے جو خدا کے مقدس رسول ہیں' تب میری یہ بدنامی اختتام پذیر ہو گی اور اللہ تعالیٰ ہی ایسا کرے گا کیونکہ میں اس مسیحا کی صداقت کا اعتراف کرتا ہوں کہ وہ مجھے یہ انعام دے گا کہ لوگ مجھے زندہ جاننے لگیں گے اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اس رسوا کن موت سے میرا دور کا بھی واسطہ نہیں" (باب 112)

پروفیسر آرنلڈ کا ذکر

شاعر مشرق اور مفکر پاکستان، ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کے پروفیسر آرنلڈ (Arnold) اپنی کتاب "The Preaching of Islam" میں ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جس کا ذکر خالی از دلچسپی نہ ہو گا۔

ایک ذہین وفطین عیسائی طالبعلم نے یونیورسٹی کی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد ایک اعلیٰ ترین یونیورسٹی کے پروفیسر سے تعلیم و تربیت حاصل کرنے کی ٹھان لی لیکن غربت کے باعث اس یونیورسٹی میں داخلہ نہ لے سکا۔ پروفیسر نے اس پیشکش پر کہ وہ اس کی خدمت پر مامور رہے گا اور گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹائے گا، اس کو داخلہ دلوا دیا۔ ابتدائی ایام میں اس نے شاگرد سے پوچھا کہ مسلمانوں کی سرحد اس کے گاؤں سے کتنی دور ہے؟ شاگرد نے جواب تو دیا پر اس بات پر حیران تھا کہ اس سوال کا تعلیم وتربیت کے معاملے

سے کیا تعلق ہے؟

ایک عرصہ تک وہ پروفیسر کی خدمت اور تعلیم کے حصول میں لگا رہا۔ ایک دن پروفیسر بیمار پڑ گیا اور کلاس میں نہ جا سکا اس دن طلباء اور طالبات کے درمیان انجیل (Bible) میں موجود لفظ "Paraclete" پر بحث چلی لیکن کوئی حتمی نتیجہ بر آمد نہ ہو سکا (عیسائی علماء اس لفظ کے کئی مطلب لیتے ہیں جیسے وکالت کرنے والا یعنی وکیل اور شفاعت کرنے والا یعنی شفیع وغیرہ)۔

واپسی پر شاگرد نے پروفیسر کو بحث کی تمام روئیداد سنائی جس پر اس کے چہرے پر کچھ معانی خیز آثار نمودار ہوئے اور وہ متذبذب دکھائی دیا جیسے وہ نہ چاہتے ہوئے بھی کچھ بتانا چاہ رہا ہو۔ شاگرد کے پوچھنے پر پروفیسر بولا،

"اگر میں تمہیں اس لفظ کی حقیقت کے بارے میں سچ بتا دوں تو تم عیسائی دنیا میں نہ رہ سکو گے۔"

نوجوان نے اس کی بات کو راز رکھنے کا وعدہ کیا تو پروفیسر نے کہا،

"یہ لفظ دراصل مسلمانوں کے رسول کے نام "احمد" کے لیے بیان ہوا ہے"

یہ سنتے ہی نوجوان پر گھڑوں پانی پڑ گیا اور اس کو بچپن سے لے کر اب تک کی تمام تعلیم و محنت بے کار جاتی دکھائی دی تاہم اس نے ہمت کر کے پوچھا اُسے اب کیا کرنا چاہیے؟

تو پروفیسر نے جواب دیا کہ اُسے مسلمانوں کے پاس چلا جانا چاہیے۔

تب نوجوان کو پتہ چلا کہ پروفیسر نے سب سے پہلے اس سے مسلمانوں کی سرحد کے

بارے میں کیوں پوچھا تھا۔یقیناوہ دل سے اسلام ،قرآن اور محمد ﷺ کی حقیقت و عظمت سے بخوبی آگاہ تھا۔

پروفیسر کی نصیحت کے عین مطابق وہ مسلمانوں کے خلیفہء وقت کے پاس پہنچا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔

انبیاء کا عہد

تمام سابقہ انبیاء' حضرت محمد ﷺ کے ظہور اور آخری نبی ہونے کی بشارت کیسے دیتے رہے ؟اس سوال کا ایک واضح جواب تو یہ ہے کہ ان پر الہام باری تعالیٰ ہو تا رہا اور دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے درج ذیل وعدہ لیا تھا۔

واذ اخذ الله میثاق النبیین۔۔۔فا ولئك هم الفسقون(ال عمران۔81,80)

"اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے یہ وعدہ لیا کہ قسم ہے تمہیں کتاب و حکمت کی'جو میں تمہیں دیتا ہوں' پھر جب تمارے پاس وہ رسول تشریف لائے جو تمہارے پاس موجود کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہو'تم سب اس پر ضرور ایمان لانا اور اس کی ضرور مدد کرنا (اس کے بعد فرمایا) کیا تم نے اقرار کرلیا اور یہ بھاری ذمہ داری اٹھالی تو سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا۔ اللہ نے فرمایا تم گواہ رہنا اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔ پھر جو کوئی اس پختہ وعدے سے پھرے تو وہ فاسقوں میں سے ہو گا۔"

حضرت سیدنا علیؓ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک نبی سے یہ پختہ وعدہ لیا کہ اگر ان کی موجودگی میں سرورِ عالم محمد ﷺ تشریف فرما ہوں تو اس نبی پر لازم ہے کہ وہ حضور کی رسالت پر ایمان لائے، آپ کی امت میں شمولیت کا شرف حاصل کرے اور پھر آپ کے دین کی تائید کرے۔ یہی وعدہ تمام نبیوں نے آگے اپنی اپنی امتوں سے لیا تھا۔

کاہنوں کی پیشگوئیاں

نبی رحمت ﷺ کی آمد سے قبل بے شمار کاہنوں نے آپ ﷺ کی ولادت و نبوت کی پیشگوئی کر دی تھی۔ چند نامور کاہنوں کے ذکر سے پہلے کاہن، کہانت اور علم کہانت کے ماخذات کا جاننا خاصا دلچسپ معلوم ہوتا ہے۔

عرب قبائل کی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہاں کے معاشرے میں کاہنوں کو بڑا اہم مقام حاصل رہا ہے۔ غلام وجدی کہانت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"امورِ غیبیہ کو جاننے کیلئے جنوں کی خدمات حاصل کرنے کو کہانت کہتے ہیں۔ یہ پیشہ اہل عرب میں بہت مشہور تھا، جب بھی کسی شخص کو کوئی پیچیدہ مسئلہ درپیش آتا یا وہ مستقبل کے معاملات پر مطلع ہونا چاہتا تو وہ کسی کاہن کے پاس جاتا اور ہر کاہن کا ماتحت ایک جن ہوتا جو طلب کرنے پر حاضر ہو جاتا اور مطلوبہ چیزوں سے آگاہ کرتا"

ایک اور مقام پر ذکر کرتے ہیں۔

"یہ امر بعید از عقل نہیں ہے کیونکہ آجکل یورپ میں فوت شدہ لوگوں کی روحوں کو حاضر کرنے کا علم اہم علوم میں شمار ہونے لگا ہے۔ یورپ کے ممتاز سائنسدان اور پروفیسر ڈاکٹرز بھی اب اس حقیقت کو ماننے لگے ہیں۔ اگر مرنے والوں کی روحوں کو حاضر کیا جا سکتا ہے تو جنات کو حاضر کرنا کیونکر عقل سے دور ہے"

لغت کی رو سے ایک مستند کتاب "تاج الفردوس" کے مطابق کہانت کے معنی امور غیبیہ کو جاننے کا دعویٰ کرنے کے ہیں۔

ابن اثیر کے نزدیک

"کاہن وہ ہوتا ہے جو کائنات کے بارے میں مستقبل کی خبریں دے۔ عرب میں کئی کاہن تھے۔ جیسے سطیح، شق اور کئی دوسرے"۔

سائل کی گفتگو، اس کی حرکات وسکنات اور حالات کی مدد سے حقیقت کا اندازہ لگانے والے کو "عراف" کہا جاتا ہے۔

حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ جو شخص کاہن یا عراف کے پاس گیا تو اس نے اس چیز کا انکار کیا جو اللہ نے مجھ پر نازل فرمائی (یعنی قرآن پاک کا)۔ ثابت ہوا کہ تنزیل قرآن کے بعد اسطرح کے لوگوں پر یقین کر کے ان کے پاس جانا کفر ہے۔

ازھری فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ کی بعثت سے پہلے کہانت کا رواج عرب

میں عام تھا۔ جب آپ ﷺ کو نبی بنا کر مبعوث فرمایا گیا' شہاب ثاقب سے آسمانوں کی حفاظت کا اہتمام کیا گیا اور جنوں اور شیطانوں کو آسمانی باتیں چوری چھپے سننے سے روک دیا گیا تو کہانت کا علم ہمیشہ کے لیے باطل ہو گیا۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی تنزیل فرما کر کاہنوں کی کذب بیانی کا نام و نشان تک مٹا دیا۔ اور حق اور باطل کے درمیان اپنی اس کتاب کے ذریعے تفریق قائم فرمادی۔

سطیح اور شق

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں۔

''کاہنوں میں سے عہدِ جاہلیت میں سطیح ابن ماذن اور شق بن انمار کو بڑی شہرت نصیب ہوئی۔ انہوں نے ربیعہ بن نصر کے خواب کی تعبیر بتاتے ہوئے کہا تھا کہ یمن پر حبشیوں کی حکومت قائم ہو گی ، ان کے بعد قبیلہ نصر حکمران ہو گا اور اس کے بعد آخری نبی مبعوث ہوں گے جن کے دین کو غلبہ حاصل ہو گا۔ اسی طرح جب کسریٰ نے موبذان کو اپنا خواب سنایا تو اس نے عبدالمسیح کو سطیح کے پاس خواب کی تعبیر کے لیے بھیجا۔ سطیح نے اس کو بتایا کہ تمہاری بادشاہت تباہ و برباد ہو گی اور آخری نبی کے نور نبوت سے ایک عالم منور ہو گا۔ یہ سارے واقعات ایسے ہیں جو درجہ شہرت کو پہنچے ہوئے ہیں''

جن دو واقعات کی طرف علامہ ابن خلدون نے اشارہ کیا ہے ان میں رحمت

عالم ﷺ کی ولادت و بعثت کے جان افزا مژدے ہیں۔ ہم ان واقعات کا جائزہ مستند مئورخین کی نظر سے لیتے ہیں۔

ابنِ ہشام اور علامہ ابو القاسم سہیلی کے مطابق تبع خاندان کے حکمرانوں کے بعد ربیعہ بن نضر یمن کا بادشاہ بنا۔ عہدِ بادشاہت میں اس نے ایک ایسا خواب دیکھا جس نے اس کو پریشان اور خوفزدہ کر کے رکھ دیا۔ اس نے اپنی مملکت کے سارے کاہنوں، جادوگروں ،ماہرین نجوم اور اہلِ قیافہ کو اپنے دربار میں طلب کیا اور خواب کی تعبیر طلب کی انہوں نے کہا آپ ہمیں اپنا خواب سنائیں تو ہم اس کی تعبیر بیان کریں۔ ربیعہ نے جواب دیا خواب بھی تم بتاؤ اور تعبیر بھی۔ تب مجھے اطمینان ہو گا ان سب نے بتایا اگر آپ اپنا خواب بتائے بغیر تعبیر پوچھنا چاہتے ہیں تو ہم میں سے کوئی شخص اتنی طاقت نہیں رکھتا البتہ جزیرہ عرب میں دو شخص سطیح اور شق رہتے ہیں جو بن بتائے آپ کے خواب کی تعبیر بیان کر سکتے ہیں۔ اس پر بادشاہ نے ان دونوں کو دربار میں بلایا۔

سطیح، شق سے پہلے پہنچا اور بادشاہ کے دریافت کرنے پر بولا،

”اے بادشاہ تو نے بھڑکتے شعلے اور انگارے دیکھے ہیں جو تاریکی میں سے نکلے اور سرزمین تہامہ پر آگرے اور وہاں موجود کھوپڑی والی ہر چیز کو ہڑپ کر گئے“

اس پر بادشاہ فرطِ حیرت سے چلا اٹھا،

”تم نے بالکل صحیح خواب بیان کیا ہے اب جلدی سے اس کی تعبیر بتاؤ“

سطیح بولا تمہارے ملک میں حبشی اتریں گے اور ''ابین'' سے ''جرش'' تک قابض ہو

جائیں گے۔

بادشاہ نے کہا، اے سطیح! ''تیرے باپ کی قسم، یہ امر ہمارے لیے بڑا المناک ہو گا۔

یہ کب ہو گا، میرے دور میں یا اس کے بعد؟''۔

سطیح نے کہا، تیرے عہد کے ساٹھ ستر سال بعد ان کی حکومت قائم ہو گی اور ان کا

راج بھی پچھتر سال بعد ختم ہو جائے گا۔ ان کو یمن سے ذی یزن کی اولاد جلاوطن کرے گی۔

ربیعہ نے پھر پوچھا اس قوم کی بادشاہی کیا ہمیشہ قائم رہے گی؟

سطیح نے جواب دیا نہیں۔ وہ بھی ختم ہو جائے گی۔

اسے کون ختم کرے گا؟ بادشاہ نے پوچھا

جواب ملا۔

"نبی زکی یاتیہ الوحی من قبل العلی"

" ایک پاک نہاد نبی ہو گا جس کی طرف خدا کی طرف سے وحی نازل ہو گی''۔

بادشاہ نے دریافت کیا، وہ کس قبیلے سے ہو گا؟ جس پر سطیح نے جواب دیا۔

''وہ (نبی) غالب بن فہر بن مالک کی اولاد میں سے ہو گا اور اس کی قوم کی حکومت

زمانے کے اختتام تک باقی رہے گی''

زمانے کی انتہا کیا ہے؟ بادشاہ نے استفسار کیا۔ جواب ملا،

"بیشک وہ دن جب اولین اور آخرین سب کو جمع کیا جائے گا (یعنی یوم حساب) اور اس دن نیک لوگ، سعادت مند ہوں گے اور بدکار، شقی و بد بخت"۔

نشاندہی کی خاطر سیدنا محمد ﷺ کا شجرہ نسب بیان کیا جاتا ہے۔

"سیدنا محمد ﷺ بن عبداللہ بن مطلب بن ہاشم بن مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان"

سطیح کے جانے کے بعد شق حاضر ہوا۔ بادشاہ نے اس کے جوابات اور سطیح کی بیان کردہ تعبیر میں مکمل یکسانیت پائی جس پر اس کے یقین میں مزید پختگی آئی۔

سطیح نے لمبی عمر پائی۔ کوئی اس کی عمر تین سو سال اور کوئی پانچ سو سال بتاتا ہے تاہم یہ ایک مستند حقیقت ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی ولادت باسعادت کا واقعہ اس کی زندگی کے آخری حصے میں رونما ہوا تھا۔

سرور انبیاء حضرت محمد ﷺ کی ولادت کی مبارک رات کو کسریٰ نوشیروان نے خواب میں دیکھا کہ اس کے محل میں زلزلہ آیا اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے اور ایران کے اس آتش کدے کی آگ اچانک بجھ گئی جس کو پچھلے ایک ہزار سال سے مسلسل روشن رکھا گیا تھا۔ اس خوفناک خواب نے اس کا چین چھین لیا۔ صبح اس نے شاہی دربار لگایا اور ابھی اپنا خواب سنانے ہی والا تھا کہ اس کے پاس خط پہنچا کہ اس کے محل کے چودہ کنگرے گر گئے

ہیں اور آتش کدے کی آگ بھی بجھ گئی ہے یہ اطلاع سن کر اس کے غم کی کوئی انتہا نہ رہی۔
اسی اثناء میں اس کے مفتی ءِ اعظم موبذان نے کہا میں نے آج ایک ڈراؤنا خواب دیکھا ہے جس میں آگے آگے سرکش اونٹ بھاگے جا رہے ہیں اور عربی گھوڑے ان کا پیچھا کر رہے ہیں جو کہ بعد میں دریائے دجلہ عبور کر کے ہمارے ملک میں پھیل گئے۔ اس پر کسریٰ نے بھی اپنا خواب سنایا اور موبذان سے پوچھا تمہارا ان خوابوں کے بارے میں کیا خیال ہے۔ موبذان بولا لگتا ہے کہ جزیرہ عرب میں کوئی بڑا حادثہ رونما ہوا ہے۔ چنانچہ کسریٰ نے ان خوابوں کی حقیقت جاننے کے لیے کسی ماہر کاہن کو بلانے کے احکامات صادر کیے۔ اس پر سطیح کے بھانجے مسیح کو دربار میں حاضر کیا گیا۔ بادشاہ اور موبذان کے خوابوں کی تعبیر دریافت کرنے پر مسیح نے کہا شام کی سرحد کے پاس میرا ماموں سطیح رہتا ہے جو ان سوالوں کا جواب دے سکتا ہے۔

کسریٰ نے حکم دیا جاؤ اور سطیح سے ان خوابوں کی تعبیر پوچھ کر آؤ۔ اس پر مسیح طویل سفر کے بعد سطیح کے پاس پہنچا تو وہ بستر مرگ پر اپنی آخری سانسیں گن رہا تھا۔ مسیح بتاتا ہے،

"جب میں سطیح کے پاس پہنچا تو وہ قبر کے دہانے پر پہنچ چکا تھا اس نے کہا، تجھے بنو ساسان کے بادشاہ نے بھیجا ہے تاکہ تو شاہی محل کے لرزنے، آگ کے یک لخت بجھ جانے اور موبذان کے خواب کی تعبیر کے بارے میں مجھ سے دریافت کرے۔ موبذان نے خواب میں تیز عربی نسل گھوڑوں کو اونٹوں کا پیچھا کرتے ہوئے دیکھا جو دجلہ پار کر کے ملک کے

مختلف اطراف میں پھیل گئے"۔

اس کے بعد اس نے ان خوابوں کی تعبیر کچھ ان الفاظ میں بتائی،

"اے مسیح! جب تلاوت کثرت سے کی جائے گی، عصاء والا ظاہر ہوگا، سماوہ کی وادی بہنے لگے گی، ساوہ کا بحیرہ خشک ہو جائے گا اور فارس کی آگ بجھ جائے گی تو یہ شام سطیح کا نہ رہے گا۔ محل کے گرنے والے کنگروں کی تعداد کے برابر کسریٰ کے اور بادشاہ ہوں گے اور ہر آنے والی چیز آکر ہی رہتی ہے"

جب مسیح واپس کسریٰ کے دربار میں پہنچا اور خوابوں کی تعبیر سنائی تو کسریٰ قدرے مطمئن ہو گیا کہ ابھی اس کے خاندان کے چودہ اور بادشاہ (محل کے گرنے والے کنگروں کی تعداد کے برابر) ہوں گے اور اس کے لیے کافی مدت درکار ہو گی۔ لیکن اللہ کی قدرت کے انداز عجیب ہوتے ہیں۔ ان چودہ میں سے دس بادشاہوں کی حکومتیں صرف چار سال کے اندر ہی ختم ہو گئیں اور باقی چار میں سے آخری کا دور اس وقت ختم ہوا جب حضرت عثمان غنیؓ کے عہدِ خلافت میں آخری کسریٰ "یزجرد" قتل ہوا۔ یوں ایرانیوں کی تین ہزار ایک سو چونسٹھ سالہ حکومت کا آفتاب ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔ اور حضور ﷺ کا یہ ارشاد آج تک آفتابِ روشن کی طرح چمک رہا ہے اور تا ابد چمکتا رہے گا۔

"اذا هلك كسرٰى ، فلا كسرٰى بعده"

"جب کسریٰ ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا۔"

علامہ ابن کثیر اپنی کتاب میں ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ سطیح مکہ مکرمہ میں آیا تو مکہ کے سرداروں نے بطور امتحان اس سے کئی سوال کیے کہ آخر زمانے میں کیا ہوگا؟

اس پر سطیح نے جواب دیا،

''اللہ نے مجھ پر جو الہام کیا ہے وہ مجھ سے لے لو، اے گروہ عرب! تم اب پیرانہ سالی میں ہو اور تمہاری بصیرتیں اور اہلِ عجم کی بصیرتیں اب برابر ہو گئی ہیں۔ تمہارے پاس عقل ہے نہ علم پر تمہاری اولادوں میں سے عقل و فہم والے لوگ پیدا ہوں گے جو طرح طرح کے علوم حاصل کریں گے، بتوں کو توڑ دیں گے، عجمیوں کو قتل کریں گے اور بھیڑ بکریوں کو تلاش کریں گے (یعنی گلہ بانی کریں گے)۔ ابد تک باقی رہنے والے (اللہ) کی قسم! اس شہر سے ایک ہدایت یافتہ نبی ظاہر ہوگا جو لوگوں کو حق کی طرف رہنمائی کرے گا، یغوث اور فند نامی بتوں کا انکار کر دے گا، ان کی عبادت سے نفرت کا اظہار کرے گا اور اس رب کی عبادت کرے گا جو ایک ہے۔''



باب ہفتم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم غیر مسلم دانشوروں کی نظر میں

یوں تو رسول اکرم ﷺ کے متعلق غیر مسلم مفکرین اور دانشوروں کی آراء پر مشتمل بے شمار کتابیں ملتی ہیں جن میں انہوں نے آپ ﷺ کو شاندار طریقے سے خراج تحسین پیش کیا ہے تاہم چند مشہور ترین شخصیات کا ذکر ہی کافی معلوم ہوتا ہے۔

گورونانک

سکھوں کے مذہبی پیشواء گورونانک نے اسلام کی تعریف و توصیف میں بہت کچھ لکھا ہے۔ حضور ﷺ کی خدمت میں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ :

کوئی بھی مکمل عدد لیجیے (اس میں کوئی کسر نہ ہو)۔ اسے چار سے ضرب دے کر اس میں دو جمع کر لیں اور پھر اسے پانچ سے ضرب دے دیں۔ حاصل ضرب کو بیس پر تقسیم کریں اور جو عدد باقی بچ جائے اسے نو سے ضرب دے کر اس میں دو جمع کریں تو جواب 92 آئے گا اور 92 نام "محمد" کے حروفِ ابجد ہیں۔

ثابت ہوا کہ چونکہ کائنات کی ہر شے کے مکمل اعداد کا مجموعہ "محمد" کے اعداد کے برابر آتا ہے اس لیے یہ کائنات محمد ﷺ کے لیے بنائی گئی تھی۔ اگرچہ ہمارا تو ایمان ہی یہی ہے تاہم

گورونانک نے اس کا اپنے الفاظ میں استدلال پیش کیا ہے۔

نپولین بوناپارٹ

''حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم کو وجود باری تعالیٰ کا سبق دیا تھا۔ حضرت عیسیٰ نے روم میں یہ کام سر انجام دیا تھا۔ اور محمد ﷺ نے یہی اعلان قدیم براعظم (ایشیاء) میں کیا تھا۔ مگر عرب بہت ہی بڑے بت پرست تھے۔ جب لوگ ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰ کی تعلیمات کو بھول چکے تھے تو محمد ﷺ نے ان کو مقامِ کبریا پھر یاد کرایا۔ حضرت محمد ﷺ کی ذات ایک مرکز ثقل تھی جس کی طرف لوگ کھنچے چلے آتے تھے۔ اسلام کے پیروکاروں (Followers) نے دنیا کو جھوٹے خداؤں سے نجات دلائی۔ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کے پیروکاروں نے پندرہ سو سالوں میں کفر کی اتنی نشانیاں منہدم نہ کی تھیں جتنی اسلام کے پیروکاروں نے صرف پندرہ سالوں میں کر دکھائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ محمد ﷺ کی ہستی انتہائی عظیم تھی۔''

تھامس کارلائل

اپنی فاضلانہ تصنیف ہیروز اینڈ ہیرو وشپ (Heros And Hero Wor-snip) میں برطانیہ کا یہ عظیم ادیب و فلسفی رقمطراز ہے،

''وقت آگیا ہے کہ ہم اسلام پر لغو الزامات لگانے سے باز آجائیں۔ حضرت

محمد ﷺ کی عظمت کو سمجھنے کے لیے ہمیں اپنے تعصبات کو ترک کرنا ہو گا۔"

مزید لکھتا ہے،

"بانی اسلام (محمد ﷺ) کے ناقابلِ انکار فضائل کا انکار انصاف کا خون کرنا اور حق پسندی کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ لگانا ہے۔۔۔اس مقدس ہستی کا وجود ہی خالقِ کائنات کے وجود کی روشن اور زبردست دلیل ہے"۔

لیکچرار محمد اعظم جب 1940ء میں کارلائل کی اس کتاب کے اردو ترجمے کے دوسرے ایڈیشن کی تیاری میں مصروف تھے تو قائداعظم محمد علی جناح ؒ نے ایک خط کے ذریعے کارلائل کی اس حقیقت پسندی کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا تھا،

"میں جس زمانے میں انگلینڈ میں زیر تعلیم تھا، کارلائل کی کئی انگریزی تصانیف کا مطالعہ کیا تھا۔ اس وقت سے میں چیلسی کے اس عظیم دانشور کی خدمات کا معترف ہوں۔ اس نے ہمارے پیغمبر پاک ﷺ کی حیاتِ طیبہ اور کارناموں کی غیر جانبدارانہ تصویر پیش کر کے نہ صرف عالم اسلام کی بلکہ پوری دنیا کی بے پناہ خدمت کی ہے۔"

مائیکل ہارٹ

ممتاز امریکی مصنف مائیکل ہارٹ نے اپنی کتاب،

"The 100 ,The Most Infuluential Persons In History"

میں تاریخ عالم کی سو عظیم ترین شخصیات اور ان کے کارہائے نمایاں کو یکجا کیا ہے۔ فاضل

مصنف نے ان عہد ساز شخصیات میں حضرت محمد ﷺ کو سر فہرست یعنی اول نمبر پر رکھا۔ خود عیسائی ہونے کے باوجود حضرت عیسیٰ کو تیسری بہترین شخصیت قرار دیا۔ اور حضور ﷺ کو سر فہرست (Top Of The List) رکھنے کی بے شمار وجوہات بھی بیان کیں، رقمطراز ہے،

''محمد ﷺ دنیا کی تاریخ کی وہ واحد شخصیت ہیں جو مذہبی اور دنیاوی دونوں میدانوں میں کامیاب وکامران رہے۔ دنیا میں جتنے لوگوں نے انقلابی کام کیے، وہ کارنامے ان کے بغیر بھی رونما ہو سکتے تھے لیکن اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو اتنا عظیم کارنامہ (ہدایت دنیا کا) کبھی انجام نہ پاتا۔''

کونسٹن ورجل جارجیو

رومانیہ کا یہ سابق وزیر خارجہ آنحضرت ﷺ کی تعلیمات و ذات کا طویل مطالعہ (اس نے تحقیق کی غرض سے بیس سال مکہ اور مدینہ میں گزارے) کرنے کے بعد آپ ﷺ کے لائے ہوئے انقلاب اور انقلاب فرانس (۱۷۸۹ء) کے درمیان موازنہ کرتے ہوئے لکھتا ہے،

''انقلاب فرانس محدود وقت کے لیے بھی فرانسیسیوں میں مساوات قائم نہیں کر سکا جب پیغمبر اسلام نے ہمیشہ کے لیے کامل مساوات قائم کر دی اور آپ ﷺ کا خود اپنے

پیٹ پر پتھر باندھ کر کام کرنا، بلالؓ اور اسامہ جیسے حبشیوں کا سیدنا کہلانا، ابوبکرؓ اور عمرؓ کا خود گارا اٹھا لانا صرف اور صرف اسلامی مساوات کے ثمرات ہی ہو سکتے ہیں۔ اس مساوات کے مقابلے میں انقلاب فرانس کے انسانی مساوات کے دعوے کچھ حیثیت نہیں رکھتے۔"

لامارٹن

"اگر نصب العین کی بلندی، وسائل کی کمی اور نتائج کی درخشندگی، انسانی نبوغ کا معیار ہیں تو کون ہے جو اس باب میں محمد (ﷺ) کے مقابلہ میں کسی اور انسان کو پیش کرنے کی جرات کر سکے۔"

ایڈورڈ گبن

قدیم اور عظیم سلطنت روم کے زوال کے اسباب لکھتے ہوئے اپنی کتاب "The Decline And Fall Of The Roman Empire" میں لکھتا ہے'

"پیغمبر عرب کی ذہانت و فطانت اور آپ ﷺ کی قوم کے اطوار اور مذہبی جذبہ 'مشرقی سلطنت (روم) کے زوال کے اسباب تھے۔ ہماری نگاہیں بڑے تجسس کے ساتھ آپ ﷺ کے لائے ہوئے یادگار ترین انقلاب پر لگی ہوئی ہیں جس نے دنیا کی قوموں پر نیا اور نہ ختم ہونے والا اثر ڈالا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس طاقتور انقلاب کو رونما کرنے والے انسان

محمد ﷺ کو پاک اور غور کرنے والی طبیعت عطا فرمائی گئی تھی۔"

وضاحت

گبن کا رسول ﷺ کو پیغمبر عرب قرار دینا اس کی ذاتی سوچ تھی تاہم یہ بات تعلیمات حق اور قرآن سے ناواقفیت کی دلیل ہے کیونکہ آپ ﷺ وہ واحد نبی ہیں جن کو پوری دنیا کی ہدایت اور روشنی کے لیے بھیجا گیا تھا۔ (اعراف۔158) اور اللہ کا شکر ہے کہ ہم آپ ﷺ کی امت سے پیدا فرمائے گئے ہیں۔

این جے کولسن

کولسن اپنی شہرہ آفاق تصنیف "A History Of Islamic Law" میں ذکر کرتا ہے۔

"جب تک محمد ﷺ زندہ رہے 'تنازعات کا فیصلہ کرنے کے لیے قدرتی طور پر آپ کو مثالی شخصیت تصور کیا جاتا رہا' ۔۔۔۔۔۔ آپ کو منصف اعلیٰ کا بلند مرتبہ عطا فرمایا گیا تھا تا کہ آپ وحی خداوندی کی عام دفعات کی تعبیر و تشریح (Interpretation) کا کام سر انجام دے سکیں۔"

اینی بیسنٹ

اس ادیبہ کے نزدیک'

''جو شخص عرب کے اس عظیم پیغمبر ﷺ کی زندگی اور کردار کا مطالعہ کرکے آپ کی تعلیمات اور طرز حیات سے آگاہ ہو جاتا ہے اس کے لیے یہ ناممکن ہو جاتا ہے کہ وہ خدا کے بڑے بڑے رسولوں میں سے اس عظیم نبی ﷺ کے احترام کا جذبہ نہ رکھے۔''

ایڈورڈ فری مین

یہ مفکر، حضور ﷺ کو ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کرتا ہے۔

''حضرت محمد ﷺ وہ عظیم عرب قانون دان تھے جن کے مقدر میں اپنے دور میں دنیا کو مکمل طور پر بدل دینا اور آنے والے تمام زمانوں میں دنیا پر گہرا اثر ڈالنا لکھ دیا گیا تھا۔ آپ ﷺ ہمیشہ اللہ کے بندے اور رسول رہے۔ آپ کی جگہ اگر کوئی دغاباز ہوتا تو وہ معجزاتی طاقتوں کا دعویٰ کرتا اور اپنے آپ کو زمین کی بادشاہت سے مزین کر لیتا لیکن آپ نے صرف اللہ کا رسول ہونے کا دعویٰ کیا اور ذاتی اعزازات کا کوئی دعویٰ نہیں کیا۔''

تھامس آرنلڈ

اس مشہور مصنف کے نزدیک،

”مسلم الٰہیات کے مطابق حضرت محمد ﷺ خاتم الانبیاء تھے۔ بلاشبہ نبوت کا سلسلہ آپ کی ذات کے ساتھ ہی ختم ہو گیا تھا۔ جس امت نے آپ کو اپنا سربراہ تسلیم کیا تھا، اس کے لیے حضرت محمد حاکم، منصف، مبلغ اور باجماعت نماز کے امام تھے۔ نبوت کے علاوہ باقی تمام امور آپ کے جانشینوں تک منتقل ہو گئے تھے۔ خدائی الہام کا سلسلہ آپ ﷺ پر جا کر ختم ہو گیا تھا۔“

جوزف نونن

اپنی معرکتہ الآرا تصنیف "Islam And Europeon Civilization" میں لکھتا ہے،

”حضرت محمد ﷺ کا مذہب، روس کی مطلق العنانیت اور ریاستہائے متحدہ امریکہ کی جمہوریت دونوں کے لیے یکساں موزوں ہے۔ یہ مذہب عالمگیر سلطنت کے وجود پر دلالت کرتا ہے۔“

جان ولیم ڈریپر

یہ عظیم مورخ بیان کرتا ہے،

”569ء میں ”جسٹینین“ کی وفات ہوئی، اس کے چار سال بعد عرب کے شہر مکہ میں ایسا انسان محمد ﷺ پیدا ہوا جس نے سب لوگوں سے بڑھ کر نسلِ انسانی پر عظیم ترین اثر ڈالا۔“

رابرٹ گلک

یہ مشہور ماہر تعلیم "Mohammad The Educator" میں لکھتا ہے،

"حضرت محمد ﷺ کو اپنی پہلی وحی میں حکم بھیجا گیا تھا کہ پڑھ، انھوں نے جواب دیا تھا، میں پڑھنا نہیں جانتا۔۔۔۔اُن کی تعلیمات کسی پڑھائی کا نتیجہ نہ تھیں۔ کسی شخص نے ذرہ برابر بھی اس بات کا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا کہ قرآن کی ایک سورت بھی ساتویں صدی کے کسی عرب کی تحریرات پر مبنی ہے۔ عیسائی صحائف کی پیشنگوئی کی روسے حضرت محمد اپنی مرضی سے کچھ نہیں بولتے اور ان کا کلام سنی ہوئی وحی کے مطابق ہوتا ہے۔ حضرت محمد نے سورج اور سیاروں کی گردش کے بارے میں بھی بتایا تھا، آپ کی اس وحی کی سچائی کو جاننے کے لئے سائنسدانوں کو ہزار سال لگ گئے۔"



اسلام کے متعلق غیر مسلم مفکرین اور نو مسلموں کے تاثرات

طوالت کے پیش نظر صرف چند لوگوں کے ذکر پر ہی اکتفاء کروں گا۔

گوئٹے

معروف مفکر گوئٹے بیان کرتا ہے،

"اسلام کبھی ناکام نہیں ہو سکتا۔ اس کی تعلیمات انسان کو ان بلندیوں تک پہنچا دیتی ہیں جو انسانی تصور سے بھی دور ہیں" (اسلام از اوور چائس)

ڈاکٹر اینڈ ریوز

اس کی رائے کے مطابق تاریخ کے ایک نہایت نازک موڑ پر جب تمام دنیا بتوں کی پوجا کر رہی تھی تو اسلام نے لاالہ الا اللہ کی آواز بلند کی۔ اگر آج دنیا میں خدا کا ایک واضح اور غیر مبہم تصور ملتا ہے تو وہ اسلام اور مسلمانوں کی انتھک اور طویل جدوجہد کا نتیجہ ہے

(دی مائنڈ، القرآن بلڈز)

میجر آرتھر لیونارڈ

اپنی کتاب "اسلام کا روحانی اور اخلاقی پایہ" میں لکھتا ہے،

"بہر حال تحقیق کرنے والا یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائے گا کہ اسلام ایک سچا اور عظیم مذہب ہے جو کہ اپنے ماننے والوں کو انسانی اندھیروں اور گہرائیوں سے نکال کر روشنی اور سچائی کی بلندیوں تک لے جانے کی کوشش کرتا ہے"۔

ڈاکٹر برجس کی رائے

اسلام کے بنیادی اجزاء دو ہیں دعا (عبادت) اور عمل اور ان کی حدود پیغمبر اسلام نے کچھ اس طرح مقرر فرمائیں۔ تم یوں عبادت کرو گویا تم اسی کام کے لیے پیدا ہوئے ہو اور یوں کام کرو گویا عبادت شغل بے کاراں ہے۔ اسلام کا پیغام وہی ہے جو پہلے انبیاء نے دیا تھا۔ (دی مائنڈ القرآن بلڈز)

ڈاکٹر لی آن

ڈاکٹر لی آن۔ ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی، ایل۔ ایل ڈی برطانیہ کا ایک سائنسدان تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اپنا نام ہارون مصطفی رکھا، کہتا ہے۔

"اسلام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کی بنیاد عقل پر رکھی گئی ہے۔ عقل

انسانی دماغ کی ایک اہم قوت ہے جسے کلیسا خاطر میں نہیں لاتا لیکن اسلام کا یہ حکم ہے کہ کسی بات کو قبول کرنے سے پہلے اسے عقل کے پیمانے پر پرکھو۔ اسلام اور صداقت دو مترادف الفاظ ہیں اور کوئی شخص عقل کی مدد کے بغیر صداقت تک نہیں پہنچ سکتا"

پروفیسر ڈاکٹر رالف بیرن

یہ آسٹریا کا باشندہ تھا بعد میں ترکی اور مدراس میں رہا۔ اسلام کے مطالعہ کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہوا اور کئی کتابیں بھی لکھیں۔ 1949ء میں مدراس یونیورسٹی میں پروفیسر رہا، اسلام سے متعلق لکھتا ہے،

"اسلام اسی صداقت کا نام ہے جو سب سے پہلے آدم پہ آشکارا ہوئی تھی اور آخر میں محمد ﷺ پر۔ اسلام انسانی اخوت کا داعی ہے اور رنگ، نسل، زبان اور جغرافیائی اختلافات کو قطعاً خاطر میں نہیں لاتا"

ڈاکٹر مارقس

ڈاکٹر مارقس ایک جرمن صحافی تھا اور اسلام لانے کے بعد حامد مارقس کہلانے لگا، لکھتا ہے "اولاً میں اس اخلاقی و روحانی انقلاب سے متاثر ہوا جو اسلام نے پیدا کیا دوم اس حقیقت سے کہ اسلامی تعلیمات سائنس کی جدید تحقیقات سے متصادم نہیں، سوم یہ کہ اسلام ایک فرد کو آزادی سے محروم نہیں کرتا بلکہ آزادی کی جائز حدود متعین کرتا ہے۔

چہارم یہ کہ اسلام وسعت ظرف و نظر کی تعلیم دیتا ہے اور صداقت، جس بھی طریقے سے ملے اس کو لے لیتا ہے۔"

لارڈ فاروق

اس نے 1918ء میں اسلام قبول کیا اس کا پرانا نام جارج ایلنسن ہیڈ لے تھا۔ کیمبرج (CAMBRADGE) کا تعلیم یافتہ تھا۔ اس کی تصانیف میں سے اے ویسٹرن اویکننگ ٹو اسلام (A Western Awakening to Islam) بہت مشہور ہے ،اسلام لانے سے متعلق لکھتا ہے۔

"میں کسی کے کہنے سے مسلمان نہیں ہوا بلکہ یہ تبدیلی میرے طویل مطالعہ و فکر کا نتیجہ تھی۔ میں نے زندگی کے متعلق کچھ اصول و نظریات قائم کیے تھے جو اسلامی تعلیمات کے عین مطابق پائے۔ اسلام اور عیسائیت دونوں تقریباً ملتے جلتے مذہب ہیں اور ایک ہی درخت کی شاخیں معلوم ہوتی ہیں۔ میں ایسے ہزارہا افراد کو جانتا ہوں جو ذہناً مسلمان ہیں لیکن تنقید کے خوف سے اعلان نہیں کر سکتے"

محمد اسد آسٹروی

یہ نو مسلم آسٹریا کا باشندہ تھا۔ اس کا سابقہ نام لیوپولڈ وس تھا۔ پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد وہ یہاں آیا اور کئی کتابیں لکھیں نیز صحیح بخاری کا انگریزی میں ترجمہ بھی کیا، کسی

نے اس سے اسلام قبول کرنے کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا،

''میرے پاس اس بات کا کوئی اطمینان بخش جواب نہیں تاہم میں اسلام کے عام اخلاقی و روحانی تعلیمات نیز عملی پروگرام سے متاثر ہوا ہوں۔ یہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس کا ہر جزو دوسرے سے ہم آہنگ ہے اس میں نہ تو کوئی بات زائد ہے اور نہ کم۔ یہ ہر طرح سے مکمل، آراستہ اور متوازن ہے، گو آج کا مسلمان عملاً مسلمان نہیں رہا تاہم اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اسلام ایک زبردست طاقت ہے۔ جو نوع انسان کو فلاح و مسرت سے ہم کنار کر سکتی ہے''

الیگزینڈر رسل

امریکہ کی ریاست کولمبیا کا باسی تھا۔ بڑے ہو کر سیاست اور جرنلزم میں بین الاقوامی شہرت پائی اور انیسویں صدی کے اختتام پر دائرہ اسلام میں داخل ہوا، بیان کرتا ہے،

''میں اس لیے مسلمان ہوا ہوں کہ صرف اسلام ہی انسان کی روحانی ضروریات کو پورا کر سکتا ہے۔ میں بیس سال کی عمر میں ہی کلیسا کے بے جان نظام سے بیزار ہو گیا تھا۔ اس کے بعد مل، لاک، کانٹ، ہیگل، فشٹے، ہکسلے اور دیگر علماء و حکماء سے ملا۔ ان لوگوں نے مجھے جاندار اشیاء اور ایٹم وغیرہ کے بارے میں تو بتایا پر روح کے بارے میں کچھ نہ سمجھا سکے کہ

بعد از مرگ وہ کہاں جاتی ہے اس کا کیا حشر ہوتا ہے وغیرہ۔ ان سوالوں کا جواب اسلام نے فراہم کیا۔ میرا اسلام قبول کرنا کسی فوری جذبے کے تحت نہیں بلکہ مسلسل، دیانتدارانہ اور غیر جانبدرانہ تحقیق کا نتیجہ ہے جسکا ماحصل اللہ کی مشیت کے سامنے جھک جانا ہے اور عبادت اس کا سنگ بنیاد ہے"

لارڈ برنٹن

یہ برطانیہ کا ایک نواب تھا اور قبولیت اسلام کے بعد برسوں لاہور کی بستی اچھرہ میں رہا۔ گلی گلی گھوم کر لوگوں کو دیانت، صداقت، محبت، اخوت اور خدمت کا درس دیا کرتا تھا۔ اپنے ایک دوست امیر الدین کی ترغیب پر مسلمان ہوا اور اسلامی نام جلال الدین رکھا، بیان کرتا ہے۔

"عیسائیت کا یہ عقیدہ کہ انسان فطرتاً گنہگار پیدا ہوا ہے، خدا کے متعلق یہ تصور پیدا کرتا ہے کہ خدا بے رحم اور جابر ہے۔ مجھے اس عقیدے سے نفرت تھی چنانچہ میں نے اسلام کا مطالعہ شروع کر دیا اور یہ مجھے انتہائی پسند آیا کیونکہ سادہ اور فطری مذہب ہے اور خلوص، محبت، تحمل اور ہمہ گیر اخوت کا داعی ہے"

کرنل ڈانلڈ

امریکہ کا یہ مشہور مصنف، نقاد اور شاعر رقمطراز ہے۔"میں اسلام کی

سادگی، مساجد کی مقدس فضاء، اور پانچ وقت کی عبادت سے بہت متاثر ہوا ہوں اسلام میں

کئی خوبیاں ہیں جیسے ÷

1۔ یہ پہلے انبیاء اور صحائف کا مداح ہے۔

2۔ اس نے خواتین کو حق جائیداد عطا کیا اور انسان کو افراط و تفریط سے بچایا۔

3۔ شراب، قمار بازی اور سود سے روکا۔

4۔ صحیح جمہوریت کا سبق دیا اور غریب کو امیر کا ہم پلہ بنا دیا اور نسل کے امتیازات ختم کیے۔

5۔ تمام درمیانی واسطے ہٹا کر انسان کا تعلق براہ راست خدا سے قائم کیا۔

ملیما

ہالینڈ کا یہ مصنف 1954ء میں لاہور آیا اور مسلمان ہو گیا۔ قبولیت اسلام کی وجوہات پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

مجھے اسلام کی یہ چیزیں بہت پسند آئیں، اول۔ خدا اور اس کی صفات کا حسین تصور۔ دوم۔ کہ زید کے گناہوں کی سزا بجز کو نہیں ملے گی۔ سوم۔ تمام انسان برابر ہیں، رنگ و نسل کا امتیاز کچھ نہ ہے۔ چہارم۔ یہ روح اور مادہ کو ایک ہی حقیقت کے دو رخ سمجھتا ہے"

مریم جمیلہ

یہ امریکہ کی یہودی لڑکی تھی۔ مولانا مودودی سے خط و کتابت کرتی رہی اور بیسیویں صدی کے وسط میں مسلمان ہوگئی۔

اعلان اسلام پر اس کا امریکہ میں جینا دوبھر ہوگیا تو لاہور میں آکر بس گئی اس کی دو تصانیف اسلام اینڈ ماڈرنزم (Islam & Modernism) اور اسلام اینڈ ویسٹ (Islam & West) خصوصی شہرت کی حامل ہیں۔ قبولیت اسلام کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتی ہے،

"میں نے اسلام اس لیے قبول نہیں کیا کہ مجھے آبائی مذہب سے نفرت تھی بلکہ اس لیے قبول کیا کہ مجھے اس سے کمال محبت ہوگئی تھی۔ یہودیت ایک محدود اور تنگ معاشرہ ہے جب کہ اسلام ایک ہمہ گیر آفاقی مذہب اور میں نے لامحدودیت کو محدودیت پر ترجیح دی۔"

مس فاطمہ کاظوئی

جاپان کی یہ لڑکی مسلمان ہونے کے بعد کہتی ہے۔

"اسلام ایک نہایت سادہ، خالص، سچا اور سکون بخش مذہب ہے۔ یہ فرد اور جماعت دونوں کو درس امن سے ہمکنار کرتا ہے۔ الحمد اللہ کہ اب میں بھی اس دولت

سے مالا مال ہوں"۔

ھرین فاطمہ

سابقہ مغربی جرمنی کی یہ خاتون اسلام لانے کے بعد لکھتی ہے،

"مجھے میرے والدین، بھائی اقارب واحباب بہت یاد آتے ہیں اور یہ نقصان کسی طرح بھی پورا نہیں ہو سکتا لیکن میں پھر بھی خوش ہوں کیوں کہ اسلام قبول کرنے سے مجھے سکون قلب کی دولت مل گئی ہے"

واضع رہے کہ یہ خاتون قبولیت اسلام کے بعد تمام اعزاء واقرباء کو چھوڑ کر پاکستان آگئی تھی۔

جان ایف سی بی

کیمرج کا فارغ تحصیل تھا، یہ عیسائی اسلام قبول کرنے کے بعد کہتا ہے،

"میں اسلام اس لیے لایا ہوں کہ اس کی تعلیمات حکمت ودانش پر مبنی ہیں۔ یہ مساوات کا قائل اور بد دیانتی اور بے انصافی کا دشمن ہے۔"

جان ویبسٹر۔ محمد

انگلینڈ کا یہ نو مسلم لکھتا ہے،

"عیسائیت زندگی کا ساتھ نہیں دے سکتی۔ یہ دنیا کو شیطان کی بازی گاہ اور انسان کو فطرتاً گنہگار سمجھتی ہے۔ اگر ہم مسیحی تعلیمات پر عمل کریں تو صرف راہب بن سکتے ہیں۔ اور نہ کریں تو خطا کار بن کر رہ جاتے ہیں۔ جبکہ اسلام وہ واحد مذہب ہے جو اس قسم کی پیچیدگیوں سے پاک ہے۔"

ایک وضاحت

اسلام میں ترک دنیا اور رہبانیت کی اجازت نہیں ہے۔ یہ دین و دنیا دونوں کے فرائض، ذمہ داریوں اور لوازمات پر عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

ماری۔ علی محمد

یہ جاپانی 1930ء میں مسلمان ہوا، بیان کرتا ہے۔

"میرا ایمان ہے کہ ہمارے اضطراب کو صرف اسلام ہی دور کر سکتا ہے۔ اور اللہ کا یہ پیغام بہت جلد پوری دنیا پر چھا جائے گا۔ اور روئے زمین جو اس وقت اضطراب کا ایک جہنم بن چکی ہے، فردوس سکون میں بدل جائے گی۔"

پروفیسر گبز

آکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر گبز کی رائے کے مطابق،

"اسلام بین الاقوامی تعاون کی بہترین روایات کا حامل ہے۔ دنیا میں اور کوئی ایسا معاشرہ موجود نہیں جس نے مختلف اقوام و قبائل کو متحد کر کے انہیں ہر حیثیت سے برابر سمجھا ہو۔ افریقہ، ایشیاء اور یورپ میں اسلام کا وجود اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ اسلام ہر نسل، رنگ اور نسب کو ساتھ لے کر چلنے کی صلاحیت سے مالامال ہے۔ اگر یورپ نے اسلام سے فائدہ نہ اٹھایا اور یہ قوت ایشیاء اور افریقہ کے پاس چلی گئی تو یورپ پٹ کر رہ جائے گا۔ اگر یورپ اپنی سوسائٹی میں روحانی اور اخلاقی اقدار کی ترویج چاہتا ہے تو اسے اسلام کا سہارا لینا ہی پڑے گا"۔



باب ہشتم **متفرقات**

اسبابِ مصائب

یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ ہمیں جو پریشانیاں اور مصائب لاحق ہوتی ہیں، ہمارے اپنے برے اعمال و گناہوں ہی کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ اللہ اپنے مقرب بندوں کو بھی آزمائش کی خاطر غم والم میں مبتلا کرتا ہے لیکن ایسے لوگوں کی تعداد ہمارے پیچ نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے۔ اسی پر ارشاد ہوا،

1۔ "اے سننے والو! تمہیں جو بھلائی پہنچتی ہے، اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور جو تکلیف ہوتی ہے، اپنی طرف سے ہوتی ہے (یعنی اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے ہوتی ہے)"۔(نساء۔79)

2۔ "خشکی اور تری میں لوگوں کے برُے اعمال کی وجہ سے بلائیں پھیل رہی ہیں تاکہ اللہ انہیں اُن کے اعمال بد کا مزہ چکھائے کہ وہ باز آ جائیں"۔ (روم۔41)

اگر ہم غور کریں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ نیک اور اچھے کام کرنے کی عادت پر ہمیں سکون و فرحت، ایمان و توفیق اور عزت و عظمت جیسی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔ جبکہ

گناہوں اور بد اعمالیوں پر بے سکونی، مصائب، بیماریاں اور خوف ہمارا مقدر بن جاتے ہیں، کیا ایسا نہیں ہے؟ سو فیصدی ایسا ہی ہے لیکن ہماری بد اعمالیوں پر ہمیں جو سزائیں ملتی ہیں ان پر صرف لکھا نہیں ہوتا کہ فلاں وجہ سے یہ تکلیف اٹھانا پڑ رہی ہے۔ حالانکہ کرم الٰہی اسقدر زیادہ ہے کہ وہ ہمارے تمام گناہوں پر گرفت کرتا ہی نہیں ورنہ ہمارا حال پتہ نہیں کیا ہو؟

''اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے ظلم (گناہ) پر گرفت کرنے لگے تو زمین پر کوئی بھی چلنے والا نہ بچے'' (نحل-61)

ان حقائق کو جاننے کے بعد ایسا کون ہو گا جو جانتے بوجھتے اپنے لئے بے سکونی، بیماریاں اور مصائب خریدے گا۔

جو گناہ تو گذر چکے ان کا علاج کثرتِ استغفار (توبہ کے مضمون میں تفصیل سے پڑھیے) سے کر کے گناہوں کو زندگی سے ہمیشہ کیلئے نکال دیں تو دکھوں اور مصائب کا سلسلہ معاً ختم ہو جائے گا۔ کیونکہ

1۔'' جو ہم پر ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے، ان پر نہ تو کوئی خوف ہو گا اور نہ ہی کوئی غم''۔ (انعام-48)،

2۔'' بیشک اللہ اہل ایمان کی مصیبتیں ٹالتا ہے''۔ (حج-38) اور

3۔''اور جو لوگ ہم پر ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ناحق چیزوں (گناہ و ظلم وغیرہ) کی آمیزش سے پاک رکھا، حقیقی امن و سکون انہی لوگوں کو حاصل ہے اور یہی لوگ راہ نجات پر ہیں''۔ (انعام-83)

بحث بالا سے ثابت ہوا کہ راہ گناہ پستی، مصیبت، افلاس، بیماری، رسوائی اور بے چینی کی راہ ہے اور نیکی کا راستہ انسان کو علم و عزت، قیادت و سعادت، اطمینان و سکون، محبت و عروج، عظمت و دوام اور قرب الٰہی تک لے جاتا ہے اور تب خالق حقیقی کی طرف واپسی کچھ اس پیغام سے ہوتی ہے۔

"اے مطمئین روح! اپنے رب کے پاس کچھ اس طرح آ کہ وہ تجھ سے خوش ہے اور تو اُس سے"۔(فجر۔27,28)

﴿ یامالک! تیرے ایسے بندوں پر رشک آتا ہے۔﴾



راہِ سکون

مادہ پرستی کے جدید دور نے انسان کو افراتفری، بے چینی اور اضطراب جیسے تحائف سے کچھ زیادہ ہی نوازا ہے۔ چین و سکون کا حصول کیسے ممکن ہے؟، ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب دینے سے عقل انسانی قاصر ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ خود اپنی عظیم ترین تنزیل، قرآن مجید میں اس مسلے کا حل کچھ یوں بیان فرماتے ہیں،

"یاد رکھو کہ دلوں کو اللہ کے ذکر سے ہی سکون ملتا ہے"۔(رعد۔28)

اور ذکر کس طرح کا ہو؟

"اے ایمان والو! اللہ کو بہت یاد کیا کرو اور صبح و شام اس کی حمدو ثناء کے گیت گایا کرو"۔ (احزاب۔41,42)

کیونکہ:،

"اللہ تعالی کا ذکر بہت ہی بڑی چیز ہے"۔ (عنکبوت۔45)

اوریادرکھوکہ کہیں،

"اے ایمان والو! تمہیں تمہارے مال اوراولاد اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں"۔(منافقون.9)



سچی توبہ اور اس کی شرائط

مصائب سے نجات اور آخرت کی بہتری کے لیے اللہ سے اپنے گناہوں کی تہہ دل سے معافی طلب کرنا اور آئندہ کبھی ایسا نہ کرنے کا وعدہ کرنا "توبہ استغفار" کہلاتا ہے۔ اس کی درج ذیل شرائط ہیں۔،

1۔ اپنے گناہوں کا تہہ دل سے اعتراف کرنا اور نادم ہونا،

2۔ رو کر اور گڑگڑا کر اللہ سے معافی طلب کرنا،

3۔ آئندہ اس گناہ یا گناہوں کے بارے میں سوچنے تک سے باز رہنا اور اللہ سے ایسی پرہیزگاری کی توفیق مانگنا اور

4۔ زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرنا تاکہ گناہوں کی تلافی ہو سکے،

☆ توبہ شکنی کبیرہ ترین گناہ ہے ایسا کرنے پر انسان شدید ترین دنیاوی اور اخروی عتاب سے دوچار ہو سکتا ہے۔ تاہم اگر کبھی ایسی غلطی ہو ہی جائے تو مایوس ہونے کے بجائے پہلے سے بھی بہتر انداز میں توبہ کرنی چاہیے کیونکہ بہر حال،

"بیشک اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے"۔

(بقرہ۔222)

☆ توبہ کی قبولیت کا اختیار صرف اور صرف اللہ کو ہے۔

1۔"اور میں ہی توبہ قبول کرنے والا ہوں"۔ (بقرہ۔160)

2۔"کیا وہ نہیں جانتے کہ بلا شبہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور خیرات منظور کرتا ہے بیشک اللہ ہی ہے جو توبہ قبول کرنے والا ہے"۔ (توبہ۔104)

☆ توبہ کرنے کی توفیق بھی صرف وہی عنایت کرتا ہے۔

"تمہارا اس میں کوئی دخل نہیں کہ اللہ ان کو توبہ کی توفیق دے یا ان پر عذاب نازل کر دے"۔ (آل عمران۔128)

☆ اہلِ ایمان کے لیے حکم ہے۔

"تم سب اللہ کے حضور توبہ کرو تاکہ نجات پا سکو"۔ (نور۔31)

سچے دل سے توبہ اور قبولیت توبہ کے بعد بندہ گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے والا بچہ۔

توبہ استغفار کرنا اور گناہوں کو زندگی سے نکال باہر کرنا، تکلیفیوں، خوف اور

بے چینی کا واحد موثر علاج اور آخرت میں سرخروئی کی علامت ہے۔

فرقہ پرستی

اگرچہ ہم غور نہیں کرتے تاہم یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم دیگر اسلامی علوم اور اعمال پر کم اور فرقہ وارانہ اختلافات پر زیادہ توجہ دیتے ہیں۔ میرے خیال کے مطابق ہم سب کو اپنے آپ سے یہ سوالات ضرور پوچھنے چاہئیں۔

1۔ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی کتاب میں فرقہ بندی اور اختلافات میں پڑنے سے قطعی طور پر منع فرمادیا گیا ہے (آل عمران۔ 103، 105) تو اس صریحی حکم کے بعد فرقہ پرستی کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟ اگر کوئی نہیں تو پھر ہم کیسے مسلمان ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے اس واضح حکم کو نہیں مانتے؟

2۔ مختلف نام نہاد گروہوں کے جن علماء اور اماموں پر ہم تنقید کرنا ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں کیا ان کے علوم کا آدھا بلکہ ایک چوتھائی حصہ بھی ہمارے پاس ہے؟ اگر نہیں تو ہم ان کا غلط صحیح کیسے جانچ سکتے ہیں؟

3۔ ان علماء واماموں نے لاکھوں احکامات ومسائل کی وضاحت کی لیکن ہم ان پر عمل و بحث چھوڑ کر ان کے اکا دکا اختلافی مسائل پر ہی کیوں گفتگو کرتے ہیں، بالکل اس مکھی کی طرح جو تمام شفاف جسم کو چھوڑ کر جسم پر موجود چھوٹے سے گندے زخم پر ہی جا بیٹھتی

ہے، باقی تشریحات کو پس پردہ کیوں ڈال دیا جاتا ہے؟

4۔ کسی چیز پر اختلافی نکتے اٹھانا کیا کوئی نئی بات ہے؟ نکتہ چینی تو الہامات پر بھی ہوتی رہی ہے۔ تنزیل قرآن کے موقع پر یہود و نصاریٰ کی پسندیدہ ترین عادت بھی یہی تھی۔ ڈھونڈنے سے اختلافی نکات تو مل ہی جاتے ہیں لیکن اس سے ایسا خدشہ پیدا ہو سکتا ہے کہ کہیں ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی نہ مول لے لیں اور ہمارے تمام اچھے اعمال ضائع نہ ہو جائیں۔ اگر ہم قرآن اور رسول کے افعال اور اقوال کے مطابق صحیح مسلمان کہلوا سکتے ہیں تو پھر فرقوں اور اختلافی معاملات وبحث سے کیا حاصل؟

5۔ حدیث مبارکہ کے مطابق بے شمار فرقوں میں سے صرف ایک فرقہ ہی راہ حق و نجات پر ہوگا اور یقین مانیئے کے ہر فرقے کا دعویٰ ہے کہ وہی وہ فرقہ ہے جس کی نشاندہی رسول ﷺ نے فرمائی۔ کیا ایسا نہیں ہے؟

بحثِ بالا کا فیصلہ آپ پر چھوڑا جاتا ہے۔

☆☆☆

جہاد فرض ہو چکا

اگر ہم جہاد بالسیف کی قدر و منزلت اور حقیقت سے آگاہ ہو جائیں تو خدا ہم میں سے کوئی بھی اپنے گھروں میں نہ رہے۔ ذیل میں ہم مختصر بحث کرتے ہیں کہ جہاد ہم پر کیوں کر فرض ہو چکا ہے؟

1۔ ارشاد خداوندی ہے کہ،

"اور ان (فسادیوں و مشرکین) سے لڑتے رہو یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے۔" (بقرہ۔193)

خود بتائیں کہ کیا دنیا کہ کسی بھی حصے میں ایمان لانے کی راہ میں کفار کی کھڑی کی ہوئی رکاوٹیں اور فتنے ختم ہو سکے ہیں؟ کیا ہندوستان کے شودر جو اسلامی مساوات سے متاثر ہیں اور اس کی آغوش میں پناہ لینا چاہتے ہیں، بلاخوف مسلمان ہو سکتے ہیں؟ شاید آپ کو معلوم نہیں لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ انہوں نے کئی دفعہ مسلمان ہونے کا اعلان بھی کیا مگر ہندو قوم کے فتنے و تشدد کی وجہ سے ایسا نہ ہو سکا۔ اسی طرح چین روس اور دوسرے کمیونسٹ ممالک میں بسنے والے مسلمان نہ تو اسلام کی تبلیغ کر سکتے ہیں اور نہ ہی وہاں کے کمیونسٹ کو مسلمان ہونے کی اجازت ہے۔ کیا تمام عیسائی اور کافر ممالک میں موجود مسلمانوں کو دین کے معاملے میں فتنے کا اندیشہ نہیں؟ اگر ایسا ہی ہے تو پھر جہاد کے فرض قرار پانے کے بارے میں کیا شبہ

باقی رہ جاتا ہے۔

-2۔ ”اور ان (غیر مسلموں اور مشرکین) سے لڑتے رہو یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور دین سارے کا سارا اللہ کے لیے ہو جائے“(انفال۔39)

ثابت ہوا کہ دین اسلام کے مکمل غلبے تک لڑنے کا حکم ہے۔ غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تمام دنیا میں دین اسلام کا غلبہ نہیں ہے اور کفار و مشرکین کی مخصوص لابیوں کا ورلڈ آرڈر چل رہا ہے۔ پوری دنیا میں سود کا معاشی نظام چل رہا ہے جبکہ اللہ کا معاشی نظام سود سے یکسر پاک ہے۔ جب کفر و شرک پر اللہ کے دین کا غلبہ نہیں اور ہر طرف اللہ کی حدیں قائم نہیں تو جہاد کی فرضیت لازم ہو جاتی ہے۔

-3۔ ”اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کو چھڑانے کے لیے نہیں لڑتے جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پرور دگار ہمیں اس بستی سے نکال دے جس کے رہنے والے لوگ ظالم ہیں اور ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی حمایتی بھیج اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی مددگار عطا فرما دے۔“ (نساء۔75)

دنیا کے نقشے پر طائرانہ نظر ڈالنے سے ہی حقیقت سامنے آکھڑی ہوتی ہے کہ ہندوستان، کشمیر، روس، چیچنیا، بوسنیا، فلسطین، فلپائن اور دیگر خطوں کے کمزور (مسلمان) مرد، عورتیں اور بچے ظلم سے بچانے کی فریاد کر رہے ہیں ان حالات اور قرآن کی واضح آیت کے بعد جہاد کی فرضیت پر کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔

4۔ ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر اپنے مقتولوں کا بدلہ لینا فرض کر دیا گیا ہے۔“(بقرہ۔178)

کیا ہندوستان، کشمیر، فلسطین، چین، البانیا، یوگوسلاویہ، روس اور دیگر کئی ممالک میں لاکھوں مسلمان تہ و تیغ نہیں کیے گئے اور ہم نے اپنے مقتولوں کے قتلوں کا بدلہ لینے کے لیے کیا کوششیں کیں؟ جہاد فرض ہو چکا یا نہیں، خود فیصلہ کریں۔

5۔ ”اگر وہ وعدے کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین پر لعن طعن کریں تو کفر کے سرداروں سے لڑو۔“(توبہ۔12)

معلوم ہوا کہ اگر کوئی قوم مسلمانوں کے ساتھ کیا ہوا معاہدہ یا وعدہ توڑے تو اس کے خلاف لڑنا فرض ہو جاتا ہے۔

خود ملاحظہ کریں کہ اس وقت دنیا میں کتنی قومیں ایسی ہیں جنھوں نے مسلمانوں سے کیے ہوئے معاہدوں کی خلاف ورزیاں کیں۔ قیام پاکستان کے وقت لیاقت، نہرو معاہدے کے تحت ہندوستان نے مسلمانوں کے جان و مال اور مساجد کی حفاظت کرنی تھی لیکن آئے دن فرقہ وارانہ فسادات کے نام پر مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی ہے۔ ان کی مساجد، کارخانے، گھر اور دکانیں جلائی جا رہی ہیں بابری مسجد کی شہادت اس بات کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے۔ کیا ہندوستان نے معاہدے کے مطابق کشمیر کے مسلمانوں کو رائے کے استعمال کا حق دیا؟

6۔ ارشاد ہوا،

"اللہ کی راہ میں لڑو ان لوگوں سے جو تم سے لڑتے ہیں"۔(بقرہ۔190)

اس وقت کشمیر میں ساڑھے سات لاکھ ہندو مسلمانوں پر حملہ آور ہیں اور ہندوستان کی پوری فوج ان کی پشت پر ہے۔برما کے مسلمانوں پر بدھ حملہ آور ہیں، بوسنیا میں سرب درندے مسلمانوں سے لڑ رہے ہیں اور تمام عیسائی اور کمیونسٹ ان کی مدد میں مصروف ہیں۔اسی طرح چیچنیا کے مسلمان بھی دشمن کی زد میں ہیں اور اسرائیلی قوم نے عربوں کے دل میں اپنے وجود کا خنجر پیوست کر رکھا ہے۔ کیا ان حالات میں جہاد فرض نہیں ہو جاتا؟

7۔ پھر حکم باری تعالیٰ ہوا

"اور ان کو جہاں پاؤ ،قتل کرو اور جس جگہ سے انہوں نے تم کو نکالا ہے ، تم بھی انہیں وہاں سے نکال دو۔"(بقرہ۔191)

کیا ہمیں اندلس (سپین) سے آٹھ سو سالہ حکومت کے بعد باہر نہیں نکالا گیا اور کشمیر، حیدر آباد، آسام، نیپال، بہار، برما اور جونا گڑھ کی ریاستیں ہم سے نہیں چھینی گئیں؟ اس کے علاوہ فلسطین پر یہودی قابض ہیں مسلمانوں کا قبلہ اول بیت المقدس بھی ان کے قبضے میں ہے۔اور بیسیوں ممالک جیسے بلغاریہ، ہنگری، قبرص، سسلی، حبشہ ،روسی ترکستان، چینی ترکستان اور کاشغر کی حد تک پھیلے ہوئے ممالک جو کل ہمارے قبضے میں تھے' آج ہم ان سے بے دخل ہو چکے ہیں۔ کیا ان تمام کو دوبارہ حاصل کرنا ہمارا فرض نہیں؟

بحث بالا کے بعد موجودہ صورت حال میں جہاد و قتال کے فرض ہونے میں کوئی

شک وشبہ نہیں رہ جاتا۔

ماحصل

اب تک کے تمام بیانات کا حاصل یہ ہے کہ اس بات کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ جاتا کہ قرآن اور اس کی تعلیمات واحکامات کو الہامی مان کر ان کے آگے سر تسلیم خم کر کے درج ذیل باتوں کے بارے میں فکر اور تیاری کو انتہائی ضروری تصور کیا جائے۔

1۔ یہ کہ اس زندگی کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ (اعراف۔25 'یٰسین۔22 اور طٰہٰ۔14)

2۔ عذاب قبر برحق ہے اور ایک مشکل ترین مرحلہ ہے۔

3۔ قیامت کا دن یعنی جزاء وسزا کا دن ضرور رونپذیر ہوگا اور ہمیں اپنے اعمال کا عظیم ترین خالق کے سامنے جوابدہ ہونا پڑے گا۔ (حج۔ 1، صافات۔21)

4۔ درج بالا عقائد اجزائے ایمان میں سے ہیں اور ان میں سے کسی ایک کا انکار بھی کفر ہے۔



احکاماتِ قرآن

بنی نوع انسان کے لیے چیدہ چیدہ قرآنی احکامات کا ذکر درج ذیل ہے

1 :ایک اللہ' اس کے رسولوں اور فرشتوں پر ایمان لاؤ۔ (نساء۔136)

2: قرآن' تمام الہامی کتب اور روز آخرت پر یقین رکھو۔ (بقرہ۔4)

3 : نماز قائم کرو۔ (بقرہ۔43)

4 : رمضان المبارک کے روزے رکھو تاکہ تم متقی بن جاؤ۔(بقرہ۔183)

5 : استطاعت ہو تو اللہ کے گھر کا حج کرو۔ (آل عمران۔97)

6 : گڑگڑا کر اور چپکے چپکے اللہ سے دعا کیا کرو۔ (اعراف۔55)

7 : اللہ کا شکر ادا کیا کرو۔ (بقرہ۔172)

8 : اللہ اور اس کے فرشتے نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام بھیجتے ہیں اس لیے تم بھی محمد ﷺ پر درود بھیجا کرو۔ (احزاب۔56)

9 : اچھی بات کا حکم دو اور برائی سے روکو۔ (لقمان۔17)

10 : تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اس لیے دو بھائیوں میں جھگڑا ہو جائے تو صلح کرواؤ۔ (حجرات۔10)

11 : والدین' رشتہ داروں اور یتیموں کے ساتھ نیکی سے پیش آؤ۔(نساء۔36)

12 : جانور اور پرندے بھی انسان کی طرح امت ہیں اس لیے ان کا خیال رکھو۔ (انعام۔38)

13: اللہ پر بھروسہ رکھنے والوں کے لیے اللہ ہی کافی ہوتا ہے۔ (طلاق۔3)

14: صبر و نماز کے ذریعے سے اللہ سے مدد طلب کرو۔ (بقرہ۔152)

15: معاف کرنے کی عادت ڈالو۔ (اعراف۔199)

16: وعدہ پورا کرو کہ روز قیامت اس کے متعلق پوچھا جائے گا۔

(بنی اسرائیل۔34)

17: جھوٹ سے بچو۔ (حج۔30)

18: چغلی سے پرہیز کرو۔ (قلم۔11)

19: حسد مت کرو۔ (نساء۔32)

20: اہل علم سے فائدہ اٹھایا کرو۔ (نحل۔43)

21: تکبر و غرور اللہ کو سخت ناپسند ہے۔ (لقمان۔18)

22: گناہ سرزد ہو جائے تو توبہ کر لو اور اپنی اصلاح کر کے اللہ کی طرف لوٹ آؤ۔

(مائدہ۔39)

23: رزق حلال کماؤ' یتیموں اور دوسروں کا مال مت کھاؤ۔ (نساء۔29)

24: کائنات اور قرآن پر غور و فکر کیا کرو۔ (ص۔29)

25: جہاد کے لیے اللہ کی راہ میں نکلو اور اپنی جان و مال بازی پر لگا دو۔

(بقرہ۔244'245)

☆☆☆

ماخذ کتابیں (بشکریہ مصنفین ومؤلفین)

1: A BRIEF HISTORY OF TIME (STEPHAN HAWKING)

2.WORLD IN COLLSION (IMMANUAL VELIKOVSKY)

3. AN APOLOGY FOR MUHAMMAD (J.D.PART)

4. ASTRONOMY AND COSMGONY(SIR JAMES JEANS)

5. BONA PART & ISLAM (SHEPHLAR)

6 . ISLAM IS OUR CHOICE (اردو ترجمہ۔ ابراہیم بوانی)

7. THE 100(MICHEAL HART) (ترجمہ ۱۰۰ عظیم آدمی)

8۔ تبیان القرآن	علامہ غلام رسول سعیدی
9۔ دو قرآن	غلام جیلانی برق
10۔ دینیات	مولانا مودودی
11۔ ضیاء النبی (جلد اول)	کرم شاہ الازہری
12۔ میری آخری کتاب	غلام جیلانی برق
13۔ دل، دریا، سمندر	واصف علی واصف
14۔ قرآن اور سائنس	پروفیسر نجات صدیقی

15۔ فلسفہ، سائنس اور قرآن — شیخ ندیم الجسر (ترجمہ خدا بخش کلیار ایڈووکیٹ)

16۔ اسلامی قانون — تنزیل الرحمان

17۔ کنز الایمان — احمد رضا، بریلوی

18۔ ضیاء النبی جلد دوم — کرم شاہ الازہری

19۔ اسلام جدید دور میں — سلمان حسین خان

20۔ تعلیمات قرآن — علامہ اسلم جیراجپوری

21۔ قرآن حکیم کی پیشگوئیاں — محمود احمد خان

22۔ اللہ میری توبہ — علامہ عالم فقری

23 غرائب قرآن — عبد المصطفیٰ اعظمی

24۔ پیغام اسلام — پروفیسر کرم حیدری

25۔ اللہ کی عادت — غلام جیلانی برق

26۔ علم القرآن (قد افلح) — مولانا مودودی

27۔ بات سے بات — واصف علی واصف

28۔ رمز ایمان — غلام جیلانی برق

29۔ نبی خاتم ﷺ — مناظر احسن گیلانی

30۔ مسلمانوں پر قرآن کے حقوق — ڈاکٹر اسرار احمد

31۔ مفسرین عظام　　　عبدالعزیز بلوچ

32۔ حضور ﷺ غیر مسلموں کی نظر میں　　محمد یحیٰ خان

33۔ افہام القرآن　　　محمد شریف اصلاحی

34۔ رسول اکرم ﷺ غیر مسلم دانشوروں کی نظر میں۔ پروفیسر شریف بقاء



حرف آخر

صدہا شکر گزار ہوں اپنے مالکِ بزرگ و برتر کا کہ اس نے اپنے حبیبِ مکرم ﷺ کی امت میں سے پیدا فرمایا۔

اپنے والدین کا بالخصوص اپنے مہربان والد محترم " محمود خان ملک ایڈووکیٹ رحمتہ اللّٰہ علیہ (سابق بی بی و صدر بار کوٹلی و ممبر بار کونسل آزاد کشمیر) کا حد درجہ احسان مند ہوں جن کی شخصیت نے میرے ذہن و قلب میں خیالات کی عظمت پھونکی ، حرفوں کی شیرینی گھولی، لفظوں کی پہچان بخشی اور جستجو کی بے تابی سونپی ،جس سے مجھے اظہار کی ایسی جرآت ملتی رہی -

دعا ہے کہ زیادہ سے زیادہ حق شناس اس کتاب سے فائدہ اٹھائیں جس سے مالک اس کتاب کو میری اور میرے والدین کی مغفرت اور بخشش کا ذریعہ بنائے۔

شاہد محمود ملک